مسلم خواتین کے لئے پاکیزہ مضامین کا مجموعہ
خاتون مشرق دہلی
سالگرہ نمبر
سنہ ۱۹۵۱ء
The
KHATOON-E-
MASHRIQ
Delhi

مخصوص خواتین کے لئے پاکیزہ مضامین کا مجموعہ

خاتونِ مشرق دہلی کا سالگرہ نمبر

بابت سنہ ۱۹۵۱ء

سالانہ قیمت
ہندوستان اور پاکستان سے
چار روپے آٹھ آنے
قیمت سالگرہ نمبر
دو روپے

سالانہ
خریداروں کو موجودہ
سالانہ قیمت ہی میں
سالگرہ نمبر
بھی دیا جاتا ہے۔
سالگرہ نمبر کی قیمت
علیحدہ نہیں
لی جاتی۔

نمبر ۱-۲ | تیرہ سال سے مسلسل شائع ہوتا ہے | جلد ۲۶

نمبر شمار	مضامین	مضامین نگار	نمبر صفحہ
۱	کچھ اپنی نسبت	عبداللہ فاروقی	۳
۲	دعائے زحمت	نصیبہ خاتون زحمت	۵
۳	بحضورِ ساقی	ثریا قمر ہوشیارپوری	۵
۴	آنسو	جمیلہ عندلیب	۶
۵	تکیہ کا شعر	کلثوم تابش عوثی	۶
۶	یاد دہانی	رابعہ بیگم آفتاب	۶
۷	تکیہ کے اشعار	شوکت آرا بیگم	۶
۸	جذباتِ صفیہ	صفیہ خاتون جندہ	۷
۹	تجلیاتِ اختر	اختر زمانی بی-اے	۷
۱۰	دردِ دل	مظہر جہاں بیگم	۷
۱۱	پیام	نسیم ستور	۸
۱۲	جی رہے ہیں	نعیمہ زرین طلعت	۸
۱۳	جوانی میں یاد رکھے	منور عالمتاب جنجیرہ	۹
۱۴	میری خواہش کیا ہے	اقبال جہاں آرا	۱۰
۱۵	چرچے یہی رہیں گے	مس سردر رعنا صدیقی	۱۰
۱۶	سہیلیوں کی سیرت	راحت شیریں بھوپال	۱۱
۱۷	کانٹوں میں اُلجھ	شمسہ اختر ہاشمی	۱۲
۱۸	تم کب آؤ گے	عذرا سلطانہ جنجیرہ	۱۲
۱۹	بادہ جیسی پیاری چیز	خورشید صبوحی ٹونک	۱۲
۲۰	ہائے یہ دلکش منظر	ثریا رضوی فتح پور	۱۳
۲۱	بیش قیمت اقوال	محمودہ کوکب درخشاں	۱۳
۲۲	افسانہ لکھنا بھی (افسانہ)	آصفر رخسانہ صدیقی	۱۷
۲۳	رام راج سے پیارے	بھگیرت لال عاجز	۱۹
۲۴	شبنم کے آنسو (افسانہ)	مس شاہجہاں نسیم	۲۰
۲۵	عورت ایک پہیلی (افسانہ)	مقلوب صدیقی کاشی [illegible]	۲۵
۲۶	جذباتِ اختر	[illegible] اختر	[illegible]
۲۷	میری نظر [illegible]	[illegible] نسیم آصف	۲۸
۲۸	اے ساقی	[illegible]	۳۰

www.taemeernews.com

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	نمبر صفحہ	نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	نمبر صفحہ
۲۹	فرمودات نکہت	شاہدہ سلطانہ نکہت	۳۰	۵۹	سوئٹر کا جال دار نمونہ	رخشندہ بیگم سیہور	۱۳۰
۳۰	آہ ...... (افسانہ)	مس بلقیس علوی ایم اے	۳۳	۶۰	گوشت کی لذیذ گلاب جامن	مس خالدہ خانم پوریہ	۱۳۱
۳۱	اُن کے نام خط	حضرت خواجہ حسن نظامی	۴۱	۶۱	بزم خواتین	سکندر بیگم	۱۳۳
۳۲	چمن چمن کے پھول	عالیہ خاتون مصباح	۴۶	۶۲	نیک لڑکا	خواجہ افتخار احمد	۱۳۷
۳۳	لال قلعہ کی ایک جھلک	خواجہ سید ناصر نذیر	۴۹	۶۳	چپ کا روزہ	اقبال احمد ناچن	۱۳۸
۳۴	تمیز سے بات کیجئے	جمال آرا جائی بنارس	۵۷	۶۴	اکبرآباد کی سیر	الیاس احمد مجیبی	۱۳۹
۳۵	دل پسند اشعار	مس سرور رعنا صدیقی	۵۹	۶۵	بچوں کی ضد	وشوانا تھ	۱۴۱
۳۶	یورپ زدہ بہنوں کے نام	مس ساجدہ خاتون نکہت	۶۰	۶۶	بینی کوٹ کی بیل	صغریٰ بیگم میسور	۱۴۵
۳۷	بڑے بھورے بھالے (افسانہ)	اسلم واحدی	۶۵	۶۷	کروشیا میں لیکری	رئیس جہاں گورکھپور	۱۴۵
۳۸	نرگس کے نام (افسانہ)	ساجدہ بیگم ناز بدایونی	۷۳	۶۸	نیو فیشن جمپر	آصفہ ناہید نکیم پور	۱۴۶
۳۹	بدقسمت (افسانہ)	سکندر بیگم شاہ نور	۸۱	۶۹	تکیہ کے لئے شعر	شمیمہ اختر قادر پوران	۱۴۷
۴۰	بانسری "	مس سلمیٰ بانو نکہت	۸۴	۷۰	تکیہ کا غلاف	مومنہ پروین	۱۴۸
۴۱	اولاد کی تربیت	عارفہ بیگم صدیقی	۸۶	۷۱	خوبصورت فراک	خورشید جمال	۱۴۹
۴۲	بہن کا ایثار (افسانہ)	مس نسیم ریاض	۸۹	۷۲	نیو فیشن جمپر	رفیقہ نکہت ناگپور	۱۵۰
۴۳	آپ بیتی	سیدہ بیگم قتیل بی اے	۹۷	۷۳	خوشنما بوٹے	خورشید فاطمہ ٹونک	۱۵۱
۴۴	مرثیہ اسحاق	" "		۷۴	خوشنما بوٹے	بسم اللہ بیگم	۱۵۱
۴۵	حکیم سقراط	مس جمیلہ عندلیب	۱۱۶	۷۵	ٹیبل کلاتھ	اصغری بانو مہوارہ	۱۵۱
۴۶	سیدہ بیگم کے نام	قیوم خاں سید پوری	۱۲۱	۷۶	میز پوش کا کونہ	مس عائشہ قریشی	۱۵۳
۴۷	سیدہ کے نام	طاہرہ خاتون رانچی	۱۲۳	۷۷	کروشیا کی بیل	خورشید جہاں	۱۵۳
۴۸	مشرقی بہنوں کے نام	مس نسیم فاطمہ نسیم	۱۲۳	۷۸	شلوار کی بیل	سلمیٰ خانم پروین	۱۵۴
۴۹	رشیدہ بیگم کے نام	مظہر جہاں بیگم	۱۲۴	۷۹	ایک اور بیل	خدیجہ متین	۱۵۴
۵۰	مشرقی بہنوں کے نام	مس جمیلہ عندلیب	۱۲۴	۸۰	حسین میز پوش	مس رضیہ سلطانہ	۱۵۵
۵۱	ماہ مبین	خورشید جہاں امین	۱۲۵	۸۱	دو خوشنما جمپر	رضیہ عزیز بانو	۱۵۶
۵۲	شیریں کے نام	امامہ یاسمین سعیدی	۱۲۶	۸۲	غرارہ کی بیل	اصغری بانو مہوارہ	۱۵۷
۵۳	پیاری کے نام	شکیلہ بانو سنبل پور	۱۲۶	۸۳	کروشیا میں گملہ	رئیس جہاں بیگم	۱۵۸
۵۴	خانہ داری کے تجربے	زہرہ زمانی اچھہ	۱۲۹	۸۴	خوبصورت لیس	رضیہ سلطانہ جنجیرہ	۱۵۸
۵۵	دو مفید نسخے	رشیدہ واحدی گونڈہ	۱۲۹	۸۵	کروشیا کی بنائی	ایز خاتون آگرہ	۱۵۹
۵۶	آلو کے ٹکڑے	مس سیدہ بلقیس	۱۲۹	۸۶	تارکشی کا کونہ	سرور رعنا	۱۵۹
۵۷	بے حد لذیذ برفی	مس ارشاد بیگم	۱۳۰	۸۷	دو خوشنما پھول	ہمشیرہ مسعود	۱۶۰
۵۸	پلاؤ کی خوبصورت بنائی	مس اقبال خلیل لکھنوی	۱۳۰	۸۸	دو گلے	مہدی خاتون بریلوی	۱۶۰

[illegible] - انوری بیگم، مدیرہ اعزازی فہمیدہ خاتون فرحت بریلوی، اختر سلطان بیگم بریلوی، نگراں عبداللہ فاروقی۔

کچھ اپنی نسبت

(عبد اللہ فاروقی)

تصویر غلط چھپ گئی

ماہ جنوری کی اشاعت میں خاتون مشرق کی پشت پر پریس کی غلطی سے ایک ایکٹر اور ایکٹرلیس کی غیر مہذب تصویر چھپ گئی ہے۔ میں اس کیلئے معذرت کرتا ہوں۔ بہنوں سے درخواست ہے کہ اس تصویر کو رسالہ سے علیحدہ کر کے رسالہ خاتون مشرق کی روایات قدیم کو باقی رکھیں کیونکہ خاتون مشرق کا دعویٰ ہے کہ اس میں تہذیب کے خلاف مضامین اور گندے اشتہارات شائع نہیں ہوتے

جنوری کا خاتون مشرق

تمام بہنوں اور بھائیوں کے نام ماہ جنوری کا رسالہ خاتون مشرق پہونچ گیا ہوگا۔ اگر کسی کو جنوری نمبر نہیں پہونچا تو نمبر خریداری اور اپنا پورا پتہ لکھکر جنوری نمبر دوبارہ مُفت حاصل کر لیجئے ہر بہن اور بھائی کو ہر خط میں اپنا پورا پتہ ہمیشہ خوش خط لکھنا چاہئے۔

ہندی اور گجراتی

ہندی اور گجراتی زبانیں بھی اگرچہ ہندوستان کی زبانیں ہیں اور لاکھوں مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ہندی اور گجراتی زبانیں جانتی ہیں لیکن دفتر خاتون مشرق میں ہندی اور گجراتی جاننے والے موجود نہیں ہیں۔ اس لئے ہندی اور گجراتی خطوط کی تعمیل نہیں ہوتی۔ اور اکثر اس قسم کے خطوط چاک کر دیئے جاتے ہیں:

سالگرہ نمبر ۱۹۵۱ء

الحمدللہ! خاتون مشرق کا سالگرہ نمبر بابت ۱۹۵۱ء بھی شائع ہوگیا ہے۔ اور یہ سالگرہ نمبر آپ کی خدمت میں بھیجا جا رہا ہے۔ اس گرانی اور اقتصادی بدحالی کے زمانے میں کسی اُردو مسلم زنانہ رسالہ کا سالگرہ نمبر پونے دو سو صفحات کا رنگین اور باتصویر شائع کرنا ایک اہم اور مشکل کام ہے۔ جس کو ادارۂ خاتون مشرق نے انجام دیا ہے۔ اس سالگرہ نمبر پر تبصرہ کرنا یا اس کی تعریف کرنا چنداں ضروری نہیں مشرقی بہنیں اور بھائی اس کو دیکھکر اور پڑھ کر خود ہی اندازہ کرلیں گے

سالگرہ نمبر کا سرورق (ٹائٹل) بھی تبدیل کر دیا گیا ہے۔ امید ہے کہ یہ سرورق بہنوں اور بھائیوں کو پسند آجائے گا۔

یہ سالگرہ نمبر قدیم اور جدید خریداروں کو موجودہ سالانہ چندہ ہی میں دیا جائے گا اس کی قیمت علیحدہ نہیں لی جائیگی۔ اس لئے مشرقی بہنیں اپنا سلسلہ خریداری باقی اور جاری رکھیں۔ اور کم سے کم ایک ایک جدید خریدار پیدا کرنے کی کوشش کیجائے۔

گذشتہ اشاعت میں ایک ایک جدید خریدار بنانے کے لئے اپیل کی گئی تھی۔ مگر اس کا اثر نہیں ہوا۔ چھ ہزار خریداروں میں سے زیادہ سے زیادہ پچاس بہنوں اور بھائیوں نے ایک ایک جدید خریدار پیدا کیا ہے۔ ان پچاس میں سے بھی پانچ چھ بہنوں اور بھائیوں نے وی پی واپس کر دیئے ہیں۔ کتابوں کی خریداری پر بھی زیادہ توجہ نہیں کی گئی۔

اُردو کو زندہ رکھنا ثواب

گذشتہ اشاعت میں لکھا گیا تھا کہ پاکستان قائم ہو جانے کے بعد ہندوستان میں اُردو زبان کو زندہ اور باقی رکھنا صرف مسلمانوں کا کام ہے یا ان چند غیر مسلموں کا۔ جو اُردو زبان کے حامی ہیں۔ اس لئے تجویز کی گئی تھی کہ ہر بہن اور بھائی اپنے اپنے گھروں میں بے پڑھے لکھے لڑکوں اور لڑکیوں کو مردوں اور عورتوں کو ایک گھنٹہ روزانہ بے معاوضہ اردو لکھنا پڑھنا اور بولنا سکھائیں اس ضروری ذمہ داری کی طرف بھی توجہ نہیں کی گئی۔ صرف ایک بہن حیات النساء صاحبہ ساکن داسینہ ضلع پٹنہ نے لکھا ہے کہ خاتون مشرق میں اعلان چھپتے ہی میں نے اپنے زنانہ مکان میں اُردو اسکول جاری کر دیا ہے اور لڑکیوں اور لڑکیوں کو اُردو پڑھانا شروع کر دیا ہے۔ امید ہے کہ دوسری بہنیں بھی حیات النساء کی تقلید کرتے ہوئے گھر گھر اُردو اسکول جاری کریں گی۔

گھر گھر اُردو اسکول

رسالہ خاتون مشرق اور ادارہ خاتون مشرق گھر گھر اردو اسکول جاری کرنے کے لئے ایک منظم [illegible] تحریک جاری کرنے [illegible] اس ضروری کام کے [illegible] مشرقی بہنوں [illegible]

انتظار کئے بغیر آج سے ہی کام شروع کر دیجئے۔

خریدار کس کس نے بنائے

جن بہنوں اور بھائیوں نے ماہ فروری اور ماہ مارچ میں رسالہ خاتون مشرق کے نئے جدید خریدار بنائے ہیں ان کے نام شکریہ کے ساتھ درج کئے جاتے ہیں وہ نام یہ ہیں۔

زبیدہ خاتون صاحبہ نواب شاہ۔ مس اختر جمیل نکہت ایلچ پور۔ مس ریحانہ طالب بلند شہر۔ حسنین صاحب نیو دہلی۔ شوکت آرا بیگم بلاسپور۔ جمیلہ النساء صاحبہ باپوڑ۔ عارفہ بیگم صاحبہ چھپلو بلوچستان۔ ناظرہ بیگم صاحبہ ٹونک۔ حفیظ بیگم صاحبہ سہارنپور۔ مسز خداداد خاں صاحب ایبٹ۔ بکن بی بی صاحبہ لکھنؤ۔ بیگم محمد یوسف صاحب بنڈیل جنکشن۔ مسز بدر حفیظ صاحبہ گوبرا۔ رانچی کی اندرا دیوی فیروز آباد۔ نذیر حسین صاحب لکھنؤ۔ سیدہ خاتون صاحبہ رمنا ڈھاکہ۔ عائشہ صدیقہ اکولہ۔ کلثوم غوثی گجرات۔ بسم اللہ بیگم عمری۔ ارشاد الحق صاحب کان پور۔ انور صاحب کان پور۔ زینب گلشن صاحب مانگرول۔ ابیہ رضوی صاحبہ بھوپال۔ شمس الہدیٰ صاحب ہریا سرائے۔ نسیم رسول صاحبہ حیدرآباد سندھ۔ مس شاد جہاں نسیم صاحبہ الٰہ آباد۔ رانی جین صاحبہ بارہ بنکی۔ حکیم صفات احمد صاحب پرتاب گڈھ۔ ذکیہ پراچہ کلکتہ۔ بیگم ظہور احمد انوار نانڈیڑ دکن۔

جنکو روپے اور منافعہ واپس کیا گیا

جن بہنوں اور بھائیوں کو پچیس فیصدی سالانہ منافعہ کی اسکیم کا روپیہ واپس کیا گیا ہے انکے نام یہ ہیں۔

جناب مولوی سید راحت حسین صاحب ریٹائرڈ ریلوے گارڈ، گورکھپور مبلغ سات سو اڑتیس روپے (منجملہ چار سو ستر روپے مقصودہ خاتون صاحبہ بنت نعیمہ)

شریف احمد صاحب، قصبہ انبہٹہ پیرزادگان ضلع سہارنپور مبلغ پانچ سو پچاس روپے (منجملہ چھ سو چالیس روپے) محترمہ لی این بیگم صاحبہ معرفت مسٹر محمد جلیل اختر محلہ ندرت گنج گیا بہار۔ اصل ایک سو روپے منافعہ اٹھائیس روپے دیکر حساب بیباق کر دیا گیا۔ سیدہ راحت النساء بیگم معرفت استانی صاحبہ انوری بیگم محلہ حسن گنج کانپور دو سو روپے اصل اور منافع بیس روپے کل مبلغ دو سو بیس روپے بھیجکر حساب صاف کیا گیا۔ بیگم صاحبہ حکیم عبدالجلیل صاحب صدیقی صدر کانگریس کمیٹی کانپور، دو سو روپے اصل اور منافع مبلغ پچاس روپے کل مبلغ دو سو پچاس روپے بھیجکر حساب بیباق کر دیا گیا۔ لیکن بیگم صاحبہ موصوفہ نے پچاس روپے منافع کے قبول نہیں کئے صرف اصل رقم واپس لے لی۔ محترمہ بشریٰ خاتون صاحبہ اہلیہ سید جمال احمد صاحب ٹھیکے کنٹریکٹر فریر روڈ ایبا سٹوری کراچی پاکستان دو سو روپے اصل اور منافعہ مبلغ پچاس روپے کل مبلغ دو سو پچاس روپے بھیجکر حساب صاف کیا گیا۔ دفتر خاتون مشرق کی ایجنسی پاکستان میں بھی موجود ہے۔ یہ ڈھائی سو روپے پاکستان کی ایجنسی کی معرفت واپس کئے گئے۔

پچیس فی صدی منافعہ کا حساب

جن بہنوں اور بھائیوں نے دفتر خاتون مشرق کی تجارتی اسکیم میں پچیس فیصدی سالانہ منافع حاصل کرنے کیلئے روپیہ روانہ کیا ہے ان کے نام یہ ہیں۔

ایک بہن صاحبہ جو اپنا نام لکھوانا نہیں چاہتی ہیں معرفت فہمیدہ خاتون صاحبہ فرحت بریلوی مدیرہ اعزازی رسالہ خاتون مشرق۔ سابقہ جمع دو سو پچاس روپے۔ جدید جمع شدہ ایک سو پچاس روپے کل مبلغ چار سو روپے بذریعہ منی آرڈر تاریخ وصول ۹ فروری ۱۹۵۱ء محترمہ بیگم صاحبہ جناب حاجی محمد خلیل صاحب بھیرہ اعظم گڈھ مبلغ تین سو روپے بذریعہ بیمہ تاریخ وصول ۱۹ فروری ۱۹۵۱ء محترمہ ذکیہ خاتون صاحبہ نکہت بریلوی بذریعہ منی آرڈر مبلغ ایک سو روپے تاریخ وصول ۲۰ فروری ۱۹۵۱ء۔ محترمہ رباب بائی صاحبہ معرفت جناب سید سیف الدین صاحب شہر کچہری مبلغ تین سو روپے بذریعہ ڈرافٹ تاریخ وصول ۲۲ فروری ۱۹۵۱ء محترمہ زہرہ بائی صاحبہ معرفت جناب سید عبدالحسین صاحب شہر کچہری مبلغ پانچ صد روپے بذریعہ ڈرافٹ تاریخ وصول ۲۲ فروری ۱۹۵۱ء محترمہ نایاب بیگم صاحبہ بنت جناب حاجی عبدالحکیم صاحب زمیندار شاہجہان پور دو سو روپے دوسری بار۔ تاریخ وصول ۶ مارچ ۱۹۵۱ء۔

جناب محمد حامد خاں صاحب ریٹائرڈ انجینیر بنارس یو پی، نقد مبلغ پانچ صد روپے تاریخ وصول ۷ نومبر ۱۹۵۰ء دوسری بار مبلغ چار سو اسی روپے نقد تاریخ وصول ۳۰ نومبر ۱۹۵۰ء تیسری بار بذریعہ پاس بک چھ سو بیس روپے تاریخ وصول ۲۷ دسمبر ۱۹۵۰ء۔

چوتھی بار مبلغ چار سو روپے۔ تاریخ وصول ۶ فروری ۱۹۵۱ء پانچویں بار مبلغ دو سو روپے۔ تاریخ وصول ۲۰ فروری ۱۹۵۱ء کل مبلغ بائیس سو روپے۔ منافعہ کا حساب ماہ جنوری ۱۹۵۱ء سے شمار ہو گا۔ اور منافعہ کا روپیہ ماہانہ دیا جائیگا۔ اور کل رقم کی رسید ایک روپیہ کے سرکاری کاغذ پر روانہ کی جائے گی۔ جن بہنوں اور بھائیوں کی سالانہ میعاد ختم ہو گئی ہے۔ ان کا روپیہ اور منافعہ کی رقم سالگرہ نمبر شائع ہونے کے بعد ماہ اپریل کے آخر تک واپس کی جائیگی۔ ان کے نام اور پتے ماہ مئی کے خاتون مشرق میں شائع کئے جائیں گے۔

محفلِ خواتین

مرتبۂ طالب جے پوری

شعر کے پردے میں پوشیدہ ہے ساری کائنات

دعائے فرحت

بہن فہمیدہ خاتون فرحت مدیرہ اعزازی رسالہ "خاتون مشرق" نے اپنے بھتیجے میاں جمال الرحمٰن کی پیدائش پر ایک نظم لکھی تھی۔ چونکہ یہ نظم ایک مسلم خاتون کے دلی جذبات ہیں اس لئے اس کی اشاعت کی جا رہی ہے۔

الزہری بیگم

شکر تیرا اے خدائے ذوالجلال   تو نے بخشا مجھ کو ننھا سا جمال
تیرے سایہ میں پڑھے پروان یہ   تیری رحمت سے بنے انسان یہ
باغ ہستی میں رہے اس سے بہار   اوج پر اسکے رہیں لیل و نہار
اس کا ظاہر اور باطن ایک ہو   مختصر یہ ہے کہ بس یہ نیک ہو
اپنے بیگانے ہوں یا قوم و وطن   اس سے سیکھیں آدمیت کا چلن
چاند تارے ہوں کہ پھولوں کی بہار   اسکی ہوں پاکیزگی سے شرمسار
یہ محبت کا امانت دار ہو   یہ شرافت کا علمبردار ہو
رازِ مرگ و زیست کا محرم ہو یہ   واقفِ اسرارِ کیف و کم ہو یہ
اس کے دل میں سوز بھی ہو ساز بھی   یہ سراپا عجز بھی ہو ناز بھی
وقت پر اس کا زمانہ نام لے   گرنے والا اس کا دامن تھام لے
میدانِ عمل کا شہسوار   یہ ہو باطل کے گلے پر ذوالفقار
ہر نظر اس کی حیات افروز ہو   ہر قدم اس کا سبق آموز ہو
علم میں رومی بھی ہو رازی بھی ہو   خالد و طارق سا یہ غازی بھی ہو
عظمتِ اسلاف کا حامل بھی ہو   خلق میں اخلاص میں کامل بھی ہو
زورِ حیدر بھی اسے کر دے عطا   بختِ تابندہ بھی دے اسکو خدا
میری یہ ساری دعائیں کر قبول
اور اس پر اپنی رحمت کر نزول

(فہمیدہ خاتون فرحت)

بحضورِ ساقی

مئے عرفاں کا اک جام پلا دے ساقی
میری آنکھوں سے حجابات اٹھا دے ساقی
تو اگر چاہے تو پھر کیا نہیں ہو سکتا ہے
میری بگڑی ہوئی تقدیر بنا دے ساقی
یہ تمنا نہیں مینا ہی اٹھا دے لیکن
دے کے اک بوند ہی کچھ تو جلا دے ساقی
کرمِ خاص کے لائق میں نہیں تو نہ سہی
ایک تجلی ہی مرے دل پہ گرا دے ساقی
دیکھ کر مست نظر سے تو ستمگر کی جانب
آنکھوں آنکھوں میں ہی دیوانہ بنا دے ساقی

ثریا ساقی ہوشیارپوری

www.taemeernews.com

"آنسو"

آتشِ شوق کے شعلوں کو بجھا دیتا ہے
دل میں ایسی بھی کبھی آگ لگا دیتا ہے
کبھی بنتا ہے افسانۂ دل کی تفسیر
کبھی رودادِ محبت بھی سنا دیتا ہے
کبھی کر دیتا ہے برباد نظامِ ہستی
کبھی دل میں نئی بستی یہ بسا دیتا ہے
رونے والے پہ ہنساتا ہے کبھی دنیا کو
کبھی دنیا کو تماشا یہ بنا دیتا ہے
گو یہ اک قطرۂ ناچیز ہے ظاہر میں مگر
جو بھی یہ چاہے وہی کر کے دکھا دیتا ہے

جمیلہ عندلیب حاجی پور

قطعہ

تکیہ خدا کی ذات ستودہ صفات کا — اور آسرا جنابِ شہِ کائنات کا
اے سونے والو صبح سویرے اٹھا کرو — جانے نہ پائے ہاتھ سے موقع صلوٰۃ کا

تکیہ کا شعر

قائل ہے دین دار ہر اک۔ اس اصول کا
تکیہ خدا کا، اور بھروسہ رسولؐ کا

کلثوم تابش غوثی احمد آباد

قطعہ

کیا بتاؤں تجھے اے نشاطی کیا ہے — درد کیا شے ہے محبت کی کہانی کیا ہے
تو ہی دل توڑ کے جب بھول گیا او بے درد — تجھے پھر کیا کہ مری خامش بیانی کیا ہے

صفیہ خاتون جھنڈولہ۔ نابارہ

نہ پوچھئے

کیا ہے شبِ فراق کا درماں نہ پوچھئے
کیوں کر ہے موت ہجر میں آساں نہ پوچھئے
آغاز ہی میں ہوتا ہے انجام بھی مگر
بے گانگیٔ عمرِ گریزاں نہ پوچھئے
اے ہم نشینو! حسن کسی کا، ہمارا عشق
کس کس طرح ہے دست و گریباں نہ پوچھئے
رنگینیوں میں جذب ہوئی جا رہی ہوں میں
رنگینیٔ خیالِ گلستاں نہ پوچھئے
اے قہر گرم و سردِ محبت کے کہیں
کیا ہو گیا ہے حالِ پریشاں نہ پوچھئے

مہرالنساء خانم مہر رام پوری مقیم پشاور

یاد دہانی

وہی بھیگی ہوئی رات آ گئی کیا تم نہ آؤ گے
ہر اک شے پر خموشی چھا گئی کیا تم نہ آؤ گے
کہا تھا ہم ملیں گے کھیلتے پھولوں کے گلشن میں
بہارِ گلستاں بھی آ گئی کیا تم نہ آؤ گے
یہ کہتے تھے پکارو گے تو آ جائیں گے ہم فوراً
مری آواز بھی تھرا گئی کیا تم نہ آؤ گے
تمہاری یادِ جانِ زندگی تھی لیکن اب وہ بھی
اجل کو ساتھ لے کر آ گئی کیا تم نہ آؤ گے
ہوائیں سرد۔ فضائیں تنگ۔ تارے ڈوبنے کو ہیں
چراغوں پر خموشی چھا گئی کیا تم نہ آؤ گے

رابعہ بیگم آفتاب امیور

تکیے کے اشعار

خوش آغاز تکیہ، خوش انجام تکیہ — گلِ باغِ عشرت ہے آرامِ تکیہ

www.taemeernews.com

اُڑی ہے جو تکیے کے پھولوں سے خوشبو
دماغِ گلستاں معطّر ہوا ہے

پھول پتّے۔ بیل بوٹے سب کے سب نازک مزاج
سونے والے کا مگر رنگِ نزاکت اور ہے

وقت پر تیرا سہارا ہی زمانے نے لیا
مفلسوں نے جھونپڑوں میں شاہ نے ایوان میں

قطعہ

پھولوں کی مہک دوشِ نسیمِ سحری پر
برسا ہوا تکیہ پہ سبک عنبرِ سارا
تکیے پہ بنی ہوئی پھولوں کی وہ سرخی
جگنو سا چمکتا ہوا جس طرح ستارا

شوکت آرا بیگم شہناز۔ پھولپور

جذباتِ صفیہ

تصور میں بھی تم نہ آؤ تو جانیں   نئی کوئی دنیا بساؤ تو جانیں
نشیمن مرا پھونک کر ہنسنے والو   مجھے بھی مٹا کر بتاؤ تو جانیں
محبت کا غم دے کے مسرور ہو تم   محبت کا غم دو اٹھاؤ تو جانیں
مرے دل میں غم کی تو محفل سجا دی   مسرت کی دنیا بساؤ تو جانیں
خوشی میں تو سب مسکراتے ہیں صفیہ
جو تم غم میں بھی مسکراؤ تو جانیں

صفیہ سلطانہ چندہ۔ نانپارہ

تجلیاتِ اختر

اگر کیا تھا محبت میں بے قرار مجھے
تو اپنے دل پہ بھی دیا تھا اختیار مجھے

مجھے بہار و خزاں سے غرض نہیں لیکن
نگاہِ اہلِ چمن میں تو کر نہ خوار مجھے
یہ کیا کیا کہ زمانے میں کر دیا رسوا
بنا کے اپنی محبت کا رازدار مجھے
کسی کے دل کا تو کیا ذکر ہے محبت میں
جب اپنے دل پہ نہیں خود ہی اختیار مجھے
زبانِ شوق پر اختر وہ آ گئے شکوے
کہ ہر نفس پہ کیا دل نے شرمسار مجھے

اختر زمانی بی۔اے ڈونگرپور

دردِ دل

کون سنتا ہے صدائے دردِ دل   کون ہے درد آشنائے دردِ دل
کس قدر لذت کشِ آزار ہوں   مول لیتی ہوں بلائے دردِ دل
لطف تھا افسانۂ الفت کا جب   آپ سنتے ماجرائے دردِ دل
جا رہے ہیں درد بن کر سر بسر   آئے تھے کرنے دوائے دردِ دل
لطف تو جب تھا محبت کا شباب
وہ بھی ہوتے مبتلائے دردِ دل

مظہر جہاں بیگم شباب سنبھلی

پیام

مرے ندیم کسی سے یہ جا کے کہہ دینا
کہ تجھ سے دور کوئی بے قرار ہے اب بھی
ترے خیال میں جو دل تھا سوگوار کبھی
ترے خیال میں وہ سوگوار ہے اب بھی
تری جدائی میں حسرت کشِ تماشا ہے
نگاہِ شوق کہ امیدوار ہے اب بھی
مرے ندیم کسی سے یہ جا کے کہہ دینا
کسی کو تیرا ابھی انتظار ہے اب بھی

www.taemeernews.com

سیاہ راتوں میں پلکوں پہ انتظار لئے
کوئی ترے ہی لئے اشکبار ہے اب بھی
مرے ندیم کسی کو سلام کہہ دینا
دلِ فگار کا میرے پیام کہہ دینا
نسیمہ سوز

سوال؟

رازداروں سے پوچھنا ساقی
چاند تاروں سے پوچھنا ساقی
کیوں ہے بزم آج سونی سونی سی
مے گساروں سے پوچھنا ساقی
سرد راتوں کا کچھ علاج بھی ہے
ان شراروں سے پوچھنا ساقی
کیوں نہیں مجھ پہ وہ نگاہِ کرم
میرے پیاروں سے پوچھنا ساقی
لذتِ دردِ عاشقی کیا ہے
دل فگاروں سے پوچھنا ساقی
کیا یہ طلعت حسین صورت ہے
رازداروں سے پوچھنا ساقی
نعیمہ زرین طلعت

جی رہے ہیں

[illegible] کتنا جام لے کر جی رہے ہیں
[illegible] نعام لے کر جی رہے ہیں
[illegible] ذل ہی ہیں [illegible] زندگی سے
جنا [illegible] لے کر جی رہے ہیں
ترے نامِ مقدس کی قسم [illegible] ہے
ترا ہی نام لے کر جی رہے ہیں

ہمیں محفل سے کیوں اٹھوایا تم نے
حسین الزام لے کر جی رہے ہیں
ذرا جانِ بہاراں سن تو لیتے
خدا کا نام لے کر جی رہے ہیں
دلِ ناکام طلعت رو رہا ہے
جنوں کا نام لے کر جی رہے ہیں
نعیمہ زرین طلعت

کیا گزری

خبر ہے تجھ کو ساقی تیرے مستانوں پہ کیا گزری
سبو پر کیا بلا ٹوٹی ہے پیمانوں پہ کیا گزری
نوائے کیفِ آزادی سے کیا کیا حادثے آئے
پیامِ حریت سنکر گراں جانوں پہ کیا گزری
مرتب کر سکے ہم رودادِ پامالی سنائیں گے
ابھی سے کیا بتائیں تیرے میخانوں پہ کیا گزری
نہ حسن۔ رکھا ہی کیا ہے آہ اس اُجڑے فسانے میں
خدا خانوں پہ کیا بیتی۔ صنم خانوں پہ کیا گزری
بیاں کرتے ہوئے یہ داستاں کچھ شرم آتی ہے
نسائیت کی دنیا کے شبستانوں پہ کیا گزری
درو دیوار پہ ہوتی تھی جن کے بارشِ عشرت
کہیں کیا تجھ سے ان رنگین ایوانوں پہ کیا گزری
کہے تا چند اختر تجھ سے جوشِ بربریت کو
قیامت بھی لرزتی ہے کہ انسانوں پہ کیا گزری
سیدہ سرداد بیگم اختر

کہوں کیا محبت میں کیا کر رہی ہوں
تری زندگی کی دعا کر رہی ہوں
(مسز مختار عباسی اجمیر شریف)

www.taemeernews.com

بابِ خواتین

روشن خیال خواتین کے لکھے ہوئے علمی اور ادبی شہ پارے

کامیابی کا راز

استقلال:- جب اس بات کا یقین ہو جائے کہ جس راستہ پر تم چل رہے ہو وہ سیدھا ہے تو نہایت پامردی اور استقلال کے ساتھ آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ مشکلات سے مت گھبراؤ کیونکہ مصیبت ہی انسان کو کندن بنانے والی چیز ہے۔ کسی کا مقولہ ہے کہ ناکامی کی رات مردوں کی شب معراج ہے۔ اپنے مقصد پر مضبوطی سے جمے رہو۔ اپنے ارادوں پر پہاڑ کی طرح قائم رہو۔ یہ خیال بھی مت کرو کہ تم ناکام ہو جاؤ گے۔ بلکہ اپنے سنہری مستقبل پر نظر رکھو۔ اور اسکو حاصل کرنے کے لئے رات اور دن کوشش کرو۔

خود اعتمادی:- سقراط کا قول ہے کہ جس آدمی کے دل میں یہ خواہش ہو کہ وہ دنیا میں ہلچل ڈال دے۔ اسکو سب سے پہلے اپنی ذات پر پورا بھروسہ ہونا چاہئے۔ اپنی امداد آپ کرو۔ اپنی ہمت سے اپنے ہی پیروں پر کھڑا ہونا سیکھو۔ دوسرے کی امداد کا انتظار مت کرو۔ جن لوگوں کو دوسروں کا سہارا تلاش کرنے کی عادت ہو وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔

محنت:- محنت ہی کامیابی کی بنیاد ہے۔ محنت تمام مشکلات پر غلبہ حاصل کرلیتی ہے۔ آدمی مصیبت کو خود بلاتا ہے۔ کسی نے کہا ہے کہ محنت ہی سے وہ روشنی پیدا ہوتی ہے جو مصیبت کی اندھیری رات میں خوشی اور کامیابی کا راستہ دکھاتی ہے۔

احتیاط:- کسی کام کو شروع کرنے سے پہلے اس کے تمام پہلوؤں پر خوب غور کرلو اور خوب اطمینان کرنے کے بعد پہلا قدم اٹھاؤ۔ اپنی زندگی میں کوئی کام ایسا شروع نہیں کرنا چاہئے جس کی تمام گزشتہ اور موجودہ تاریخ پر غور نہ کرلیا ہو۔ اور یہی کامیابی کا راز ہے۔

عائشہ صدیقہ۔ اکولہ برار

جوانی میں یاد رکھنا چاہئے

(۱) جوانی ایک عارضی نشہ ہے۔
(۲) جوانی پانی کا بلبلا ہے۔
(۳) جوانی ایک خواب ہے۔
(۴) جوانی خواہشوں کا سرچشمہ ہے۔
(۵) جوانی تصورات کا بیحد حسین محل ہے۔
(۶) جوانی جذبات واحساسات کا مرکز ہے۔
(۷) جوانی مسرت وشادمانی کی بہتی ہوئی ندی ہے۔
(۸) جوانی بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔
(۹) جوانی تفکرات کی توی جڑ ہے۔
(۱۰) جوانی میں انسان اپنے آپ کو بھول جاتا ہے۔

(۱۱) جوانی میں انسان کبھی وحشی جانور سے بدتر بنجاتا ہے۔
(۱۲) جوانی انسان کے ہوش وحواس کھودیتی ہے۔
(۱۳) جوانی میں انسان اپنے حقیقی معبود کے وجود سے بے خبر ہوجاتا ہے۔
(۱۴) اے انسان تو اپنی بیش بہا جوانی کی دل سے قدر کر کیونکہ جوانی زندگی میں ایک بار صرف ایک بار آتی ہے۔ سو بار نہیں۔
(۱۵) اے انسان تو جوانی میں اپنے نفس اور جذبات پر سخت قابو رکھ۔ تاکہ وہ تجھے گناہ کے راستہ پر نہ بھٹکا سکے۔ اور تو ایک حقیقی انسان کہلایا جا سکے اسی میں تیری دُنیوی فتح وظفر ہے۔

منوّر عالم تاب جنجیرہ مروڈ۔

میری خواہش کیا ہے؟

آج پھر کچھ لکھنے کو جی چاہتا ہے ...... سوچتی ہوں کیا لکھوں ...... اور پھر ذہن ماضی کے حسین دُھندلکوں میں کھو جاتا ہے ...... آہ! ماضی ...... کس قدر پُر فریب۔ ہاں میں اُسے پُر فریب ہی کہوں گی کیونکہ اُسی زمانے نے مجھے دھوکہ دیا۔ اُف! کتنا روح فرسا دھوکہ۔ اب بھی جب وہ پُرکیف و پُرمسرّت دن یاد آتے ہیں دل تو کیا روح تک تڑپ اُٹھتی ہے ...... ہائے ماضی! ...... تجھے میں اب کہاں سے لاؤں ...... آسمان پر کالی کالی بدلیاں بالکل میرے خیالات کی مانند بھٹک رہی ہیں ...... انہیں میں کیسے یکجا کروں ...... اُف خدایا! ...... میں سوچتے سوچتے پاگل نہ ہوجاؤں ...... کاش! ...... تو نے مجھے اتنا حسّاس دل نہ دیا ہوتا ...... کوئی مجھے بتا دے ...... کیا زندگی مستقل رنج والم کا نام ہے ......

میں کس قدر اچھے دن ... [illegible]
لیکن دل و دماغ میں وہی جوش ... [illegible]

اپنی حکومت کے زعم میں رہتا ہے۔ دُہرانی ہوں۔ تڑپتی ہوں ...... اور پھر ...... دماغ کے کسی گوشہ میں سرورِ کائنات کی وہ نصیحت جو آپ نے حجۃ الوداع میں کثیر مجمع میں کہی تھی اُبھرنے لگتی ہے۔ اور ...... آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اُمنڈ پڑتا ہے ...... آہ! ——

کس قدر زمانے میں تغیر و تبدّل ہو چلا ہے۔ یہ "ہاں" بھی وہ "جنس" ہے جس کے متعلق شاہِ مدینہؐ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ:۔

"دُنیا میں مجھے تین چیزیں پیاری ہیں۔ جن میں ..."عورت" کا بھی نام شامل ہے"!

...... لیکن اب زمانہ بدل چکا ہے۔ ہماری زندگی سے اسلامیت مفقود ہوتی جارہی ہے ...... جس میں یہ نافرمانی بھی قابلِ ذکر ہے جو کہ مرد عورت کے ساتھ برہمی و بدسلوکی سے پیش آتا ہے۔

میرا دل۔ ہاں میرا دل ...... کیا چاہتا ہے ...... بس اتنا ...... کہ موت ...... مجھ سے اتنی قریب ہوجائے کہ میں ابدی نیند سو جاؤں ...... ہاں خدایا ...... بس اتنی التجا ہے کہ موت کا سکون عطا کر ...... اور ...... روح کو طمانیت ...... آمین ......

اقبال جہاں آرا دیولاپار

چہرے یہی رہیں گے

اے دُنیا تیری یہ رنگینیاں اور دلچسپیاں کبھی ختم نہ ہوں گی کیا ......؟

آخر تیرا یہ لازوال سفر کب ختم ہوگا ...... تو ہمیشہ ایسی ہی رنگین ...... اور پُربہار ...... رہے گی۔ کیا شاعر نے تیرے ہی لئے کہہ گیا ہے؟ ؎

خدا جانے یہ دُنیا جلوہ گاہِ ناز ہے کس کی
ہزاروں اُٹھ گئے لیکن وہی رونق ہے محفل کی

اے پُر بہار دُنیا کیا تجھے معلوم نہیں کہ تجھ سے کیسی مقدس اور پاک ہستیاں اُٹھ گئیں۔۔۔۔۔۔

کیسے کیسے قابل لوگ اب تجھ میں نہیں۔۔۔کیا تجھے ان کے چلے جانے سے رنج نہیں۔۔۔ہوا۔ آخر تو اُداس اور غمگین کیوں نہ ہوئی۔۔۔ تیری رونق میں ذرّہ بھر بھی فرق نہیں وہی بہار اور وہی دلچسپیاں۔۔۔۔ نیلا نیلا آسمان ہنستے ہوئے تارے۔۔۔چکیلا سورج۔۔۔۔ اور وہی لوگوں کی خوش گپیاں۔۔۔ننھے ننھے پرندوں کی خوش کُن آواز۔۔۔۔۔آہ کیا تونے سب کو فراموش کر دیا۔۔۔۔

آہ کیا یہ سب اسی طرح رہے گا اور تو کبھی۔ ہاں کبھی غمگین نہ ہوگی۔

مس سرور رعنا صدیقی۔ بھرتنا

میری سہیلیوں کی صُورت وسیرت

ش۔ یہ میری عزیز ترین سہیلی ہیں۔ بہت خوبصورت ہیں۔ بچپن کی دوست ہیں۔ اخلاق بہت وسیع پایا ہے۔ مجھ کو بہت چاہتی ہیں۔ مجھے بھی اُن سے مل کر بہت مسرت ہوتی ہے۔ شادی شدہ ہیں۔ میٹرک پاس ہیں۔ خدا اُن کو ہمیشہ شادماں رکھے (آمین)

ن۔ن۔ یہ میری نئی دوست ہیں۔ ان کی دوستی کو صرف ایک سال کا عرصہ ہوا ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے باوا آدم کے زمانے کی ساتھی ہیں۔ بے تکلف۔ ہنس مکھ۔ خوش مزاج اور بلند اخلاق کی مالک ہیں۔ میں اُنکو رُوح کی گہرائیوں سے چاہتی ہوں۔ باتیں خوب کرتی ہیں اور دلچسپ بھی۔ رسالوں میں بھی چھپتی ہیں۔ سہیلیاں بنانے کا بہت شوق ہے۔ تحفے اپنے ہاتھ کے تیار کر کے بہت دیتی ہیں۔

ہر ہفتہ ان سے ملاقات ہوتی ہے۔ لیکن تشنگی ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ خود آنے سے مجبور ہیں۔ خاندانی پابندیوں میں اسیر ہیں۔

س۔ ف۔ ان کی دوستی کو بھی ایک سال کا عرصہ ہوا ہے۔ مکان قریب ہے۔ اس لئے اکثر ملاقات ہوتی رہتی ہے۔ مگر بغیر بُلائے کبھی نہیں آتیں۔ شکل کافی دلکش ہے۔ اخلاق تو ایسا پایا ہے جس کا جواب ہی نہیں۔ جو کوئی ان سے ملتا ہے۔ گرویدہ ہوجاتا ہے۔ مطالعہ کی بہت شوقین ہیں۔ کئی رسالے ان کے نام آتے ہیں۔ ادیبہ بھی ہیں اور شاعرہ بھی۔ اور خوب لکھتی ہیں۔ افسانے عموماً اصلاحی اور اخلاقی ہوتے ہیں۔ مجھے بہت پسند ہیں۔ ان کی منگنی ہوچکی ہے۔ شادی کا انتظار ہے۔ خدا پاک جلد وہ مبارک دن لائے جب ہم اُن کو دُلہن بنا ہوا دیکھیں۔

ن۔ف۔ میری دوست بھی ہیں اور بہن بھی۔ صورت بہت حسین و دلکش پائی ہے لیکن باتیں بہت کم کرتی ہیں۔ دیکھنے والے ان کی کم سخنی کو غرور پر محمول کرتے ہیں۔ حالانکہ غرور کا شائبہ بھی نہیں۔

کروشیا کے کام سے بہت گہری دلچسپی ہے کہیں بھی کروشیا کا کوئی نیا نمونہ دیکھ لیں تو اس کے لئے بےچین ہوجاتی ہیں۔ جب تک بنا نہ لیں چین نہیں لیتیں۔ اور اسکو بنا کر ہی چھوڑتی ہیں۔

راحت شیریں۔ بھوپال

اقوالِ زرّیں

۱۔ عقلمند آدمی صبر کرتا ہے۔ اور بے وقوف انتقام لینے پر تُل جاتا ہے۔

۲۔ کامیابی کے یقین سے کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

۳۔ حسد ایک ہر نیکی اور اچھی صفت پر پانی پھیر دیتا ہے۔

۴۔ خوشامدی سے پرہیز کرنا ہی دانائی ہے۔

۵۔ جو شخص دوسرے کی راہ میں کانٹے بوتا ہے اسے خود بھی کانٹوں پر چلنا ہوتا ہے۔

مس صدا لیقہ۔ سیہور

www.taemeernews.com

کانٹوں میں الجھ

باسکندر خضر در ظلمات گفت
مرگ مشکل زندگی مشکل تر است

آدمیت اور شے ہے۔ علم کچھ اور شے ؎
لاکھ طوطے کو پڑھایا پر وہ حیواں ہی رہا

انسان کو ہر پہلو سے اپنے قویٰ کی نشوونما کرنی چاہیئے۔ ہر جاہل دُون ہمت بدکار بن سکتا ہے۔ مگر نیکوکار بننے کے لئے عالی ہمتی درکار ہے۔

مکمل انسان وہ ہے جس کا جسم تندرست اور مضبوط ہو۔ جس کا دماغ مفید معلومات سے پُر اور ذہین ہو۔ جس کا دل نیکیوں کا خزانہ ہو۔ اور اس قدر صاف ہو کہ اگر اس کو اندر سے نکال کر باہر رکھ دیا جائے تو اُس پر بدی کا دھبہ نہ ہو۔

دُون ہمت مشکلات سے دب جاتے ہیں لیکن عالی ہمت مشکلات سے اور زیادہ اُبھرتے ہیں ؎

تمنا آبرو کی ہو اگر گلزارِ ہستی میں
تو کانٹوں میں اُلجھ کر زندگی کرنے کی خو کر لے (اقبال)

وہ فتوحات جو آسانی سے حاصل ہوتی ہیں وہ کم قیمت ہوتی ہیں۔ قابل فتوحات وہ ہیں جو سخت کش مکش کا نتیجہ ہوں۔

نیکی مصر کے مخروطی میناروں سے پائندہ تر ہے۔ اس کی یادگار اس وقت تک قائم رہے گی جب مصر میں ان میناروں کا نام و نشان بھی نہ رہے گا۔ (ینگ)

کیرکٹر۔ قوت“۔ نیکی اپنا معاوضہ آپ ہے۔

شریف جب وعدہ کرتا ہے۔ پورا کرتا ہے۔ اپنے فرض کو ہمیشہ یاد رکھو۔ فرض کا احساس آدمیت کی جان ہے۔

دولت گئی تو کچھ نہ گیا۔ صحت گئی تو کچھ گیا۔ مگر کیرکٹر گیا تو گویا سب کچھ گیا۔

شمسہ اختر ہاشمی (زادہ پور ...)

تم کب آؤ گے؟

کالے کالے بادل چھا رہے ہیں۔ رات میں بلا کی تیرگی ہے۔ چاند بھی نہیں نکلا جسے مخاطب کر کے اپنے دل کا دکھ سناؤں۔ تارے بھی نہیں نکلے جنہیں اپنے آنسو ٹپکا کر اپنی بیداری کا گواہ بناؤں۔ آخر میں کیا کروں؟ نہ میں بیمار ہوں۔ نہ مجھے کوئی روگ ہے۔ میرے تو سر میں درد بھی نہیں ہے۔ مگر معلوم نہیں دل خود بخود گھبرایا جاتا ہے۔ آنکھیں بار بار دروازے کی طرف اُٹھی جاتی ہیں جیسے کوئی آ رہا ہے۔ اور میں کسی کا انتظار کر رہی ہوں۔ دل کو کوئی کھینچ رہا ہے۔ آنکھیں نیند کے خمار سے چڑھی ہوئی ہیں۔ سوچتی ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ میرے اضطراب کا سبب صرف تم ہی ہو۔ تم آجاؤ تو میرا اضطراب دُور ہو جائے اور تم مل جاؤ تو میں اس مصیبت سے آزاد ہو جاؤں گی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو کب صبح تم یہاں ضرور پہنچ جاؤ گے؟

عذرا سلطانہ۔ جنجیرہ

یاد جیسی پیاری چیز

مجھے بھول کر اپنی یاد دلانے والے! تیری یاد نے میری حیات کو جلا کر خاکستر بنا دیا ہے —— تو مجھ سے بہت دور ہے —— لیکن میرا دل جب تجھے یاد کرتا ہے تو تو میرے نزدیک تر ہوتا ہے۔ کائنات کی ہر رنگینی عالم کی ہر دل فریبی میری نظر میں ہیچ ہو جاتی ہے اس وقت ...... جبکہ تو مجھے یاد آتا ہے۔ میرا غم نصیب دل خاموشی سے تجھے یاد کرتا ہے۔ اور اس وقت میں اپنے میں طمانیت پاتی ہوں ......

تیری یاد میرے لئے ایک سکون ہے۔ ایک آرام ہے۔ چین ہے۔ میری آنکھیں تجھے نہیں دیکھ پاتیں لیکن سینے میں تیری نہ مٹنے والی تصویر پنہاں ہے۔ اور وہی تصویر مجھے تجھ سے قریب سے قریب تر کر دیتی ہے۔

باغ میں کوئل کوکتی ہے ... اس کی کوک میں مجھے

تیری آواز کا گمان ہوتا ہے اور تو مجھے یاد آنے لگتا ہے۔

جب کسی باغ میں درخت پر پپیہا اپنا پرسوز گیت شروع کر دیتا ہے اور ساون کی ہلکی پھوار پڑتی ہے تمام عالم سرسبز و شاداب ہو جاتا ہے۔ اس وقت بھی...... تو مجھے یاد آتا ہے اور میرا رنجور دل ایسے میں سوگوار ہو کر منظر کی تمام دل فریبی کو یکسر فراموش کر دیتا ہے۔ اس وقت میں مجھے تیری یاد کا سہارا کافی نظر آتا ہے۔

اے میرے بھولنے والے! تیری یاد کی میٹھی میٹھی کسک جو تمام جسم میں شوخیاں سی بکھیر رہی ہے۔ مجھ میں کیف و سرور پیدا کر دیتی ہے۔

میرے فراموش کرنے والے! تیری یاد کی تلخی میں ہی مجھے سکون ملتا ہے۔ اس درد میں جو لذت ہے وہ دنیا کی کسی شے میں نہیں۔ میں خوش ہوں کہ تو نے مجھے اپنی یاد جیسی پیاری چیز عطا کی۔

خورشید صبوحی از ٹونک راجستھان

آخرت کے لئے

(۱) موت کی سختیاں اور اسکی وجہ سے جو کچھ تم پر گزرنے والا ہے وہ اپنے نفس کو یاد دلاؤ۔ اور یہ کہ مرنے کے بعد تم خدا کی عدالت میں پیش کئے جاؤ گے۔ پھر حساب لیا جائے گا۔ اس کے بعد ابدی راحت ہوگی یا دائمی عذاب۔

(۲) نفس کے دھوکے اور سازش سے بچتے ہوئے میدانِ عمل میں آگے بڑھے جاؤ۔ اور مرتے وقت شرمندگی اٹھانے سے پہلے جبکہ تمہیں قدرت حاصل ہے۔ نفس کا مقابلہ کر کے اسے ذلیل اور قائل بنا دو اور نامۂ عمل اللہ جل شانہٗ کے سپرد ہونے سے پہلے جبکہ تم ہو اس کی اصلاح کا موقع میسر ہے اپنی جانچ پڑتال کر لو۔

(۳) رات اور دن میں سے ایک حصہ عبادت الٰہی کیلئے مقرر کر دو۔

شمس اختر ہاشمی قادر پوران

ہائے یہ دل کش منظر

یہ حسین تاروں بھری رات۔ نیلا آسمان کس قدر دل کش نظر آ رہا ہے۔ بھورے بادل کی اوٹ میں جھلملاتے ستارے اور تڑپتی ہوئی بجلی ایک دل فریب منظر پیش کر رہی ہے۔ قمر درخشاں قمر آب و تاب سے چمک رہا ہے۔ ہواؤں کے ٹھنڈے جھونکے دل کو فرحت پہنچا رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ رضوان نے دنیا والوں پر ترس کھا کر جنت کا ایک دریچہ کھول دیا ہے...... اُف! کس قدر دل حسین منظر ہے میرے معبود ——! دنیا کے حسین ترین مناظر اس کے سامنے کچھ وقعت نہیں رکھتے ——

اب میں دنیا کی کسی چیز کو دیکھنے کی تمنا نہ کروں گی —— سب روح افزا منظر اس پرکیف منظر کے سامنے ہیچ ہیں ——

اے میرے خدا ——! روز شام کو جب ستارے نکلیں اس وقت دماغی کلفت کو دور کر دینے والی ہوا چلے... اور ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہو بھورے بادل کا جس کی اوٹ میں بجلی تڑپ رہی ہو۔ بالکل آج ہی کی طرح۔

ثریا رضوی فتحپوری

بیش قیمت اقوالِ زرّیں

۱۔ اس دنیا میں کامیاب زندگی بسر کرنے کے لئے کسی سے لڑنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے بجائے گناہوں سے بچنا اور نیکی کمانا چاہئے۔ اس صورت میں دنیا نمونۂ دوزخ نہیں ہوگی بلکہ سراپا جنت کہلائے گی۔ جن کو شک ہو اس کو اختیار کر کے دیکھ لیں۔

۲۔ جو کام دیکھنے میں مشکل ناپسند اور ناقابل برداشت ہوتے ہیں [illegible] قابل ہو سکتے ہیں کیوں کہ مشکلات کی [illegible] کی سر [illegible]

انسان کو بڑی بڑی کامیابیوں تک پہنچا دیتا ہے ۔

۲۔ اگر تم پڑھے لکھے ہو تو دوسرے اَن پڑھوں کو تعلیم دو۔ دولت مند ہو تو اپنی دولت غریبوں میں تقسیم کرو۔ اگر خدا تعالٰی نے تمہیں بڑائی بزرگی دی ہے تو اپنے بزرگوں کی عزت و تعظیم کو مت بھولو۔

۴۔ اگر خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا راستہ دشوار ہو تو کچھ پروا نہ کرو۔ بلکہ تلوار کی دھار جیسے (مصیبتوں سے پُر) راستہ پر نہایت خوشی سے چلنا سیکھو ۔

۵۔ اپنے دل کے ہر ایک ارادے کو جس طرح بھی ہو پورا کرو۔ زمانے کے حادثات کی زد میں آنے کے باوجود ترقی کرنے سے مت رُکو۔ غم اور مصیبت کی تکلیف سے مت ڈرو۔ بلکہ موم کی مانند ہر سانچہ میں ڈھل جاؤ۔

۶۔ عمل کا نام زندگی ہے۔ نبض کے خون کی طرح متحرک رہنا سیکھو۔ عیش و عشرت کو جن لوگوں نے اپنا نصب العین بنایا وہ زندگی کی دوڑ میں پیچھے رہتے ہیں ۔

۷۔ اپنے آپ کو کم یا ناکارہ سمجھنا سب سے بڑی بزدلی ہے ۔ اگر انسان تھوڑی سی ہمت کرے تو پھر وہ سب کچھ کر سکتا ہے اور بہت کچھ ہو سکتا ہے ۔

محمودہ کوکب درخشاں بنت محمد عبدالقادر جگنیال دکن

چند چُنے ہوئے موتی

۱۔ سب سے قیمتی اور لازوال دولتِ علم ہے ۔

۲۔ سچ ایک بہت بڑی طاقت ہے ۔

۳۔ غرور انسان کا دشمن ہے ۔

۴۔ غریب اور حاجتمند کی مدد کرنا انسانیت کا فرض ہے ۔

۵۔ تندرستی کے لئے پرہیز و قول پر عمل ضروری ہے

۶۔ خوش اخلاقی دشمن کو بھی دوست بنا دیتی ہے ۔

۷۔ زیادہ گفتگو کرنے والا انسان ذلیل ہو جاتا ہے ۔

۸۔ والدین اور بزرگوں کو خوش رکھنا خدا کو خوش رکھنا ہے ۔

۹۔ دوست کی پہچان عمل سے ہوتی ہے نہ کہ الفاظ سے ۔

۱۰۔ بے جا نقل ایسی ہے جیسے کوّے مور کے پر ۔

۱۱۔ ہر بات سوچ سمجھ کر کرنے سے بُرائی اور نقصان کا اندیشہ کم ہو جاتا ہے ۔

۱۲۔ خود اپنی بڑائی کرنے سے بجائے عزت کے ذلت اُٹھانا پڑتی ہے ۔

شہناز عطیہ رعنا ۔ از باندہ

کارآمد اور ضروری باتیں

(۱) سچی توبہ گناہ کو بہت جلد معاف کر دیتی ہے ۔

(۲) دل ایک حسین صندوقچہ ہے جس میں ہزاروں باتیں پوشیدہ رکھی جا سکتی ہیں ۔

(۳) دُنیا میں آبرو کے ساتھ رہنا بادشاہی کے برابر ہے ۔

(۴) جھوٹے بہتان رکھنے والا شخص دوزخ میں جائیگا ۔

(۵) دُنیا سراب خانہ ہے اس میں دل لگانا حماقت ہے ۔

(۶) ابدی مسرت و راحت حقیقی معبود کی قربت سے ہو سکتا ہے ۔

(۷) صداقت پر مٹنے والا شخص موت سے کبھی نہیں ڈر سکتا ۔

(۸) دولت بے وفا معشوق ہے وہ نہ کسی کا ساتھ دے سکتی ہے اور نہ کسی کے ساتھ جا سکتی ہے ۔

(۹) سچے اور ہمدرد دوست کی دل سے قدر کرو ۔

(۱۰) کسی کا احسان سر پر لے کر مرنا سخت شرمندگی ہے ۔

(۱۱) مصیبت خداوندِ کریم کا سخت ترین امتحان ہوتی ہے اس میں جو صبر سے کام لے گا ۔ وہی کامیاب و کامران رہے گا ۔

(۱۲) آنسو دل کا بوجھ کم کرتے ہیں ۔

منوّر عالمتاب ۔ جنجیرہ

رسالہ بیسویں صدی کی دیدہ زیب کتابیں

بیسویں صدی کی کشیدہ کاری	۴/۰/۰
ایک حمام میں تین ننگے	۲/۰/۰
شاہی محلات کی پریم کہانیاں	۲/۰/۰
جو عورت ننگی ہے	۲/۰/۰
میرے سپنے	۳/۰/۰
سنگھار کمرے میں	۲/۰/۰
فلمی پریاں	۳/۰/۰
حسن پرست	۲/۰/۰

دل کے پیام	۲/۰/۰
بڑے آدمیوں کا عشق	۲/۰/۰
دُکھتی رگیں	۲/۰/۰
آنسو	۲/۱۲/۰
پریم شاستر اُردو ۳/۰/۰ - ہندی	۳/۰/۰
کام شاستر اُردو ۳/۰/۰ - ہندی	۳/۰/۰
گرہست شاستر اُردو ۳/۰/۰ - ہندی	۳/۰/۰
ہمارا جواہر ۸/ ہمارا گاندھی ۸/ ہمارا آزاد	/۸/۰

ادیب	۳/۰/۰
دُنیائے آرزو	۲/۰/۰
حجاب	۲/۰/۰
دُھند	۲/۰/۰
نور و نار	۲/۰/۰
دھبے	۲/۸/۰
رنگبین	۳/۰/۰
پردیس	۲/۴/۰
بیٹے	۳/۰/۰
ایکٹریس کی آپ بیتی	۱/۸/۰
فلمی پریوں کی داستان	۱/۴/۰
ساقی	۱/۴/۰
مشاہیر عالم کی داستانِ مصیبت	۱/۸/۰

غریبوں کا بہشت	۱/۴/۰
آغاز و انجام	۱/۸/۰
شہید زلفیں	۲/۰/۰
راگنی	۱/۰/۰
ٹالسٹائی کی کہانیاں	۱/۱۲/۰
ستارۂ صبح	۲/۰/۰
آج کل	۱/۸/۰
لنڈا اسمبلی	۱/۸/۰
شمع عمل	۲/۰/۰
کرشمۂ جہالت	۰/۱۲/۰
جھٹکے	۲/۴/۰
نفرت	۲/۰/۰
کوچوان	۲/۰/۰
سیب کا درخت	۱/۸/۰

گونج	۱/۸/۰
کسان اور مزدور	۰/۹/۰
جھانسی کی رانی	۳/۰/۰
بیراگی بیوہ	۱/۲/۰
کیا ہندو قوم زندہ رہیگی؟	۱/۸/۰
اگست گڑبڑ	۵/۰/۰
میری ڈائری	۱/۸/۰
انقلابی انگارے	۱/۸/۰
جے ہند	۱/۴/۰
آج کی دنیا	۳/۰/۰
انقلاب زندہ باد	۱/۸/۰
انسان اور سائنس	۱/۰/۰
میری زندگی	۲/۰/۰
خیالات گاندھی	[illegible]

مجھے تم سے محبت ہے	۲/۸/۰
نہ بھولنے والی بات	۲/۰/۰
تصویریں	۲/۰/۰
زنجیریں	۲/۰/۰
جھنکاریں	۱/۰/۰
پتنگے	۲/۰/
سیل نور	۲/۰/۰
اندھا سنسار	۲/۰/۰
چوٹ	۳/۰/۰
منگنی جوانی	۲/۰/۰
گناہ	۲/۰/۰
فریب مسلسل	۲/۰/۰
کڑوے گھونٹ	۲/۰/۰
فلمستان کی پریاں	۲/۸/۰
ہارمونیم گائیڈ عرف ہارمونیم ٹیچر	۱/۸/۰
سہاگ رات	۱/۰/۰
رنگیلی دلہن کی پہلی رات	۰/۱۲/۰
پیغام شادی	۱/۸/۰
عشرت شباب	۱/۸/۰
ٹیلرنگ ٹیچر عرف [illegible]	۲/۰/۰
[illegible]	۱/۰/۰

ملنے کا پتہ :- دفتر "خاتون مشرق" اُردو بازار - دہلی نمبر ۶

کتاب	قیمت
عملیات تسخیر قلب	۱/۸/۰
بنگال کا جادو	۰/۸/۰
نقش سلیمانی	۰/۸/۰
صنعت وحرفت کے قیمتی راز	۳/۰/۰
عملی صابن سازی	۲/۸/۰
الیکٹرک انجینیرنگ گائڈ	۳/۰/۰
بجلی مشین ماسٹر	۱/۴/۰
اُردو ہندی ٹیچر	۱/۰/۰
اُردو انگلش ٹیچر	۱/۴/۰
آسان انگلش ٹیچر	۰/۸/۰
دولت پیدا کرنے کا راز	۲/۰/۰
معاونِ الخراد	۱/۸/۰
معاون ورکشاپ	۱/۸/۰
الیکٹرک گائڈ	۴/۰/۰
بہرام سلطانہ	۱/۰/۰
کالی چڑیل	۱/۰/۰
کالی بلا	۱/۰/۰
کالا شکاری	۱/۰/۰
بہرام کا شکار	۱/۰/۰
بہرام کا جوتا	۱/۰/۰
فریب جمال	۱/۰/۰
معشوقہ مبارک	۱/۰/۰
حکم کی ملکہ	۱/۰/۰
نقاب پوش بہرام	۱/۰/۰
چوروں کا اڈا	۱/۰/۰
ڈاکو مبارک	۱/۰/۰
ہم وحشی ہیں - کرشن چندر	عا۸/

افسانے ناول اور ڈرامے

کتاب	قیمت
آجکل کے افسانے	عا۱۲/
دسوتے	عا۱۲/
پاؤں میں پھول	عا۸/
جنگ اور راشن بندی	عہ۸/
جنگ اور راغذیہ	۱۵/
عورت کا گناہ	عا/
قیامت ہم کاب آئے	عا/
آنکھ مچولی	عا۸/
درپن	عا/
ہم سفر	عہ۸/
شہناز	للعہ/
زادِ راہ منشی پریم چند	سے۳/
خاک پروانہ 〃	عا۱۵/
نرملا 〃	عا۱۵/
میرے بہترین افسانے	عا۸/
رام چرچا 〃	عا۸/
آخری تحفہ 〃	عا۸/
غبن 〃	صہ/
بیوہ 〃	عا۸/
شیطان کی ڈائری شوکت تھانوی	عہ۸/
کارٹون 〃	ہے۸/
معمہ خاتون 〃	عہ۸/
گرگٹ 〃	عہ۸/
ڈھونگ 〃	عا۸/
مونڈی کاٹے 〃	عہ۸/
انشاءاللہ 〃	ہے/
ایک گیا ایک خندق - کرشن چندر	ہے۸/

کتاب	قیمت
نئے ناولٹ حصہ دوم - کرشن چندر	عہ۴/
ٹوٹے ہوئے تارے 〃	عہ۱۲/
شکست 〃	سے/
نظارے 〃	عا/
دروازہ 〃	عا/
زندگی کے موڑ پر 〃	عا/
نغمے کی موت 〃	عا۴/
اجنتا سے آگے 〃	عا۱۲/
ہوائی قلعے 〃	عہ۸/
ٹوٹے ہوئے دل 〃	عا۴/
واردات منشی پریم چند	عا۴/
روٹھی رانی 〃	عہ۴/
خوابِ خیال 〃	عا۸/
پردۂ حجاز 〃	صہ/
کربلا 〃	عا۸/
وغیرہ وغیرہ 〃	سے/
اپنا اپنا دیس - خلیل جبران	عا۴/
بنفشہ کا پھول 〃	عہ۱۲/
آوارہ 〃	عہ۴/
پیش رو 〃	عا۴/
دلہن کی سیج 〃	عا۴/
ارضی دیوتا 〃	عا/
اُس نے کہا 〃	عہ۸/
شیطان 〃	عہ۸/
ٹوٹے ہوئے پَر 〃	عہ۸/
دسترس - رشید اختر	للعہ/
کانٹوں کی سیج 〃	ہے/
نشانِ راہ 〃	ہے۸/

کتاب	قیمت
تلخیاں - رشید اختر	ہے۸/
سوز دروں 〃	عا/
تشنگی 〃	ہے۸/
سودائی 〃	عا/
سازِ شکستہ 〃	عہ۸/
نشیمن 〃	ہے۸/
منٹو کے افسانے - سعادت حسن منٹو	للعہ
چغد 〃	سے/
منٹو کے مضامین 〃	ہے۴/
گورکی کے افسانے 〃	عا۴/
کروٹ 〃	عا۴/
رس کی کھیر - سید ابو تمیم لاہوری	۲/۱
واردات 〃	عا/
میلہ گھومنی - علی عباس	سے/
باسی پھول 〃	عا۸/
تار دیور - بلونت سنگھ	سے/
ہندوستان ہمارا 〃	ہے/
ستھرا دیس 〃	سے/
انڈی 〃	للعہ/
جیب - ممتاز مفتی	ہے/
زعفران کے پھول 〃	عا۱۲/
پل پر سید محمد اختر	عا۸/
بھنور 〃	عہ۴/
ننگا پاؤں 〃	عہ۴/
کش مکش - شفیق بانو	عا۱۲/
آزمائش - سدرشن	عا/
بے گناہ مجرم 〃	عا۸/

ملنے کا پتہ:- دفتر "خاتونِ مشرق" اُردو بازار دہلی نمبر ۶

رعنا نے یہ کیا کہا کہ افسانہ لکھنا بھی کوئی بڑی بات ہے

آصف رخسانہ صدیقی۔ بھرتنا

اُونہہ! افسانہ لکھنا بھی کوئی بڑی بات ہے۔..... دو چار باتیں دل سے بنا لیجئے..... ہوگیا افسانہ تیار..... رعنا بڑبڑاتی ہوئی رسالہ ہاتھ میں لئے کمرے میں داخل ہوئی...... اور صوفہ پر بیٹھ کر سوچنے لگی...... یہ ہزاروں قسم کے ادیب ادیبہ دنیا میں کیڑے مکوڑوں کی طرح پھیلے پڑے ہیں..... گویا برساتی مینڈک ہیں...... جن کا کوئی شمار ہی نہیں کیا جا سکتا۔ جب چاہا، جس وقت دل چاہا افسانہ لکھ دیا..... ان میں بعض کا تو معیار ہی نہیں..... ان سے لاکھ درجے اچھے افسانے تو میں لکھ ڈالوں...... ہزاروں، بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ سینکڑوں افسانے نہایت پھُر قسم کے ہوتے ہیں...... ان سڑک چھاپ افسانوں سے نہ تو کوئی سبق ہی حاصل ہوتا ہے اور نہ کوئی نصیحت ہی ملتی ہے.....!

کہتے ہیں افسانے لکھنے والوں کو قدرتی عطیہ ملتا ہے۔ یہ خیالِ خام ہے..... پھر رسالہ کھول کر پڑھنے لگتی ہے...... افسانے میں ہیرو ہیروئن کی خوبیاں بیان کرنا گویا افسانہ نگار کا کام ہے..... خود ہی رسالہ بند کر کے میز پہ پٹک دیتی ہے.... اونہہ! جیسے موت اور زندگی اُن کے جنبشِ قلم کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ معلوم ہوتا ہے..... جب چاہا جس وقت دل چاہا دونوں کو یا ایک کو موت کے گھاٹ اتار دیا..... جیسے قدرت کا یہ کام افسانہ نگاروں ہی کو تو سونپ دیا گیا ہے..... کس قدر مبالغہ سے کام لیتے ہیں یہ؟۔

ہاں تو مجھے افسانہ لکھنا ہے اور دکھا دینا ہے کہ میں کیا کچھ نہیں کر سکتی..... اچھا تو پہلے مجھے یہ سوچ لینا چاہئے کہ کس موضوع پر افسانہ لکھنا ہے..... مجھے ہیرو ہیروئن کے بلا وجہ کے چونچلوں سے ازل سے بیر ہے..... خواہ مخواہ بات کا بتنگڑ بنانا اُن کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے...... میرا افسانہ اصلیت پر مبنی ہوگا..... میں روزمرّہ کی زندگی کا سچا خاکہ اپنے افسانہ میں کھینچنا زیادہ پسند کروں گی..... عنوان سوچ لینے کے بعد افسانہ خود بخود تیار ہوتا چلا جائیگا..... یہ دنیا افسانے ہی افسانے سے بھری پڑی ہے...... یہ کسان کے جھونپڑے...... یہ عالی شان محل..... اندھا فقیر..... بھوک سے بے تاب یتیم..... یہ کلب یہ رقص گاہیں..... یہ قہقہے یہ ہوٹل..... یہ زندگی یہ موت..... یہ قبرستان بذاتِ خود ایک افسانہ ہیں...... یہاں تک کہ قدرت کی ہر چیز میں ایک افسانہ سسکیاں لیتا ہوا دکھائی دیتا ہے..... یہ خزاں..... یہ بہار..... تاج محل کی اونچی عمارت..... چاند..... ستارے..... کہکشاں..... گلشن..... بیابان..... دشت..... جنگل..... آبادی..... ویرانہ..... شہر..... دیہات..... ہر ایک میں ایک افسانہ پنہاں ہے..... [illegible]

[illegible]

ایک بناوٹ ہو کر رہ گئی ہے۔۔۔۔۔!

اس کا سلسلۂ خیالات یہاں آکر ٹوٹ گیا۔۔۔۔۔ہاں مجھے افسانہ کے لئے عنوان ڈھونڈنا ہے۔۔۔۔ افسانہ اپنی زندگی کا آئینہ دار ہونا چاہیئے۔۔۔۔۔ جگ بیتی بیان کرنا اتنا اچھا نہیں جتنا آپ بیتی۔ ۔۔۔۔لیکن اپنے حالاتِ زندگی کو منظرِ عام پر لانا ٹھیک نہیں۔ ۔۔۔۔ دنیا میں افسانہ لکھنے کے لئے موضوع ملنا دشوار نہیں ۔۔۔۔۔ یہ بی ہمسائی ۔۔۔۔۔ یہ بی ملانی۔۔۔۔۔ کاشانہ کا انتظامِ خانہ داری۔۔۔۔۔ ہماری چچی۔۔۔۔۔۔ یہ بی ہمسائی جن کی ہر ایک ادا نرالی ہے۔۔۔۔۔ یہ بی ملانی جو ہمارے مکان کے سامنے رہتی ہیں ان کا کام ہے کہ بیچاری لڑکیوں کی ہر وقت بیت سے مرمت کرتی رہتی ہیں۔۔۔۔۔۔ لڑکیوں کا گلے پھاڑ پھاڑ کر پڑھنا۔۔۔۔۔۔ پڑھائی کا تو نام ہی ہے۔ مشکل سے مشکل اور آسان سے آسان کام کرنا۔۔۔۔۔۔!

اور چچی جن کی ہر ہر بات افسانے سے کم نہیں۔۔۔۔۔ معنی خیز ہنسی۔۔۔۔۔ جو بذاتِ خود ایک لطیفہ ہیں۔۔۔۔۔ سوتیلی ماں کے مظالم کل ہی بھابی جان نے کیسا دل ہلا دینے والا قصہ بیان کیا جو ان کا چشم دید ہے۔۔۔۔۔ لیکن مجھے اس جنجال میں نہ پھنسنا چاہیئے۔۔۔۔ کاشانہ کا ہر کام ناتجربہ کاری پر مبنی ہے۔۔۔۔۔ دو پاؤ بھر گوشت میں پاؤ بھری مرچ ڈال دیتی ہیں۔۔۔۔۔ نہ اندازہ ہی ہے۔۔۔۔۔ اور اس پر طرہ یہ کہ انتظامِ خانہ داری بالکل آسان تصور کرتی ہیں۔۔۔۔۔!

یکایک رعنا چونک پڑی ۔۔۔۔۔ اس نے دیکھا میز پر کالی چیونٹیوں کا ڈھیر تھا۔۔۔۔۔ اوہ۔ یہاں میں نے کل مٹھائی رکھدی تھی۔۔۔۔۔ اُف کس قدر چیونٹیاں جمع ہوگئیں۔۔۔۔۔ اس پر ہی کیوں نہ افسانہ لکھدوں۔۔۔۔۔ خدا کی سب سے زیادہ محنتی مخلوق ۔۔۔۔۔ سب سے چھوٹی مگر کس قدر جفا کش۔۔۔۔۔ یہ چیونٹی دیکھنے میں بیجان لیکن حضرت سلیمانؑ کے لشکر کو دیکھکر کیا کہتی ہے۔ چیونٹیوں اپنے اپنے بلوں میں گھس جاؤ کہیں حضرت سلیمان کا لشکر کچل نہ ڈالے ارے توبہ، میں بھی کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔۔۔۔۔ افسانہ لکھنے کے لئے بھوت عمدہ موضوع ہے۔۔۔۔۔ بھوت عمدہ پلاٹ رہے گا۔۔۔۔۔ خوشی سے بس میں بھوت پر ہی سب سے پہلے افسانہ لکھوں گی۔۔۔۔۔ میں اکثر ان بھوت نما انسانوں سے خائف بھی رہتی ہوں۔۔۔۔۔ کل رات ہی کا تو قصہ ہے کہ اتنا سوچ کر وہ لرز گئی۔۔۔۔۔ پھر ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوگیا۔۔۔۔۔ وہ سوچنے لگی۔۔۔۔ ہاں کل رات ہی تو جبکہ رات اندھیری اور ڈراؤنی تھی۔ موسلا دھار بارش پڑ رہی تھی۔۔۔۔۔ بادلوں کی گرج۔۔۔۔۔ بجلی کی چمک سے اوسان خطا ہو رہے تھے۔۔۔۔۔ یکایک میری آنکھ کھل گئی۔۔۔۔۔ میں نے ڈر کر لحاف میں منھ چھپانے کی ناکام کوشش کی۔۔۔۔۔ لیکن بارش کے زور سے نیند بھی کوسوں دور تھی۔۔۔۔۔ اور پھر بھوت کا خیال۔۔۔۔۔ میں کانپ رہی تھی۔۔۔۔۔ اُف میرے خدا۔۔۔۔۔! بجلی کا بٹن دبانے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔۔۔۔۔ کمرے کے تمام افراد خوابِ شیریں کے مزے لے رہے تھے۔۔۔۔۔ اب تو میری جان ہی نکل گئی۔۔۔۔۔ مگر میں نے جونہی ہمت کرکے لحاف سے منھ باہر نکالا۔۔۔۔۔ اتنے میں بجلی کی روشنی میں دیکھتی ہوں کہ ایک سفید پوش آہستہ آہستہ میری طرف کو بڑھ رہا ہے۔۔۔۔۔ اُف خدایا۔ یہ تو بھوت ہے۔۔۔۔۔ جو میرا خاتمہ کردے گا۔۔۔۔۔ معاً یہ خیال کچھ ایسا جاگزیں ہوا کہ۔۔۔۔۔ آہ! پھر اندھیرے میں غور سے دیکھا شاید وہم ہو۔۔۔۔۔ لیکن اس کے لمبے لمبے سفید دانت۔۔۔۔۔ سیاہ بال پشت پر صاف دکھائی دیئے۔۔۔۔۔ میرے منھ سے بے اختیار ایک چیخ نکل گئی۔۔۔۔۔ بدن میں کاٹو تو لہو کا نام نہیں۔۔۔۔۔ چیخ کی آواز سنکر اُس بھوت نے بجلی کا بٹن دبا دیا۔ اور پوچھا کیا بات ہے کیوں ڈر گئیں؟!

اب بجلی کی روشنی میں دیکھتی ہوں تو وہ بھوت دراصل میری پیاری ممی تھیں۔ جو نمازِ تہجد ادا کرکے میرے پلنگ کے پاس سے گذر کر اپنے کمرے میں جانا چاہتی تھیں۔۔۔۔۔ ان کی سفید ساری اور سفید دانتوں سے مجھے بھوت کا شبہ ہوگیا۔۔۔۔۔ بال بھی ان کے کھلے ہوئے تھے۔۔۔۔۔ سب لوگ ہنس رہے تھے۔۔۔۔۔ اور میں اپنی حماقت پر شرمندہ۔۔۔۔۔!

یہاں پہنچ کر رعنا خود ہی خود مسکرانے لگتی ہے۔۔۔۔ پھر پیشانی پر ہاتھ رکھ کر خیالات کے سمندر میں غوطہ زن ہوجاتی ہے۔

پنسل اور کاپی اٹھالائی۔ بس مجھے اب بہت پیاری افسانہ لکھنا چاہیئے۔ ......اس نے جلدی جلدی کاپی پر لکھنا شروع کیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ رعنا اسی وقت دنیا کے تمام لٹریچر کو اکٹھا کر دے گی۔ مشہور افسانہ نگار...... وہ لکھنے میں اس قدر محو تھی کہ وقت کا بھی اندازہ نہ ہوا......

اتنے میں ڈاکیہ کی کرخت آواز نے چونکا دیا

"تار لے جاؤ"

تار پڑھنے سے معلوم ہوا کہ چچا جان نے رعنا کو بغرض تفریح بمبئی بلایا ہے...... کیونکہ وقت کم تھا۔ لہٰذا رعنا اسی دن شام کو سامانِ سفر درست کر کے روانہ ہو گئی۔ اور بمبئی کی دلچسپیوں میں گم ہو گئی......!

آج چھ ماہ کا عرصہ گذر گیا۔ ہمیں معلوم نہیں کہ رعنا نے پھر اس عرصہ میں افسانے لکھنے کے بارے میں کچھ سوچا یا نہیں۔ کیونکہ اُن کا کوئی افسانہ نظر سے نہیں گذرا۔ اُونہہ افسانہ لکھنا بھی کوئی بڑی بات ہے......!

سحر ہونے تک

صبح ہوتی جاتی ہے۔ مگر عاشق نامراد اور بیمارِ غم کی سحر نہیں ہوتی اُس نے جب چاند کو دیکھا تو آنکھوں سے آنسو کیوں ٹپک پڑے۔ دل کی بیتابیوں کو آنکھوں سے دیکھنے کے لئے نوجوان ادیب رضا زیدی کی تازہ تصنیف "سحر ہونے تک" پڑھیئے۔ مجلد۔ قیمت تین روپے۔

ملنے کا پتہ:- دفتر خاتونِ مشرق دہلی

رام راج ہے پیارے؟

(بھاگیرت لال عاجزؔ شملوی)

کام کوئی نہ کاج ہے پیارے
ہر طرف رام راج ہے پیارے
تنگ اکثر ہیں بچے بچوں سے
چڑچڑا کچھ مزاج ہے پیارے
بھوکے رہنا ہے دیش کی خدمت
کم وطن میں اناج ہے پیارے
کر چکا ہند بینک کاروبار
مول اب ہے، نہ بیاج ہے پیارے
گاندھی ٹوپی جسے ہیں سب کہتے
اچھا خاصا یہ تاج ہے پیارے
گھر کی کیا فکر غیر ملکوں میں
بڑھ گئی اپنی لاج ہے پیارے
گھر میں عاجزؔ کے دیکھ لے آ کر
چھٹ گئی سب ہی نہ پہچان سکے پیارے

www.taemeernews.com

شبنم کے آنسو

مس شاہجہاں نسیم۔ الہ آباد

اور جب بہت رات گئے شبنم نیر بہانے لگی تو ہر پھول اس کے رونے پر کھل اٹھا۔ اور ہنس کر باغ کی ہر سمت دیکھنے لگا۔ پھر تو ڈالیاں بھی جھوم اٹھیں۔ اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگیں۔ تو شاہد کی آنکھیں نہ جانے کیوں یک بیک کھل گئیں۔ اور وہ چاند کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگا: کتنا خوبصورت ہے یہ چاند۔ وہ زیرِ لب بولا۔ کہ یکایک اس کے گلے میں سرسری ہونے لگی۔ پھر چند منٹ بعد کھانسی آنے لگی۔ وہی خون سے بھرے ہوئے بلغم گرنے لگے۔ اور اس کی طبیعت الجھنے لگی۔ لیکن کچھ دیر کے بعد کھانسی بند ہوگئی۔ وہ بستر پر بے حس پڑا رہا۔ چند سیکنڈ کے بعد وہ اٹھا۔ اور کھڑکی کے پاس آکر کھڑا ہوگیا۔ اس نے کھڑکی کے پاس رکھے ہوئے گملوں پر نظر ڈالی۔ اس نے دیکھا کہ پتیوں پر شبنم کی بوندیں خوبصورت آبدار موتی کی طرح جھلک رہی تھیں۔

وہ سوچنے لگا کتنے حسین ہوتے ہیں شبنم کے آنسو۔ پھر یکایک اسی وقت اس کی آنکھوں کے زینت کے آنسو چمکنے لگے تو وہ بے تاب ہوکر بول اٹھا: اس کے آنسو تو اتنے حسین تھے۔ کہ شبنم کے آنسوؤں میں بھی اتنی خوبصورتی نہیں: پھر اس کی آنکھوں کے سامنے زینت کا چہرہ گھوم گیا: بھی سوں آنکھیں۔ گلابی سفید عارض، پتلے ہونٹ، چوڑی پیشانی، پر جھوم ہرتا ہوا۔ بس خوبصورتی کا ایک مجسمہ۔ زینت کے یاد آتے ہی اس کی آنکھوں کے سامنے پرانا عہد ماضی ابھرنے لگا۔ وہ ہمیشہ خاموش رہتی تھی۔ ایک بت کی طرح خاموش ......

شاہد نے کبھی زینت کو بات کرتے نہ دیکھا تھا۔ اس کی دلی خواہش یہی تھی کہ زینت سے کبھی بات کرے۔ مگر اس کی آرزو بہت دیر میں پوری ہوئی تھی۔ شاہد سے اکثر کالج کی حسین لڑکیوں نے کہا۔ محبت کے انداز میں کہا تھا۔

۔ شاہد تم جانتے ہو میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں۔

اور شاہد نے ہمیشہ خاموش ہوکر ان کی بکواس سنی تھی۔ مگر کسی کے دل میں محبت اس قدر اجاگر نہ ہوسکی کہ وہ شاہد کے دل میں اپنے لئے شمع محبت جلا سکے۔

لیکن شاہد کیوں اس پتھر کی مورتی زینت پر آنکھیں بچھانے کے لئے تیار تھا۔ یہ تو وہ خود بھی نہ جانتا تھا۔ اس کے دل میں ہمیشہ یہ خواہش کروٹ لیتی کہ وہ ایکبار، صرف ایکبار زینت سے کہدے کہ۔ "زینت خدا کے لئے مجھے اپنی ان جھکی ہوئی پلکوں کے سائے میں جگہ دیدو" اور اکثر اسے تنہائی میں زینت ملی تھی۔ مگر محبت کا دیوتا دیوی کے قدموں پر عقیدت کے پھول چڑھانے کے لئے آگے بڑھنے ہی نہ پاتا کہ دل میں خیال آتا کہ اگر اس نے ٹھکرا دیا تو...... اور اسی خیال سے اس کی یہ آرزو دل ہی دل میں رہ جاتی۔

کالج میں ڈرامہ کی تیاری ہونے لگی۔ پھر ہیرو اور ہیروئن بھی چنے جانے لگے۔ طالب علموں اور سب کی پسند یہی تھی کہ شاہد اور زینت ہی اس کام کو انجام دیں۔ ریہرسل شروع ہوگئی۔ دونوں اسٹیج پر آئے۔ پھر جس وقت شاہد نے محبت بھرے ہوئے انداز میں کہا تھا۔

"مجھے تم سے محبت ہے۔ میں تم کو حاصل کرکے رہوں گا"

www.taemeernews.com

تو زینت کے چہرے پر سُرخی کی ایک لکیر کھنچ جاتی۔ اس کا دل دھڑکنے لگتا۔ پھر جب زینت اسی انداز میں شاہد سے کہتی۔

"تم میرے دیوتا ہو۔ تم میرے جیون ساتھی ہو"

تو اس کے لب تھرا اٹھتے تھے۔ اس وقت شاہد سب کچھ بھول کر دل میں یہ سوچنے لگتا۔ کاش! تم سچ کہتیں زینت۔ پھر جب ریہرسل ختم ہو جاتی تو شاہد کو محسوس یوں ہوتا۔ گویا وہ کسی حسین خواب کی تعبیر دیکھ رہا تھا۔

ایک دن دونوں جلدی آ گئے۔ ہال بالکل خالی پڑا تھا۔ زینت واپس جانے کے لئے مڑی ہی تھی کہ شاہد نے اس کو آہستہ سے پکارا۔

"زینت صاحبہ ذرا سنئے"

زینت کچھ دیر کے لئے رکی پھر آگے بڑھ کر بولی۔

"فرمایئے؟"

"واپس کیوں جا رہی ہیں۔ کیا آج ریہرسل نہ کیجئے گا؟"

"جی نہیں پارٹ تو ضرور کرونگی مگر آج ذرا جلدی آ گئی تھی۔ اس لئے" اس نے پلکوں کو نیچے کئے ہوئے جواب دیا۔

"تو کیا ہوا۔ آیئے ذرا دیر بیٹھ کر باتیں کریں وقت ہو ہی جائیگا"

وہ کرسی پر بیٹھ کر دوپٹہ سے کھیلنے لگی۔ اور نہ جانے کیوں اس کا دل دھڑکنے لگا۔ کچھ دیر تک دونوں خاموش بیٹھے رہے۔ پھر شاہد نے اس کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

"جب آپ ڈرامے میں بولتی ہیں تو اس انداز سے گویا آپ کو اچھا خاصہ تجربہ ہے بولنے کا" یہ سُنکر زینت کو شرم سے پسینہ آ گیا۔ اس کے ماتھے پر دو چار قطرے پسینے کے اُبھر آئے۔ مگر وہ خاموش رہی۔ شاہد یہ سب کچھ دیکھکر مسکرا دیا اور پھر بولا "کیوں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا ہیں؟"

پھر وہ جواب میں آہستہ سے بولی "اور آپ جب بولتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے جیسے حقیقت ہی تو ہے"

یہ سُنکر شاہد مسکرا دیا تھا۔ اور اس کے چہرے پر محبت بھری نظریں جما دیں۔ پھر وہ اور کچھ بولنے ہی والا تھا کہ لوگ ہال میں اکٹھے ہونے لگے تھے۔

اُس دن کالج میں ڈرامہ ہونے والا تھا۔ کتنی خوشیاں منا ئی جا رہی تھیں۔ ہر طرف سجاوٹ ہی سجاوٹ نظر آ رہی تھی۔ کالج کا ذرہ ذرہ مسکرا دیا تھا۔ لڑکوں نے ہر طرح سے اپنے سوٹ ٹائی سنبھالی تھی۔ اور لڑکیوں نے ساری باندھنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی تھی۔ معلوم ایسا ہوتا تھا جیسے آج حسن کا دیوتا حسینوں کو انعام تقسیم کرے گا۔ ڈرامہ شروع ہوا۔ ہر شخص دیکھنے میں کھو گیا۔ زینت کتنی حسین لگ رہی تھی، آج!۔ اس کے ماتھے پر جھومر لہرا رہا تھا۔ اس کے پتلے سے لب پر ہلکی سی لپ اسٹک لگا دی گئی تھی۔ جس سے اس کی خوبصورتی میں چار چاند لگ گئے تھے۔ اور شاہد اس کے خمدار بالوں کو بھی عجیب انداز سے سنوار دیا گیا تھا۔ اُس کے چہرہ اور لباس کو دیکھکر معلوم یہ ہوتا تھا۔ جیسے وہ ایک حسین سا شاعر ہو۔

ڈرامہ ختم ہو چکا تھا۔ ہال تالیوں سے گونج اٹھا۔ پھر ایک ایک کرکے لوگ جانے لگے۔ شاہد کے دوستوں نے حیرت کے انداز میں کہا تھا: "یار آج تو تم نے کمال کر دیا"

اس کے جواب میں وہ مسکرا کر رہ گیا تھا۔ اس رات شاہد رات بھر جاگتا رہا۔ وہ سو نہ سکا تھا۔ اس کی آنکھوں کے سامنے زینت کا پیارا مکھڑا گھوم رہا تھا۔ اور اس کے یہ الفاظ کانوں میں گونج رہے تھے۔

"تم میرے دیوتا ہو۔ تم میرے جیون ساتھی ہو" دوسرے دن اتوار تھا۔ شاہد اطمینان سے بیٹھا اپنے ایک افسانہ کا اختتام کر رہا تھا۔ زینت اس کے پاس آئی۔ بولی۔

"ذرا اپنی نوٹ بک دیدیجئے"

"ادھر آج کدھر بھول پڑیں" اس نے اپنی خمار آلودہ آنکھیں اوپر اٹھا کر پوچھا۔

وہ خاموش رہی۔

"بیٹھئے جلدی کا ہے کی ہے آج تو اتوار ہے۔"

وہ بیٹھ گئی اور دیر تک دونوں خاموش رہے۔ شاہد نے مصمم ارادہ کر لیا تھا۔ کہ آج وہ اسی وقت..... اسی وقت زینت سے سب کچھ کہہ دے گا۔

اس کے دل میں اس وقت ہزاروں حسرتیں پیچ و تاب کھا رہی تھیں۔ وہ کچھ بولنے ہی والا تھا۔ کہ زینت بول اٹھی۔

"رات آپ سوئے نہیں کیا؟"

"کیوں؟" وہ عجیب انداز سے بولا۔

"آنکھیں آپ کی بہت سرخ ہو رہی ہیں"

یہ سنکر وہ بے اختیار مسکرا دیا تھا۔ پھر بولا۔

"رات عبادت کر رہا تھا"

"عبادت کس کی؟"

یہ سنکر وہ بغیر سوچے سمجھے بول اٹھا۔

"آپ کی"

"میری عبادت" وہ گھبرائے ہوئے انداز میں بولی تھی۔

"ہاں تمہاری عبادت، رات بھر تمہارا پیارا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے گھومتا رہا۔ اور اس وقت جب کہ ڈرامہ ختم ہو چکا تھا۔ دل چاہا کہ ایکبار، صرف ایکبار تم سے تمہاری خوبصورتی کی تعریف کر دیتا۔ لیکن میں، میں دیکھتا رہا۔ اور تم چلی گئیں۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں زینت۔ تم میری زندگی ہو۔ تم میرے لئے بہار ہو، بولو تم مجھے اپنی ان جھکی ہوئی پلکوں کے سائے میں جگہ نہ دوگی" سب کچھ شاہد نے اس انداز سے کہا تھا کہ زینت کا دل تڑپ اٹھا۔ اس کے دل کے تار جھنجھنا اٹھے تھے۔ مگر وہ خاموش رہی۔ شاہد نے پھر اسی انداز میں کہا تھا۔

"بولو زینت کیا تم کو منظور نہیں"

اور تب زینت کے دل میں محبت نے کروٹ لی۔ وہ شاہد کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے بولی تھی۔

"ایسا نہ کہو شاہد مجھے تمہاری ہر بات منظور ہے۔ میں نے تم سے سچ کہا تھا کہ تم میرے دیوتا ہو۔ تم میرے جیون ساتھی ہو"

اور پھر شاہد کی آنکھوں کے سامنے ان کی آخری ملاقات ناچ اٹھی۔

گرمیوں کی چھٹی میں جب وہ دونوں الگ ہو رہے تھے۔ تو اسٹیشن پر جب شاہد زینت کو چھوڑنے گیا تھا۔ تو زینت نے بھرے ہوئے گلے سے کہا تھا۔

"شاہد مجھے بھولو گے تو نہیں"

"ایسا مت کہو زینت تم میری زندگی ہو"

اور جس وقت ریل نے سیٹی دی تھی تو زینت کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اور شاہد نے تڑپ کر اس کے آنسو اپنے رومال میں خشک کر لئے تھے۔

پھر گرمیوں کی چھٹیوں میں زینت کے خطوط آتے رہے اور شاہد ان کے جواب دیتا رہا۔ مگر چند ہفتوں بعد خطوط کا سلسلہ بند ہو گیا۔ شاہد بہت پریشان ہوا۔ اور اس نے کئی خط زینت کو لکھے۔ تو اس کے آخری خط کا جواب یہ آیا تھا۔

میرے شاہد!

میں تم کو آج انہیں ہاتھوں سے جن سے تم کو محبت بھرے خطوط لکھ چکی ہوں یہ لکھ رہی ہوں کہ کل شام میں کسی اور کے گھر کی زینت بن جاؤں گی۔ تم یہ سوچتے ہوگے کہ میں نے تمہیں دھوکا دیا مگر خدا کے لئے تم یہ مت سمجھنا۔ تم سے میں کہہ چکی ہوں کہ تم میرے دیوتا ہو تم میرے جیون ساتھی ہو۔ میں بہت مجبور ہوں۔ شاہد میری یہ شادی جس کو میں اپنے الفاظ میں کہوں کہ بربادی ہے تو ٹھیک۔ بغیر مجھے بتائے ہوئے آج شام طے ہو چکی ہے۔ اور کل میں انگلینڈ جا رہی ہوں شاہد خدا کے لئے مجھے معاف کر دو۔ میں نے بہت کچھ کہا۔ لیکن ایک نہ سنی گئی میری اور میں دولت کے قدموں پر بھینٹ چڑھائی جا رہی ہوں۔ میں جانتی ہوں کہ میرا یہ خط تم پر کیا اثر ڈالے گا۔ مگر میں بے قصور ہوں شاہد بالکل بے قصور!۔

تمہاری

زینت

پھر یہ خط تھا اور شاہد کی بیماری، اس کے دل پر جیسے بجلی گری ہو اس نے جو رنگین محلات تعمیر کئے تھے وہ سب ایک ہی بار میں چور چور ہو گئے۔ اور آج اسی لئے وہ سینی ٹوریم میں پڑا زندگی کی آخری سانسوں کا انتظار کر رہا تھا۔ یہ سوچتے سوچتے شاہد زیر لب بولا۔

"او نرس پانی"

جس دن سے وہ اس سینی ٹوریم میں آیا تھا یہ نرس بس اسی دن سے اس سے بے اختیار محبت کرنے لگی تھی۔ مگر شاہد نرس کے لئے کچھ بھی تو نہ کر سکتا تھا۔ اس نے نرس سے کبھی اپنی پچھلی زندگی نہ بتائی تھی۔ حالانکہ نرس نے اس سے بہت پوچھا تھا۔ مگر وہ یہ سوچ کر چپ ہو جاتا تھا۔ کہ کہیں اس بیچاری کا دل نہ ٹوٹ جائے۔ یہ سوچتے ہوئے اس کے گلے میں پھر سرسری ہونے لگی۔ پھر چند منٹ بعد کھانسی اور ہی خون کے بھرے ہوئے

دو جھٹکے گرنے لگے۔ یہ دیکھ کر نرس گھبرا سی گئی اور محبت بھرے انداز میں بولی۔ شاہد تم یہاں کیا کر رہے ہو۔ پھر اس نے سہارا دیکر شاہد کو بستر پر لٹا دیا۔ وہ بے حس و حرکت پڑا رہا اور نرس اس کے

www.taemeernews.com

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب کی تصانیف

خدا کی باتیں

پچھلے دنوں عہد برطانیہ میں گورنمنٹ یو۔پی نے ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کی دفعہ ۱۲۸ کے ماتحت قصبہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ کی ایک تقریر پر حضرت مولانا احمد سعید صاحب کے خلاف مقدمہ قائم کرکے ایک ماہ قید کی سزا دی تھی چنانچہ حضرت مولانا ۱۷ جنوری ۱۹۴۱ء سے ۲۶ فروری تک جیل اعظم گڑھ میں حکومت کی نامہربانیوں کا شکار رہے۔ اور ایام جیل میں مولانا نے احادیث قدسیہ کا ترجمہ پورا کیا۔

کم وبیش تقریباً آٹھ سو احادیث کا یہ ترجمہ ہے جو مولانا نے سلیس اور عام فہم اردو میں کیا ہے بعض بعض مقامات پر احادیث کے مطالب کی توضیح بھی فرمادی ہے۔ کتاب کا نام خدا کی باتیں رکھا ہے۔ قیمت دو روپے بارہ آنے۔

جنت کی کنجی

جس کو حضرت مولانا نے احادیث کی معتبر کتابوں سے تالیف فرمایا ہے۔ اردو میں یہ پہلی کتاب ہے ہر انسان مرد وعورت کیلئے اس کا مطالعہ بیحد ضروری ہے اس میں بہت سی آسان باتیں درج ہیں۔ جو عام طور پر لوگوں کو معلوم نہیں۔ اور جن پر عمل کرنے سے آپ جنت کے حقدار بن جائیں گے۔ اس کتاب میں ۱۲۴۵ حدیثوں کا نہایت سلیس اور عام فہم ترجمہ ہے جس میں جنت کی خوش خبری دیگئی ہے۔ اور پوری کتاب ۵۰۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ قیمت تین روپے چار آنے۔

دوزخ کا کھٹکا

اس کتاب میں اُن احادیث کا صاف اور شستہ اردو میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ جن کا تعلق اعمال سیئہ سے ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان لوگوں کے لئے جو اعمال سیئہ اور خبیثہ کا ارتکاب کرتے ہیں جن الفاظ میں وعید فرمائی ہے اور خدا کے غضب سے ڈرایا ہے۔ ان تمام احادیث کو مختلف عنوانات کے ماتحت جمع کردیا ہے۔ تقریباً ۱۸۸۴ حدیثوں کا ترجمہ ہے قیمت دو روپے چار آنے۔

رسول کی باتیں

اس کتاب میں تقریباً بیس عنوان ہیں۔ جس میں توحید رسالت قرآن۔ قیامت۔ عالم برزخ، قبر کا حساب۔ نکیرین کی پوچھ گچھ تقدیر کتب آسمانی اور ملائکہ، علم کے فضائل، طہارت کا صحیح طریقہ، مسواک کی شرعی اہمیت۔ غرض یہ کہ ہر عنوان کے تحت میں اس کی مناسبت سے احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔ جو حدیث جس جگہ سے لی گئی ہے اس کا حوالہ بھی دیا گیا ہے۔ اور ساتھ ساتھ ان کے راوی کا نام بھی درج کیا گیا ہے۔ جنہوں نے رسول خدا سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ بچوں اور بچیوں کے لئے بھی اس قسم کی سہل اردو کی مذہبی کتابوں کا مطالعہ ضروری ہے۔ قیمت عہ؍

پہلی تقریر سیرت

مولانا کی یہ وہ مشہور تقریر ہے۔ جو آپ نے اٹاوہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر کی تھی۔ مولانا کی اس تقریر کو جو مقبولیت حاصل ہوئی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ قیمت دو روپے۔

دوسری تقریر سیرت

مولانا کی دوسری تقریر سیرت ہے۔ جو آپ نے ناگپور میں کی تھی۔ اس میں نبی کریم کی نبوت اور آپ کی تبلیغی مشکلات اور مخالفین کے درد انگیز مظالم اور آپ کے صبر وتحمل کا دیگر انبیاء سابقین سے مقابلہ اس قدر دلچسپ اور دلکش پیرائے میں بیان کیا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ قیمت عہ؍

تقاریر

حضرت مولانا احمد سعید صاحب کی سب ہندوستان میں سب سے پہلی تقریر کا مجموعہ ہے۔ یہ انقلابی تقاریر جنہوں نے ہندوستان میں

یک انقلاب برپا کر دیا۔ اور ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر یہ سمجھنے کے لئے مجبور ہو گیا کہ ہندوستان کی آزادی ہمارا پیدائشی حق ہے۔ قیمت دو روپے چار آنے۔

رسول اللہ

یہ آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر مگر جامع اور عام فہم سوانح عمری ہے۔ اس چھوٹی سی کتاب میں تقریباً سو سے زائد عنوان قائم کر کے ہر ہر عنوان کے تحت ضروری واقعات لکھے گئے ہیں۔ نبی کریمؐ نے جن غزوات میں خود شرکت فرمائی ہے۔ یا صرف صحابہؓ کو بھیجا ہے ان کو بھی تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اگر اس کتاب کے متعلق یہ کہا جائے کہ سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے تو شاید بیجا نہ ہوگا۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

صلوٰۃ وسلام

حضور سرور کائنات پر درود و سلام بھیجنے کے بے شمار فضائل ہیں مسلمان ان سے بہت کم واقف ہیں۔ حضرت مولانا احمد سعید صاحب نے قرآن حکیم اور احادیث صحیحہ کی وہ تمام ہدایات یکجا جمع فرمادی ہیں جو درود و سلام کے فضائل پر مشتمل ہیں۔ قیمت بارہ آنے۔

پردہ کی باتیں

یہ حضرت مولانا کی اُن تقاریر کا مجموعہ ہے جو

آپ نے مختلف مواقع پر اور مختلف موضوعات پر آل انڈیا ریڈیو پر کیں۔ جس کو ریڈیو سننے والے حضرات نے بہت زیادہ پسند کیا۔
قیمت ایک روپیہ چار آنے

مضامین احمد سعید

یہ حضرت مولانا کے عالمانہ مضامین کا ایک نادر مجموعہ ہے۔ قیمت دو روپے آٹھ آنے

شوکت آرا بیگم

یہ حضرت مولانا کا ایک مذہبی ناول ہے جو آپ نے اب سے بیس پچیس سال قبل لکھا تھا جس کا پہلا ایڈیشن خاموش تبلیغ کے نام سے شائع ہو کر ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکا ہے۔ ایک عرصہ سے یہ کتاب نایاب تھی۔ اب اس کا جدید ایڈیشن "شوکت آرا بیگم" کے نام سے بہترین ڈسٹ کور کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔
قیمت دو روپے

مشکل کشا

حضرت مولانا نے تمام مصروفیتوں اور عدیم الفرصتی کے باوجود سینکڑوں کتابوں کے مطالعہ کے بعد [illegible] اور ایک بہت بڑا ذخیرہ عربی سے اردو میں منتقل کر دیا۔ یعنی اوپر عربی میں عبارت [illegible] اس کا [illegible] اور بامحاورہ اردو ترجمہ ہے۔ وظیفہ کے اوقات [illegible] وغیرہ کو بھی شامل کر دیا ہے۔ قیمت ۸؍

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی کتب

اصلاح الرسوم

حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ہر بات اور تمام رسوم کو اسلام کی کسوٹی پر کسا ہے اور جو چیز کسوٹی پر پوری نہیں اتری تو لوگوں کو بتایا ہے کہ یہ چیز کھوٹی ہے اور کھوٹی چیز کو کھرا سمجھ کر خریدنا نادانی ہے۔ ۱۹۲ صفحات۔ مجلد۔ ایک روپیہ آٹھ آنے۔

تعلیم الدین

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی عام فہم تصنیف ہے جس کی تعلیم ابتدائی بچوں اور بچیوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔ عقائد و تصدیقات شرک۔ قبروں پر بدعتیں، ایمانی درجے، گناہ کے نقصانات وغیرہ۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کئے ہیں۔ قیمت ۱۲؍

حیات المسلمین

مولانا مرحومؒ کی عام فہم تصنیف ہے جس کی تعلیم ابتدائی بچوں کے لئے خصوصیت سے ضروری ہے۔ بڑوں کی معلومات میں اضافہ کیلئے اس کا مطالعہ مفید ہے۔ قیمت پونے دو روپے۔

مترجم اعمال قرآنی

مولانا تھانویؒ کی تصنیف کا ہندوستان میں یہ پہلا ایڈیشن ہے۔ قیمت مجلد ۱۲؍

ملنے کا پتہ۔ دفتر رسالہ خاتونِ مشرق۔ اردو بازار۔ دہلی

www.taemeernews.com

افسانہ

عورت ایک پہیلی

مطلوب صدیقی - کاشی پور

شہد سے زائد میٹھی اور زہر سے زائد کڑوی شہناز

سلام مسنون :

تمہارا خط ملا۔ پڑھ کر ایک سمندر میں گر پڑی ہوں۔ اور چاہتی ہوں کہ دامن نہ بھیگے۔ کچھ عرصہ سے سوچ رہی تھی کہ تم کو حال دل سناؤں۔ پہلے تو یہ صرف خیال خام تھا۔ مگر اب ایک مصمم ارادہ بن گیا ہے۔ تم نے شاہد بھائی کا حال معلوم کیا ہے۔ تو وہ تو...... وہ تو کب کے مر چکے ہیں۔ اب تو صرف قالب زندہ رہ گیا ہے۔ کبھی تصور میں بھی نہ آیا تھا کہ آرزوؤں کے محل اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے برباد ہو جائیں گے۔ اور شاہد کا جیسا دل تمہیں پسند کر بیٹھے گا۔ تم کتنی شرمیلی اور اچھی لڑکی ہو۔ عورت کے روپ کا جو خاکہ شاید شاہد نے اپنے ذہن میں بنایا تھا تم بالکل ویسی ہی نکلیں۔ شاید اسی لئے بہت سی لڑکیوں سے نفرت کرنے والے شاہد کو بھی تم نے اپنی طرف مائل کر لیا۔

لیکن آہ! ان کی قسمت ایسی کہاں تھی؟ کہ تمام زندگی تمہاری زلفوں کی چھاؤں میں گذار دیتے۔ خیر جو ہوا سو ہوا۔ خدا کرے کہ تم کو نئی زندگی راس آئے۔ اب اپنا تو یہ حال ہو ہی گیا ہے کہ

کہانی اپنی روداد جہاں معلوم ہوتی ہے
جو سنتا ہے اسی کی داستاں معلوم ہوتی ہے

تم نے شاہد کو ٹھکرا دیا یا اپنا کھلونا سمجھ کر کھیلا۔ اور چھین کر توڑ دیا۔ خیر کوئی شکوہ نہیں۔ تمہیں اختیار تھا۔ لیکن نہ پوچھو کہ تمہاری یاد کس طرح شاہد کے دل کے شکستہ تاروں سے ہمیشہ کھیلتی ہے۔ کاش! تم اسے بھی روک سکتیں۔ اس کی اس بربادی میں نہ تمہیں ہی قصوروار ٹھیراتی ہوں اور نہ کسی اور سبب کو۔ یہ شکایت صرف اسی کی کم نصیبی کی ہے۔ بقول شاعر

جس آگ میں اس کا دل جلتا ہے وہ آگ بجھانا مشکل ہے
وہ روتا ہے تو دنیا ہنستی ہے آنسو بھی بہانا مشکل ہے
یہ ہستی انساں کیا ہے فقط دو دن کی بہاریں ہیں لیکن!
دو دن بھی سکوں سے دنیا میں جینے دے زمانہ مشکل ہے

پیاری بہن یا شاہد کے چاند!

حوادث نے اس کی زندگی کو جس طرح برباد کیا تھا۔ غموں اور دکھوں نے جس طرح اس کی صحت کو تباہ کر رکھا تھا۔ وہی کیا کچھ کم تھا۔ کہ تم نے ایکبار پھر آ کر اس کے دل برباد کو ایک اور سخت صدمہ پہنچا دیا۔ زخموں کے ٹانکے کھل گئے۔ اور پرانی یادوں نے ذہن کو ایک بار پھر کپکپا دیا۔ تم نے شاہد بھائی کے متعلق معلوم کرنے میں بہت دیر کی۔ شہناز اب میں کیا بتاؤں کہ وہ کہاں ہیں؟۔ اور کیسے ہیں؟۔ وہ ہم سے اتنی دور جا چکے ہیں کہ ہم انہیں اب کسی طرح بھی نہیں پا سکتے۔ کیونکہ میں ان کا حال دل اچھی طرح جان سکتی ہوں۔ اور جانتی ہوں۔ بزرگوں کا قول ہے کہ اگر تو صاحب اولاد ہوگا تو تجھے اولاد کا غم یاد ہوگا۔ تو میں نے بھی کسی سے محبت کی تھی اور ٹھوکر کھائی۔ اس لئے اب ان کا غم مجھے خوب معلوم ہے۔ ور اب تو ان کا علاج بھی اس دنیا میں نہیں۔ آج مجھے ان کی ڈائری کے چند اوراق ان کا کمرہ صاف کرتے وقت ملے ہیں جنہوں نے اور بھی سب پوشیدہ راز مجھ پر آگاہ کر دیئے۔ آج وہ اپنا دماغی توازن کھو کر کہیں چلے گئے ہیں۔ ڈائری کا نام انہوں نے "زندگی" رکھا ہے۔ ور اپنی داستان زندگی کو اس میں قلمبند کیا ہے۔ ور دن رات

www.taemeernews.com

جب گھر میں رہتے ہیں اسی کو مکمل کرتے رہتے ہیں۔ ویسے تو وہ صبح چھ بجے گھر سے نکل کر رات کو دس بجے ہی گھر میں گھستے ہیں۔ دفتر کی ملازمت سے بھی دو ماہ سے رخصت پر ہیں۔ آئندہ خدا مالک ہے مگر تم تو بتاؤ کہ تم نے یہ کیا کیا تم نے ان کو کھلونا سمجھ کر کیوں کھیلا۔ تم کو کیا حق تھا۔ تم نے اپنی نئی دنیا کو جو کہ شاید صرف کچھ ہی دنوں کے لئے لٹی تھی۔ اُن سے آباد کرنا چاہی اور پھر جب وہ کچھ دن بعد آباد ہو گئی تو شاہد کا دل تم نے کھلونا سمجھ کر توڑ دیا۔ اپنی دنیا بسائی کسی کی دنیا اُجاڑ کر۔ تم کو ذرا خیال نہ آیا۔ کہ ایک باپ کی کمر ٹوٹ جائیگی۔ ایک مرحوم ماں کی روح تڑپ اُٹھے گی۔ ایک بہن کے دل کا قرار لٹ جائیگا۔ تم عورت نہیں ناگن ہو۔ تم نے عورت کے بھیس میں آکر لفظ عورت تک کو بھی شرمندہ کر دیا ہے۔ آج تم نے اس ہرے بھرے گلستان کی لہلہاتی پھلواری کو آگ لگا دی کہ جس کو دو باغبانوں نے ایک نے اپنے پسینہ کی کمائی سے اور دوسرے نے اپنی جان دے کر سجایا تھا۔ تم کو ذرا رحم نہ آیا۔ بولو جواب دو، خاموش کیوں ہو گئیں۔ تم کہو گی کہ میرا قصور نہیں۔ دل کا ہے۔ اور دل کا بھی نہیں شاہد کا ہے۔ کہ وہ کیوں میری دنیا میں آیا۔ اور کیوں اس قدر آگے بڑھ گیا۔ میں بہر حال حقیقت سے تو نا آشنا ہوں۔ لیکن شاہد کی لکھی ہوئی داستان محبت آج چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے۔ کہ تم نے ہی اُسے برباد کیا

مجھ کو تو ہوش نہیں تم کو خبر ہو شاید
لوگ کہتے ہیں کہ تم نے مجھے برباد کیا

کیونکہ عورت اگر سچے معنی میں عورت ہو تو اس کی آنکھ کی ایک جنبش کسی بھی سخت دل سے سخت دل انسان کو اپنی طرف دیکھنے کو مجبور نہیں کر سکتی۔ تم نے ہی شاہد کو سہارا دیا۔ اور جب وہ بڑھتا گیا اور بام کی چوٹی پر پہنچ گیا تو تم نے اسے بے سہارا کر دیا۔ اب وہاں سے لوٹ کر آنا اس کے بس کا کام نہ تھا۔ وہ بربادی کی راہ کو مکمل طور سے طے کر چکا تھا۔ تم نے اس کی زندگی برباد کی۔ اور ہم کو مکمل طور سے زندہ درگور کر دیا۔ ایک باپ کی آرزو۔ ایک بہن کی تمنا تھی کہ بیٹے کی شادی بھائی کا سہرا دیکھیں۔ لیکن تم نے ان کو خون کے آنسو رُلا کر اُن کے ارمانوں کا جنازہ نکالا۔ جس ارمانوں کی بے گور و کفن لاشیں چیخ چیخ کر تم کو پکار رہی تھیں۔ آج اُس نے شادی سے انکار کر دیا ہے۔ سب کے ارمانوں کا جنازہ نکل گیا ہے۔ اور اسی لئے وہ آج صبح سے غائب ہے۔ نہ جانے کہاں ہوگا۔ کیسا ہوگا؟۔ اور تم اب اس کا حال معلوم کر رہی ہو۔

اس کی ڈائری سے پتہ چلتا ہے کہ موسم بہار میں ایک پُر فضا شام کو تم اس سے پہلے پہل میری شادی میں ملیں۔ وہ بھی جوانی کے دریا میں بہا جا رہا تھا۔ اور تم بھی۔ اُسے رہبر کی تلاش تھی اور تم کو کشتی کے کھیون ہار کی۔ مگر تم اس سے پہلے کسی اور کی ہو چکی تھیں۔ یعنی تم کو اس سے پہلے بچپن سے اختر سے محبت تھی۔ اور اختر بھی تم سے محبت کرتا تھا۔ اختر کو میٹرک پاس کرنے کے بعد بی۔ اے کرنے کے لئے علیگڑھ جانا پڑا۔ اور اُس کے جانے کے بعد تم نے سوچا کہ ممکن ہے کہ علیگڑھ کی ... اور موجودہ زمانہ کی فضا شاید اختر کو بی۔ اے کرنے کے بعد تم جیسی ... دوشیزہ کی جگہ کسی اپٹوڈیٹ قسم کی لڑکی نہ دیدے۔ اور اسی وجہ سے تم بے سہارا رہ گئی تھیں۔ کہ اسی اثنا میں تم کو میری شادی میں آنا پڑا۔ وہاں شاہد بھائی سے تمہاری نظریں چار ہو گئیں۔ اُسے راہبر اور تمہیں کھیون ہار مل گیا۔ تم نے شاہد کو پچھلے واقعات سے دور رکھ کر دریائے جوانی میں بہنے کے لئے سہارا دے دیا۔ وہ سہارا پا کر اپنے آپ تک کو بھول گیا۔ اور اندھا دھند عشق کی راہ میں حد سے تجاوز کر گیا۔ پھر گاہے گاہے تمہارے خط جانے لگے۔ اور ایک خط بھیجا۔ تو حالِ دل سے مجبور ہو کر پہلی سروس کو اس نے چھوڑ دیا۔ سال بھر کے بعد دوسرا خط تمہارا اسے ملا اور ذرا سی غلطی سرزد ہونے سے دوسری سروس ختم ہو گئی۔ مقدمہ چلا۔ کیا کیا نہ ہوا۔ زندگی کی بنیادیں کھوکھلی پڑ گئیں کیونکہ وہ یہ سمجھنا بھول گیا تھا۔ کہ عشق و محبت کے ساتھ ساتھ مجھے روٹی روزی کی بھی ضرورت پڑے گی۔ تمہارے خطوط نے تمہاری باتوں نے اُسے عشق کی انتہا تک پہنچا دیا۔ اور وہ سب کچھ بھول بیٹھا تھا۔ پھر شادی کے لئے ہم لوگوں نے اس کے کہنے کے مطابق تم سے پیغام دیا۔ لیکن یہاں بھی اس کی غربت اور بیکاری اس کے آڑے آئی۔ اور تمہاری شادی تمہارے من چاہے اختر سے کر دی گئی۔ اختر بی۔ اے کرنے کے بعد بھی ویسے ہی رہے۔ جیسے پہلے تھے۔ اور تمہارا خیال غلط ثابت ہوا۔ تم اپنی اس کامیابی پر پھولی نہ سماتی تھیں۔ اور تم نے شاہد کو بھلا دیا۔ تم خوش تھیں اس شادی سے۔ اور شاہد برباد ہو چکا تھا۔ لیکن پھر

بھی وہ اپنی اس بربادی پر، اپنی دنیا کے برباد ہو جانے پر اپنی زندگی غربت و افلاس کے حوالے ہونے پر بھی وہ خوش تھا۔ اور اسے خیال تھا کہ تم بھی ایک ہندوستانی سماج کی مجبوریوں میں بندھ کر غیر کی بیوی بنا دی گئی ہو۔ کیونکہ اُسے تمہاری حقیقت کا علم نہ تھا۔ اور وہ صرف اس لئے خوش تھا کہ کسی کے دل میں اس کی یاد چٹکیاں تو لے رہی ہے۔ لیکن فلکِ کج رفتار کو اس کی اتنی سی بھی خوشی گوارا نہ تھی۔

اور شادی کے ایک سال بعد وہ تم سے پھر ملا۔ اور اُس نے تم سے سب کچھ کہا۔ تم نے اُسے ایک دم بھول جانے کی نصیحت کرکے اپنے سب واقعات سچ سچ بتا دیئے۔ واقعہ کا سننا تھا کہ اُس کی بھوک، نیند، پیاس اور سب سکون لٹ گیا۔ اور وہ اکیلا رہ گیا۔ تم بھی اُسے چھوڑ گئیں۔ وہ شاہد اب شاہد نہ رہا بلکہ ایک مجنوں ہو گیا۔ آج وہ اس دیوانگی کی حد پہ کر بیٹھا کہ والد صاحب نے اس کی شادی ایک اچھی جگہ ٹھیرائی تھی۔ اور وہ منع کر گیا اور صرف اتنا کہہ گیا کہ ابا جان شادی کا اصل مقصد دل کی خوشی ہے۔ اور دل کی خوشی جب ہی ہوتی ہے جبکہ انسان کا دل اس کے پاس ہو۔ میرے پاس میرا دل نہیں ہے۔ جو کہ میں دل کی خوشی کو پا سکوں گا۔

وہ چلا گیا ہے۔ صبح سے غائب ہے۔ ہر جگہ تلاش کرا لیا مگر کچھ پتہ نہیں چلا۔ والد صاحب کو غش پر غش آ رہے ہیں۔ گھر میں کہرام مچ رہا ہے۔ میرا دل بھی بیٹھا جا رہا ہے۔ سوچتی ہوں کہ واقعی عورت ایک پہیلی ہے۔ کہ جس کا حل نہیں ملتا ہے۔ مگر تم تو اتنا بتا دو کہ تمہیں کسی کے خونِ جگر سے کھیل کر کیا مل گیا۔ تم اگر کسی غیر کی امانت تھیں تو کسی دوسرے کو تو نہ چھینا ہوتا۔ ہم سے تم نے اگر اپنی محبت پالی تھی تو اُسے اس راز سے آگاہ نہ کیا ہوتا۔ اور اسے سہارا ہی دیئے رہتیں۔ تاکہ وہ اسی طرح زندگی گزار دیتا۔ اور یہ تو نہ ہوتا کہ۔

ہزار آباد ہو گی میری دنیا
مگر تیری کمی پوری نہ ہو گی

تم نے تو عورت بن کر ناگن کا کام کیا۔ اور ہر صورت سے بھیں اور شاہد کو ڈس گئیں۔ اب اس گھر کا سکون واپس کیسے آئے۔ اور کہاں سے آئے ذرا اتنا ہی آکر بتلا دو۔ خط زیادہ لمبا ہو گیا۔ معافی چاہتی ہوں مگر تم تو شاید اسے افسانہ ہی سمجھ کر پڑھ رہی ہوگی فقط۔ کسی بدنصیب کی غمزدہ بہن۔ ۔ پردیں

جذباتِ اختر

(رشیدہ اختر ڈیرہ اسمٰعیل خاں)

حوادثات سے مجروح زندگانی ہے
ہجومِ یاس میں ڈوبی مری کہانی ہے

اِدھر قمر ہے ستارے ہیں شبِ سہانی ہے
اِدھر نگاہ میں آنسوؤں کی روانی ہے

سکوں نواز نہ کیونکر ہو اضطرابِ نفس
کہ ابتدائے محبت کی یہ نشانی ہے

دلِ شکستہ، یہ افسردگی ہے بے معنیٰ!
جہاں میں ہم جو ہیں فانی تو غم بھی فانی ہے

وہ آ رہے ہیں نگاہوں میں اشکِ غم بن کر
ہمارے حال پہ یہ اُن کی مہربانی ہے

ہر ایک شعر میں پنہاں ہے درد کی دُنیا
غزل نہیں یہ مری زیست کی کہانی ہے

بتا رہی ہیں ستاروں کی گردشیں اختر
کہ اس جہاں میں تڑپنا ہی زندگانی ہے

www.taemeernews.com

میری نظر میں عورت

ہمشیرہ نسیم آصف لاہور

خاتونِ مشرق میں عورت سے متعلق متعدد بار مضامین شائع ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ میری اس معمولی تحریر کو اس کی ایک معمولی کڑی خیال کرتے ہوئے کچھ کہنے کی اجازت دیجئے۔ میں اس بحث میں زیادہ اُلجھاؤ نہیں چاہتی۔ اپنی افہام و تفہیم کے مطابق اور راست گوئی سے صرف ان معدودے چند بہنوں سے مخاطب ہوں جو تصویر کے ایک رُخ کو دیکھتی ہیں۔ اور وقیانوسی اعتراضات مردوں کی ذات پر تراشتی ہیں۔

عورت کو قدرت نے روزِ اول ہی سے کمزور اور نازک پیدا کیا اس میں مرد کا کوئی قصور نہیں۔ لہٰذا اگر عورت کو شکایت ہو تو صانعِ حقیقی سے ہونی چاہیئے۔ مردوں پر بلاوجہ برسنے اور جلی کٹی بے نقط سنانے سے پورا مطلب ادا نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اس پر فخر کیا جا سکتا ہے۔

آج سے تیرہ سو سال پہلے تمام ممالک اور مختلف اقوام کی تاریخ کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا۔ وہ جاہلیت کا زمانہ۔ جبکہ انسان حد درجہ ظالم جابر اور خود غرض تھا اہلِ عرب لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی زندہ دفن کر دیتے یورپ والے عورت کو مساوی درجہ دینا اپنی توہین و ہتک گردانتے تھے۔ ہندوستان کی ہندو قوم عورت کو صحیح معنوں میں اپنی داسی (غلام) بنا کر رکھتی تھی۔ اور شوہر کی موت پر عورت صرف سُوگ منا کر ہی بَری الذمہ نہیں ہو جاتی تھی بلکہ اس کا شوہر کے ساتھ ستی ہونا لازم و ملزوم خیال کیا جاتا۔ قصہ مختصر عورت تفریح کا ایک آلہ اور بچے پیدا کرنے کی مشین سے زیادہ وقعت کی مالک نہ تھی۔ آخر قدرت نے ایک رہبرِ اعظم ہادئ برحق کو سرزمینِ عرب میں پیدا کیا جس نے بذریعہ علم جہالت کا قلع قمع کیا۔ زندہ لڑکیوں کے قتل کو مذہباً ممنوع قرار فرمایا۔ عورت کی قدر و منزلت کو سمجھتے ہوئے مرد کا درجہ دوبالا بنایا۔ اور مرد کو بھی عورت کے حقوق سمجھائے۔ یہ رہبرِ اعظم بھی مرد تھا۔ دوسرا احسان یہ ہوا کہ اُس نے عورت کو حقِ زندگی عطا کر کے عزت سے رہنے کے قابل بنا دیا۔ ہمارے رسولِ اکرم کی زندگی میں اور بعد از خلافتِ راشدہ اور خلافتِ عباسیہ کے دور میں جسقدر جنگیں کفّار اور مسلمانوں کے مابین ہوئیں۔ ان میں کل کی عورت نے جو خدماتِ جلیلہ انجام دیں تاریخ کے اوراق میں برابر مرقوم ہیں کہ زخمیوں کی مرہم پٹی تیمارداری۔ دلداری، سامانِ رسد، خورد و نوش کی نقل و حرکت اور نگرانی وغیرہ کس خوش اسلوبی سے انجام دیں۔ یہی ان کے شایانِ شان تھا۔ جس کو ان معزز خواتین نے شرعی پابندیوں کے ساتھ باپردہ اور حدودِ اسلامی کے اندر رہ کر تن دہی سے انجام دیا۔ اپنی زندگی کے ہر دَور میں کامیاب رہنے والی کل کی عورت جسکو موجودہ عورت "جہالت زدہ عورت" کہے گی۔ وہ کل کی عورت بیٹی بنی تو ماں باپ کے لئے بوجھ نہیں بلکہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی تسکین ثابت ہوئی۔ بیوی بنی تو شوہر کے لئے نعمتِ عظمیٰ بلکہ اس کے رنج و راحت اور دکھ درد میں برابر کی شریکِ کار ہوئی۔ اگر فقیر کے جھونپڑے میں رہی تو مسرور۔ اگر مسندِ شاہانہ نصیب ہوئی تو تہہ دل سے شکر گذار ہوئی۔ جب ماں کا درجہ ملا تو اولاد کے لئے بہتر رہبر اور اسلامی اتالیق ثابت ہوئی۔ اسلام کا محافظ۔ قوم کا سچا خادم۔ مجاہد اور فاتح بننے کا فخر ملا تو اس دور کی عورت کی آغوشِ مادری میں پل کر جوان ہونے والے ہی کو نصیب ہوا۔ اُدھر اعلانِ جہاد ہوتا ہے اِدھر نوجوان اپنی بوڑھی بیوہ اور بے آسرا ماں سے اجازت طلب کرتا ہے۔ اس ماں سے جو لختِ جگر کو ایک پل بھی آنکھوں سے اوجھل رکھنا گوارا نہیں کرتی۔ مگر ماں کی اسی میں بہادری ہے کہ وہ اُسے خوشی خوشی اور مسرت سے رخصت کرے اور

اس کے حق میں غازی یا شہید ہونے کی دعا کرے۔ اور جب وہ جامِ شہادت نوش کرتا ہے۔ فاتح مسلمان ماں کو خبر دیتے ہیں کہ تیرا نورِ چشم خدا کی راہ میں کام آیا۔ ماں یہ خبر سُنکر بین نہیں کرتی۔ سجدۂ شکر ادا کرتی ہے۔ کہ اس کا لاڈلا خدا کی راہ میں کام آیا۔ اور عمر بھر کی محنت رائیگاں نہیں گئی۔ یہ تھا کردار کل کی عورت کا۔

بُرا نہ مانیئے گا تو عرض کرتی ہوں کہ آج کی عورت کا کردار بھی ملاحظہ ہو جس کا اظہار خون کے آنسو رلاتا ہے۔ اور وقارِ عظیم کو ٹھیس لگاتا ہے آج کی عورت بیٹی کی حیثیت سے والدین کے لئے بارِ ثابت ہوئی جس کے نت نئے تقاضوں نے والدین کے ناک میں دم کر دیا۔ بیوی ہوئی تو شوہر کے گھر کو نت نئے جھگڑوں کا اکھاڑا بنا کر بہشت نما گھر کو جہنم میں تبدیل کر دیا۔ آخر جس کا نتیجہ صرف طلاق کی صورت میں ہی رونما ہوا ماں بنی تو اولاد کو اپنی عدم توجہی سے نالائقی کا شکار بنایا۔ کیا اس پر بھی فخر کیا جا سکتا ہے؟۔

موجودہ عورت جو اس ذہنیت کی مالک ہے اور جو مردوں پر بہتان بازی کرتی ہے۔ اُن کے خلاف متحدہ محاذ قائم کرنے کا منصوبہ باندھتی ہے۔ اور زہر اُگل کر تماشائی بننے کی سعی کرتی ہے۔ اُن سے معذرت کے ساتھ عرض ہے۔ کیا یہ خبریں آئے دن اخباروں میں پڑھ کر بھی ہمارا سر ندامت سے نہیں جُھکتا کہ عورت نے آج پارک میں کل ریل گاڑی میں یا پلیٹ فارم پر یا سینما اور دوسری جگہوں میں بچہ جنا۔ اسی طرح اور بہت سی دیگر لغویات سے متعلق خبریں روزمرّہ سننے میں آتی رہتی ہیں۔

طبی نقطۂ نظر سے بھی دیکھا جائے تو عورت بمقابلہ مرد ظاہری ساخت میں نازک اور کمزور ہوتی ہے۔ اسی قدر اندرونی اعضاء مثلاً دل و دماغ، جگر و معدہ میں بھی مردوں کی نسبت کمزور ہے باوجود ان حقائق کے عورت اپنی ہٹ سے ایک اِنچ اِدھر اُدھر نہیں ہلی۔

جب مرد علی الاعلان یہ کہتا ہے کہ عورت قدرت کا ایک بے بہا عطیہ اور قدرت کا اعلیٰ شاہکار ہے۔ ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ باغِ عالم کا ایک شگفتہ پھول ہے عصمت و عفّت کا مرقع ہے۔ عورت سے انسانیت کی تکمیل ہوئی۔ اگر صحیح عورت کے عوض دنیا کے تمام خزانے بھی کام آجائیں تو یہ سودا گراں ثابت نہ ہوگا۔ یہ تو پھر مرد کے متعلق کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہیں رہا۔

عورت بیٹی، بیوی، بہن یا ماں ہر لحاظ سے مرد کے لئے قابلِ احترام ہے۔ مرد اگر عورت کو بلا وجہ بُرا کہے تو یہ شرافت سے بعید ہے۔ اور اس سے اپنی عزت و ناموس کو ہی رسوا کرتا ہے۔ جس طرح اچھے بُرے خیالات اور گندی سرشت کے لوگ ہر طبقہ اور گروہ میں موجود ہیں۔ اُسی طرح عورتوں میں بُری عورتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ اور اس سے ہمارے عالمِ نسواں کا وابستہ ہونا لازمی نہیں۔ اس غلط فہمی کی بنا پر مردوں کے خلاف ایک علیحدہ محاذ کی اساس قائم کرنا عورت کے ایثار، محبت، اخلاق، ہمت اور استقلال کے وقار کو ٹھیس پہنچانا ہے۔ جن صفات میں عورت بمقابلہ مرد زیادہ حاوی ہے۔

عورت کو ترقی کرنی چاہیئے۔ اور ترقی کی راہ پر گامزن بھی ضرور ہونا چاہیئے۔ ساتھ ساتھ تعلیم بھی حاصل کرنی چاہیئے۔ وہ اس طرح کرے کہ زنانہ نشست و برخاست قائم کرے۔ زنانہ جلسوں میں شرکت کرے بیشک خالد و طارق، حیدر و سلطان اور محمد بن قاسم پیدا کرے۔ حتیٰ کہ مکمل آزادی حاصل کرے۔ جو کہ معنوی لحاظ سے اصل آزادی ہے۔ اور جو اُسے راس آئے۔ جو اُس کے لئے اور آئندہ نسلوں کے لئے موزوں ثابت ہو۔ تعمیری آزادی ہو تخریبی آزادی نہ ہو۔ اور نہ ہی ایسی روش ہو جو آج کی عورت نے اختیار کی ہے۔ اور اس اٹھائے ہوئے غلط قدم کو آزادی، صحیح آزادی کی خاطر لازم و ملزوم جانا ہے۔ یہ راہ ترقی کی راہ نہیں کہلا سکتی۔ بلکہ بے حیائی اور بے غیرتی کہلائے گی۔ آج کی عورت کو چاہیئے کہ اس غلط گام کو واپس اٹھائے اور اپنی اصل منزل کی طرف مراجعت اختیار کرے۔ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو محسوس کرے ان غلط خیالات کی نجاست سے آزاد ہو کر جس میں اس کا ذہن مقید ہے ذرا سوچ وچار کرے تو اصل آزادی کا صحیح مقصد ظاہر ہو۔ پھر جو آزادی آئندہ نسلوں اور اُن کے لئے آئے گی وہ مشعل راہ کا کام دے گی۔

غدر کے چند علماء

یہ وہ انقلابی ہستیاں ہیں جنہوں نے پہلی جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں ... حریت علم کی اور بے باکانہ طور سے انگریزوں سے ٹکر لی ...

شہابی کی معرکۃ الآرا تصنیف۔ خوشنما جلد۔ قیمت ...

پتہ:- دفتر خاتون مشرق اردو بازار دہلی

اے ساقی

جوش ملیح آبادی

اس نئے دور کے قدسی صفت انسانوں میں
آدمیت کا نہیں نام و نشاں اے ساقی!

کھول میخانہ کہ انساں کی جواں بختی سے
پھر مقفل ہے درِ امن و اماں اے ساقی!

آج ہم دیکھ رہے ہیں کیسے گھبرائے ہوئے
کبھی دیکھا تھا کسی نے یہ سماں اے ساقی!

پوچھتا ہوں یہ ترے قول کی تردید نہیں
عالمِ پیر ہے کیا اب بھی جواں اے ساقی!

جس کو دیوانوں کے سوا کوئی سمجھ ہی نہ سکے
زیرِ مشق اب ہے وہ اندازِ بیاں اے ساقی!

جس کے ہر بول میں سو پھول مہک اٹھتے ہیں
کاٹ دی جائے گی شاید وہ زباں اے ساقی!

ٹھیکرے بیچنے والوں کے پرانے گاہک
بند کرتے ہیں جواہر کی دوکاں اے ساقی

فرمودات نکہت

شاہدہ سلطان نکہت

دلِ تپیدہ اک آہِ شرر نواز رہے
مگر خیالِ حجابِ حریمِ ناز رہے

نظر ہوئی تو ہے مانوسِ جلوۂ رنگیں
خدا کرے یہ محبت امینِ راز رہے

تو ہی بتا کہ سکونِ دل و نظر کیا ہو
ترا خیال بھی جب مجھ سے بے نیاز رہے

کسی نگاہ کو سرگرمِ ناز ہونے دو
رہی یہ شے یہ فرشتہ جو پاکباز رہے

یہیں سے چلتا ہے نکہت حقیقتوں کا پتہ
نظر وہ کیا ہے جو بیگانۂ مجاز رہے

تجرید بخاری شریف اردو

حدیث شریف کی سب سے بڑی اور مستند کتاب بخاری شریف کا بہترین خلاصہ جامعہ ازہر قاہرہ کے ایک بڑے عالم نے عربی میں اور اردو ترجمہ "مولوی ..." نے شائع کیا۔ انتہائی طلب پر اس گرانی کاغذ کے زمانہ میں پانچویں بار برسوں کے بعد چھاپا۔ کم فرصت بھائی اس کو پڑھ لیں تو گویا انہوں نے پوری حدیث شریف پڑھ لی۔ ترتیب ایسی ہے کہ پوری تعلیمات اسلام بزبانِ رسول پاکؐ ذہن نشین ہو جاتی ہیں۔ اور قرآن پاک کی چیدہ آیات کی تفسیر بھی اس میں موجود ہے۔ ۲۷۴ئ ۔،، ۔ کاغذ اعلیٰ۔ مجلد چار روپے دس آنے

ہر گھر میں رحمت، ہر گھر میں برکت اور سچی محبت پیدا کرنیوالی کتاب

تفسیر سورۂ یوسف

یعنی

حضرت یوسفؑ اور زلیخا کے پاکیزہ عشق اور سچی محبت کے واقعات، جن واقعات کو اللہ پاک نے قرآن شریف میں بیان کیا ہے اور دفتر خاتون مشرق، دہلی نے آسان اردو میں تفسیر اور عام فہم ترجمہ کے ساتھ صرف مشرقی بہنوں کے لئے شائع کیا ہے۔ پوری کتاب کو مسلم خواتین ایک مرتبہ پڑھ کر سمجھ سکتی ہیں اور دوسروں کو سمجھا سکتی ہیں۔ سفید کاغذ پر چھپی ہوئی ۲۷۴ صفحات کی کتاب سرورق رنگین۔ جلد مضبوط، قیمت ڈھائی روپے۔ محصول ایک جلد پر سات آنے۔ دو جلدیں ایک ساتھ خریدنے پر محصول ڈاک معاف۔ پانچ جلدیں جن کی قیمت ساڑھے بارہ روپے ہوتی ہے صرف دس روپے میں روانہ کی جا سکتی ہیں۔ محصول ڈاک بھی دفتر کے ذمے رہے گا۔

دفتر رسالہ خاتون مشرق۔ اردو بازار دہلی نمبر ۶ سے طلب کیجئے

www.taemeernews.com

کتابیں بہترین ساتھی ہیں

یہ کیا؟

مس الفت منہاس بی۔اے بی۔ٹی کا ایک دلگداز ناول جس کے ایک ایک صفحہ پر دلچسپی اور رنگین خیالی بکھری ہوئی ہے۔ واقعات، حادثات اور اتفاقات کا عجیب غریب میل ہے کہ آپ اپنے دانتوں میں انگلی دے لیں گے۔ قیمت چار روپے۔

کفن پوش

رومان کی مستی میں ڈوبی ہوئی مگر دل کو ہلا دینے والی اور لرزہ خیز کہانی جسے پڑھ کر بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

میری بھابی

پروفیسر محمد جمیل ایم۔اے کا ایک بہترین ناول جو بہت زیادہ عجیب اور دلچسپ ہے۔ جلد بجد خوبصورت۔ قیمت ڈھائی روپے۔

بیوی اور بیسوا

دلچسپ پیرایہ میں بتایا گیا ہے کہ بیوی کی محبت کیسی لازوال پاکیزہ اور بےغرض ہے اور بیسوا کی محبت کتنی پُر فریب اور خود غرضی ہے۔ ہوسناک مزاجوں کے بُرے نتائج، نئی پرانی روشنی کا مقابلہ مزدوروں کی بےبسی اور سرمایہ داروں کی نفس پرستی پڑھئے قیمت عمر

صحت و زندگی

اس کتاب میں غذا، صحت، شباب اور تندرستی کے متعلق وہ تمام باتیں تفصیل سے لکھی گئی ہیں جن کا جاننا ہر انسان کے لئے ضروری ہے۔ صحت و جوانی کے خواہشمند اس کتاب کو ضرور پڑھیں یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اور اسمیں ۱۰۰ سے زائد کارآمد مضامین درج ہیں۔ دنیا کے نامور ڈاکٹروں اور چوٹی کے سائنسدانوں کے عملی تجربات کا نچوڑ ہے۔ پیچیدہ امراض کا علاج بغیر دوا کے درج ہے۔ صحت و تندرستی کو برقرار رکھنے کے راز ہیں۔ دونوں حصوں کی قیمت تین روپے۔

دردناک افسانے

حرماں نصیب دوشیزاؤں کے آنسوؤں کی سیاہی سے خاک میں روندے ہوئے ارمانوں کے قلم سے محبت بھرے دلوں میں ایک پُر درد تحریر جسے ہر نوجوان اہل دل نے سراہا ہے۔ نسیم کے افسانوں کا اچھوتا مجموعہ۔ قیمت دو روپے

ستارۂ صبح

دنیا کے ہر ملک کے بہترین افسانہ نگاروں کے ایک ایک عشق و محبت میں ڈوبا ہوا افسانہ منتخب کر کے اس کتاب میں پیش کیا ہے۔ قیمت عہ

شہنشاہیت

جدید سرمایہ داری کی مکمل تاریخ شہنشاہیت کی حقیقت۔ اس کی تاریخ اور کارناموں کی تفصیل اور اس کے نتائج و اثرات پر اردو میں پہلی کتاب ہے ۲۰۰ صفحے۔ خوبصورت گردپوش۔ قیمت دو روپے۔

شکست

کرشن چندر کا سب سے بہترین ناول جو ہمارے افسانوی ادب کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ شکل ہے گزشتہ دس سال میں اس سے بہتر ناول نہیں لکھا گیا۔ قیمت تین روپے۔

غالب کے لطیفے

انتظام اللہ شہابی نے غالب کے لطیفوں کو نہایت حسین انداز سے مرتب کیا ہے۔ جن میں مزاح [illegible] کی چاشنی غالب کے سلجھے ہوئے مذاق کا اصلی نمونہ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ آپ کو بغیر ہنسائے نہ رہے گی۔ قیمت ایک روپیہ۔

فلمستان کی پریاں

مشہور ہیروئنوں، ایکٹریسوں اور ڈائرکٹروں کے حالات زندگی پرائیوٹ پتے اس کتاب میں درج ہیں۔ جابجا فوٹو بھی ہیں۔ ۲۰۰ صفحے۔ قیمت عہ

ملنے کا پتہ:- دفتر رسالہ خاتون مشرق اردو بازار دہلی

www.taemeernews.com

افسانہ

آہ!

بلقیس علوی ایم۔ اے۔ لاہور

شروع اکتوبر کا مہینہ تھا۔ موسم کافی خوشگوار تھا۔ تقریباً شام کے چھ بجے ہوں گے۔ میں کار لے کر آبادی سے دور نکل گیا۔ سورج مغرب کی وادیوں میں گم ہونے کے لئے خراماں خراماں محو سفر تھا۔ دنیا کو جوبن دے کر برسات رخصت ہو رہی تھی۔ سوکھے سوکھے درخت پھر سے ہرے ہو گئے۔ کلیوں سے شراب مستی ٹپکنے لگی۔ رنگین فضائیں جھوم جھوم کر پھولوں کا منہ چوم رہی تھیں۔ میں ایسی حسین شام کی دلفریبیوں میں کھو کر دنیا و مافیہا سے بے خبر نہ جانے کدھر سے کدھر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد ماہتاب کی پُر نور کرنیں سطح زمین کو منور کرنے لگیں۔ مناظر قدرت سے لطف اندوز ہونا بہت ہی روح پرور شغل ہے۔ اور میرا تو دنیا وی ہنگامہ آرائیوں سے دور تخیلی رفعتوں میں اُڑنا محبوب ترین شغل ہے۔ میں ان سبزہ زاروں سے لطف اندوز ہوتا ہوا جا رہا تھا۔ دماغ میں خیالات اس طرح گھوم رہے تھے جیسے بھنور میں پانی رقص کر رہا ہو۔ اور تصورات کی گہرائیوں سے یادیں اس طرح اُبھر رہی تھیں جیسے دریا کی ہلکی ہلکی لہروں پر کوئی کشتی چلی آ رہی ہو۔ ایک دھکے نے تصورات کی دنیا سے واپس بلا لیا۔ کار خراب ہو گئی تھی۔ اور مجھے اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ یہ کونسی جگہ ہے۔ آبادی سے کتنی دور ہوں۔ ادھر اُدھر نظر دوڑائی لیکن سوائے جنگل کے اور کچھ نظر نہ آیا۔ بہت پریشان ہوا۔ بہت غور سے دیکھنے پر ایک طرف مجھے کچھ روشنی سی نظر آئی۔ میں اسی طرف چل دیا تاکہ یہ تو معلوم ہو جائے کہ میں کس جگہ ہوں؟ تھوڑی دور چل کر میں نے دیکھا کہ ہلکی سی روشنی ایک مکان کی کھڑکی سے آ رہی ہے۔ کھڑکی کے قریب جا کر میں ٹھہر گیا۔ اندر سے آہستہ آہستہ باتوں کی آواز آ رہی تھی۔ اور انداز گفتگو بہت رازدارانہ معلوم ہوتا تھا۔ میں نے اندر دیکھنے کی کوشش کی۔ کھڑکی اگرچہ بند تھی۔ لیکن ایک چھوٹی سی درز نے مجھے اندر کی طرف دیکھنے میں مدد دی۔ میں نے دیکھا کہ سامنے پلنگ پر ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ اگرچہ حسین نہ تھی۔ لیکن دلکش ضرور تھی۔ اس کے سُرخ و سفید چہرے پر سنہرے گھونگھر والے بال بکھرے ہوئے تھے۔ لڑکی کے چہرے سے فکر و پریشانی کے آثار نمایاں تھے۔ اور پلنگ کے پاس ہی کرسی پر ایک مرد بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں لالٹین تھی۔ جس کی دھیمی دھیمی روشنی کھڑکی کے بالائی حصے سے باہر آ رہی تھی۔ مرد کی کھڑکی کی طرف پیٹھ تھی اس لئے میں اُس کی شکل نہ دیکھ سکا۔ لیکن گفتگو سننے کی کوشش کی لیکن میں کچھ نہ سمجھ سکا۔ ابھی میں یہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح پکاروں۔ کہ اچانک برابر والے کمرے سے خوفناک چیخوں کی آواز آئی۔

چیخیں اس قدر خوفناک اور ڈراؤنی تھیں کہ میں سر سے پاؤں تک کانپ گیا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی کو چیختے چیختے گلا بیٹھ گیا ہے۔ مرد فوراً اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اور لڑکی کا چہرہ زعفران سے زیادہ زرد ہو گیا۔ مجھ پر بھی دہشت طاری ہوئی کہ میرا وہاں ٹھیرنا مشکل ہو گیا۔ اور میں سیدھا اپنی کار میں آ کر بیٹھ گیا مارے خوف کے بُری حالت ہو رہی تھی۔ اگرچہ میرے پاس بندوق تھی۔

www.taemeernews.com

پھر بھی سر سے پاؤں تک کانپ رہا تھا۔ جنگل بیابان، چاروں طرف سناٹا۔ دل چاہتا تھا کہ کار سے سر دے کر ماروں۔ کمبخت کس جگہ خراب ہوئی ہے۔ تمام رات کار میں بیٹھا ہوا خوف سے تھر تھر کانپتا رہا۔ خدا نہ کرے کہ زندگی میں پھر کبھی ایسی رات آئے۔

آخر خدا خدا کر کے صبح ہوئی اور شہنشاہ مشرق نے اپنا ضیابخش چہرہ دکھا کر میرا خوف دور کیا۔ میں ہاتھ میں بندوق لے کر پھر اسی مکان کی طرف چل دیا۔ لیکن کافی دور چلنے کے بعد بھی کہیں مکان نہ نظر آیا۔ البتہ وہاں پر ایک قبرستان ضرور تھا۔ چاروں طرف دیکھا لیکن مکان کا کچھ پتہ ہی نہ چلا۔ جدھر منھ اٹھا کر دیکھتا جنگل ہی جنگل تھا۔ میں حیران و پریشان کھڑا سوچ رہا تھا کہ یاالٰہی کیا کسی طلسم میں پھنس گیا ہوں۔ کہ کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ بچے بھاگے ہوئے قبریں پھاندتے ہوئے میری طرف آرہے ہیں۔

"بابوجی! بابوجی!! انہیں نہ مارنا۔" یہ کہتے ہوئے بچے میرے اردگرد جمع ہو گئے۔ میں حیران ہو کر بچوں کو دیکھنے لگا۔

ایک بچہ اوپر درخت کی طرف اشارا کرتے ہوئے بولا۔

"بابوجی ان کبوتروں کا شکار نہ کرنا۔ یہ دو پریمیوں کی روحیں ہیں۔"

میں نے اوپر دیکھا درخت پر دو نہایت ہی خوبصورت کبوتر بیٹھے تھے۔

"تم سب کہاں سے آئے ہو؟" میں نے ایک بچے سے پوچھا۔

"قبرستان کے دوسری طرف ایک گاؤں ہے۔ ہم سب وہاں سے اس طرف کھیلنے آئے تھے۔" ایک بچے نے جواب دیا۔

"یہ تمہیں کس نے بتایا کہ یہ پریمیوں کی روحیں ہیں؟" میں نے پھر سوال کیا۔

"بابوجی یہ تو سارا گاؤں جانتا ہے۔ ہماری مسجد میں جو خان بابا رہتا ہے۔ وہ جب ان پریمیوں کی کہانی سناتا ہے تو میرے باپو بھی رو پڑتے ہیں۔" ایک چھوٹے سے لڑکے نے جواب دیا۔

"اچھا ہم نہیں ماریں گے جاؤ تم سب کھیلو۔" میں نے یہ کہکر گاؤں کی طرف رخ کیا۔ رات کے واقعہ نے اور ان بچوں کی باتوں نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ اور غیر ارادی طور پر میرے قدم گاؤں کی مسجد کی طرف اٹھنے لگے۔

چھوٹی سی مسجد تھی۔ میں اندر داخل ہوا۔ ایک سفید ریش بزرگ تسبیح خوانی میں مصروف تھا۔ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔

"کیسے آئے ہو بیٹا؟" بڈھے نے میری طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"رات میں اس طرف سے گذر رہا تھا کہ میری کار خراب ہوگئی۔" اور پھر میں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔

بڈھا کسی گہرے سوچ میں پڑ گیا۔ اور تھوڑی دیر بعد بولا۔

"کل کیا تاریخ تھی بیٹا؟"

"پندرہ اکتوبر۔"

بڈھے کے چہرے پر زردی چھاگئی۔ "تم راستہ بھول گئے ہوگے بیٹا۔ یہیں کہیں کوئی مکان ہوگا؟" یہ کہتے ہوئے ایک دبی سی آہ اس کے منھ سے نکل گئی۔ میں سمجھ گیا کہ ضرور اس کے سینہ میں کوئی بڑا راز پوشیدہ ہے۔

"نہیں بابا رات ٹھیک اسی جگہ مکان تھا جس جگہ قبرستان ہے۔" میں نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

بڈھا خاموش ہوگیا۔

"کیوں بابا کیا آپ میری پریشانی کو دور نہ کر سکیں گے؟"

"یہ ایک دردناک داستان ہے کیا کروگے سن کے بیٹا؟" بڈھے نے حسرت بھری نظروں سے میری طرف دیکھا۔

"نہیں بابا میں ضرور سنوں گا۔ ورنہ میری حیرانی و پریشانی زندگی بھر دور نہ ہوگی۔"

"میں ابھی تک قبرستان پر نہیں گیا۔ چلو وہیں چلکر سناؤں گا۔" بڈھا بولا۔

"کیا آپ ہر روز قبرستان میں جاتے ہیں بابا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں بیٹا میری زندگی تو اسی طرح گذرتی ہے۔ مسجد سے قبرستان اور قبرستان سے مسجد۔"

ہم دونوں اٹھ کر قبرستان کی طرف گئے۔ اور اسی درخت

www.taemeernews.com

کے نیچے بیٹھ گئے۔ جس پر کبوتر بیٹھے ہوئے تھے۔ بڈھا کچھ دیر کبوتروں کی طرف دیکھتا رہا۔ اور پھر اُس نے کچھ فاصلہ پر ایک اور درخت تھا۔ اس پر نظر ڈالی۔ درخت کی چوٹی پر ایک مکروہ گدھ اپنی گردن پَروں میں چھپائے ہوئے بیٹھا تھا۔ بڈھا درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ چہرے پر حسرت چھائی ہوئی تھی۔ میں نہایت بیتابی سے بڈھے کا منھ تک رہا تھا کہ دیکھئے کیا بولتا ہے۔ بڈھے نے ایک ٹھنڈا سانس بھر کر کہنا شروع کیا۔

"ایک تھی لڑکی .... اور .... ایک تھا لڑکا ......"

بڈھا رُک رُک کر بولا "لڑکی کو سب منجھ کہتے تھے اور لڑکے کا نام شکیل تھا۔ میں ہمیشہ شکیل کے ساتھ رہتا تھا اور ان کا کھانا وغیرہ پکا دیا کرتا تھا۔ مجھے شکیل سے بہت پیار تھا۔ میں انہیں اپنے بیٹے کی طرح چاہتا تھا۔ میرا شکیل بہت بھولا اور معصوم تھا۔ بہت نیک اور سعادت مند، زبان کا سچا اور وعدہ کا پکا لڑکا تھا۔ لیکن اس میں ایک کمزوری تھی۔ آہ! صرف ایک کمزوری" یہ کہتے ہوئے بڈھے کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ بہت ضعیف الاعتقاد تھا۔ اپنے دماغ سے کام نہ لیتا تھا۔ سوچ بچار کی بالکل عادت نہ تھی۔ بغیر سوچے سمجھے زندگی کے اہم ترین فیصلے کر ڈالتا۔ اگر کسی معاملہ میں ذرا پیچیدگی نظر آئی تو روپیہ زمین پر پھینکا۔ اگر سیدھی طرف ہوتی تو کام کر لیا جاتا ورنہ نہیں۔ مجھے ان کی ایسی باتیں بہت بُری معلوم ہوتی تھیں۔ اور میں اکثر سمجھایا کرتا کہ خدا نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اسے سوچنے سمجھنے کی قوت عطا کی ہے جس سے دیگر جاندار عاری ہیں۔ جب قدرت نے انسان کو ایسی بے بہا نعمت عطا کی ہے۔ تو اسے چھوڑ کر توہمات پر بھروسہ کرنا کہاں کی عقلمندی ہے" "اونہہ خان بابا سوچ بچار کے جھگڑوں میں کون پڑے" اور مسکرا کر خاموش ہو جاتے۔

ان کی بہنیں تو کئی تھیں۔ لیکن ایک بہن اُن کے ساتھ رہتی تھی جس کا نام فلک تھا۔ یہ نام اس کے لئے بہت ہی موزوں تھا۔ جس طرح فلک کج رفتار کسی کو خوش حال نہیں دیکھ سکتا۔ اور ہر روز نت نئے ظلم ڈھاتا ہے۔ اسی طرح اس کے لئے بھی کسی کو خوش دیکھنا ناممکن تھا۔ اس کا رنگ بہت سفید تھا۔ اور خون اس سے بھی زیادہ سفید تھا۔ میں نے کبھی اسے کسی کے ساتھ محبت سے پیش آتے نہیں دیکھا۔ وہ اکثر کہا کرتی تھی کہ مجھے جانوروں سے بہت نفرت ہے۔ لیکن میں دیکھتا تھا کہ اسے انسانوں سے اس سے بھی زیادہ نفرت تھی۔ رشک و حسد کی پُتلی تھی۔ بہت کم ظرف اور کمینہ خصلت لڑکی تھی۔ کسی کی عزت کی اس کے نزدیک کچھ اہمیت نہ تھی۔ شاید ایسے ہی لوگوں کے لئے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

اوروں کی وہ عظمت کیا جانیں کم ظرف جو انساں ہوتے ہیں

"کیا شکیل اور فلک دونوں حقیقی بھائی بہن تھے؟" میں نے بات کاٹ کر پوچھا۔

"ہاں سنتا تو یہی ہوں کہ دونوں حقیقی بہن بھائی تھے۔ لیکن دونوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ دونوں ایک دوسرے کی ضد تھے۔ شکیل کی کسی نے آواز بھی نہیں سُنی تھی۔ لیکن فلک جب صحن میں کھڑے ہو کر اپنی گرجدار آواز سے چیخا کرتی تو ہمسایوں کے بچے لحافوں میں گھس جاتے تھے۔ منجھ فلک کے ساتھ پڑھتی تھی۔ اور اکثر اس کے پاس گھر بھی آیا کرتی تھی۔ بہت پیاری لڑکی تھی بیٹا" بڈھے نے ایک آہ سرد بھر کر کہا۔

"سنہرے بالوں والی منجھ، گلابی گالوں والی منجھ، جب دروازہ سے مسکراتی ہوئی آتی۔ تو مجھ غمزدہ بڈھے کو بھی یوں محسوس ہوتا کہ ابھی اس دنیا میں کچھ دلکشی باقی ہے۔ بہت ہی خوش مزاج اور ملنسار تھی۔ میں منجھ کو بھی کچھ شکیل سے کم نہ چاہتا تھا" بڈھے کے آنسو بہہ کر داڑھی تک آ گئے اور مجھے ایسا معلوم ہوا کہ جیسے کبوتر بھی غور سے سُن رہے ہیں۔ اُس نے اپنے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے کہا "یہ تو مجھے معلوم نہیں کہ کب سے ...... اور کیسے؟ لیکن اتنا ضرور جانتا ہوں کہ منجھ کو شکیل سے اور شکیل کو منجھ سے ایک لامحدود اور غیر فانی محبت تھی۔ جب منجھ آتی تو شکیل کا چہرہ فرطِ مسرت سے جگمگا اٹھتا"

"ایک دفعہ منجھ کسی مجبوری میں کچھ عرصے کے لئے ہمارے گھر آ گئی تھی۔ اگلے روز وہ جانے والی تھی۔ میں نے دیکھا کہ اس رات شکیل منجھ کے کمرے میں گئے۔ میں برابر والے کمرے میں سوتا تھا۔ دروازے میں ایک چھوٹی سی درز تھی۔ میں نے دیکھا کہ شکیل منجھ کے پلنگ کے پاس

ایک کرسی پر بیٹھ گئے۔ ان کے ہاتھ میں لالٹین تھی۔ میں حیران ہو کر بڈھے کا منھ تکنے لگا۔ اور ایک سنسنی سی میرے سارے جسم میں دوڑ گئی۔

"منجھو میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں" شکیل نے کہا اور ان کی پیشانی پر پسینے کے قطرے چمک رہے تھے۔

"مجھے معلوم ہے جو کچھ تم کہو گے۔ لیکن بھونرے پھولوں کا رس چوس کر اڑ جاتے ہیں شکیل"

"نہیں منجھو تم بھول رہی ہو سب انسان دنیا میں ایک جیسے نہیں ہوتے۔ اگر بھونرے پھولوں کا رس چوس کر اُڑ جاتے ہیں تو کیا پروانے شمع پر نثار نہیں ہو جاتے"

"شکیل مردوں کا پیار ایک وقتی جذبہ ہوتا ہے۔ جو طوفان کی طرح آتا ہے۔ اور چلا جاتا ہے۔ لیکن برعکس اس کے عورت کا پیار ایک رستا ہوا ناسور ہے۔ جس طرح فاختہ تیر کے زخم کو پروں میں چھپا کر گھل گھل کر مر جاتی ہے۔ اسی طرح عورت اس ناسور کو قبر میں ساتھ لے کر چلی جاتی ہے"

"آہ منجھو تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ شکیل نے پہلی اور آخری بار ایک عورت کو چاہا اور وہ تم ہو" شکیل نے ایک حسرت بھری نظر منجھو کے چہرے پر ڈالتے ہوئے کہا

"چند روز بعد تمہارا دل بھر جائے گا۔ نگاہیں پھر جائیں گی۔ آہ پھر میرا اس دنیا میں کون ہوگا" منجھو غمگین لہجہ میں بولی۔

"منجھو شکیل تمہارا ہے۔ اور ہمیشہ تمہارا رہے گا۔ شکیل کے الفاظ پتھر کی لکیر ہیں"

"میری زندگی میں تین شخص آئے لیکن ...."

"کیا ہوا اگر ہزار بھی آئے ہوں۔ جب انسان نئی زندگی شروع کرتا ہے تو اسے گزشتہ حالات کو بھلا دینا چاہیئے" شکیل نے منجھو کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ ان کے چہرے پر ایک بھادرانہ مسرت کھیل رہی تھی۔ میرا دل چاہا کہ میں شکیل کا منھ چوم لوں۔ اور منجھو بھی کچھ حیران سی ہو کر شکیل کی طرف دیکھنے لگی۔ وہ پھر بولی۔

"میری زندگی میں تین شخص آئے لیکن آہ میرے جیون کی نیا آج بھی اسی طرح بے سہارے ہے"

"لیکن منجھو تم یہ نہ سمجھنا کہ جس طرح تین آکر چلے گئے ایسے ہی چوتھا بھی چلا جائیگا" شکیل بولے۔

"مجھے ان کے جانے کا بہت رنج ہوا تھا۔ تم کیا جانو شکیل عورت کے احساسات کتنے گہرے ہوتے ہیں" منجھو نے درد بھری آواز میں کہا۔

"چھوڑو ان باتوں کو منجھو۔ یہ بتاؤ تم زندگی بھر میرا ساتھ دو گی؟ لیکن یہ یاد رہے جو کچھ آج منھ سے نکلے وہ پتھر کی لکیر ہو۔ اپنے الفاظ پر تمام عمر قائم رہنا"

"انشاءاللہ میں تو اپنے الفاظ پر قائم رہوں گی۔ لیکن شکیل چند دنوں میں تم ہی اپنے الفاظ بھول جاؤ گے۔ مردوں کی فطرت ایسی ہی ہوتی ہے"

"منجھو تم شکیل کو عام مردوں جیسا نہ سمجھو۔ شکیل ایک چٹان ہے۔ شکیل کے الفاظ پتھر کی لکیر ہیں"

"لیکن شکیل فلک ہرگز خوش نہ ہوگی" منجھو بولی۔ کیونکہ وہ فلک کی کمینہ فطرت سے خوب واقف تھی۔

"تمہیں میرے ساتھ رہنا ہے منجھو۔ فلک کے ساتھ نہیں رہنا۔ شکیل اپنے عزم سے تمام مخالفتوں کا منھ موڑ سکتا ہے"

منجھو کسی گہری سوچ میں پڑ گئی۔ پھر ذرا دیر بعد بولی "شکیل مجھے معلوم نہ تھا کہ تم اس قدر فراخ دل ہو۔ تمہارے خیالات اتنے بلند ہیں۔ میں زندگی بھر تمہارے ساتھ رہوں گی۔ مجھے ایسے ہی وفادار ساتھی کی ضرورت تھی" شکیل کے چہرے پر مسرت کی ایسی چمک پیدا ہوئی۔ آہ! جو اس کے بعد پھر میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ شکیل نے منجھو اور منجھو نے شکیل کا ہاتھ پکڑ لیا۔ میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی۔ مجھے شکیل بہت پیارا تھا۔ اور منجھو اس سے بھی زیادہ۔

فلک کو جب معلوم ہوا کہ شکیل منجھو کے کمرے میں ہے تو اس نے نہایت خوفناک چیخیں مارنی شروع کر دیں۔ شکیل اٹھ کر دوسرے کمرے میں چلے گئے۔ اور منجھو کا چہرہ زعفران سے زیادہ زرد ہو گیا یہی وہ واقعہ ہے جو تم نے رات قبرستان میں دیکھا۔ کل اکتوبر کی پانچ تاریخ تھی۔ اور یہ بھی اکتوبر کی پانچ تاریخ کا واقعہ ہے"

www.taemeernews.com

"آگے سناؤ بابا" میں نے کہا۔

"تم سُن نہ سکو گے بیٹا بہت دردناک ہے" بڈھے نے ایک آہ سرد بھر کر کہا۔

"نہیں بابا میں ضرور سنوں گا" میں نے اصرار کیا۔ بڈھے نے کہنا شروع کیا۔ "دوسرے دن منجھو چلی گئی۔ شکیل اس کے جانے سے پہلے ہی دفتر جا چکے تھے۔ شام کو گھر آئے۔ تمام رات فلک اور شکیل میں باتیں ہوتی رہیں۔ لیکن میں کچھ نہ سمجھ سکا۔ باتوں کے دوران میں کئی بار فلک کے رونے کی بھی آواز آئی۔ رونا تو اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ صبح کو میں نے دیکھا کہ شکیل کا چہرہ اترا ہوا تھا اور وہ کسی گہری سوچ میں معلوم ہوتے تھے۔ دس بجے کے قریب فلک باہر گئی۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص کے ساتھ واپس آئی۔ یہ غزالی تھا۔ شہر کا ایک آوارہ نوجوان، بہت دیر تک تینوں میں کچھ باتیں ہوتی رہیں۔ پھر غزالی اُٹھ کر چلا گیا۔ شکیل سر جھکائے بیٹھے تھے۔ چھن سے زمین پر روپیہ گرنے کی آواز آئی۔ میں سہم گیا کہ ضرور کسی اہم معاملے کا فیصلہ ہو رہا ہے۔ شکیل پلنگ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ چہرے پر غم و غصہ کے آثار نمایاں تھے۔

اتنے میں کچھ آہٹ محسوس ہوئی۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا منجھو اپنی مخصوص ادا سے مسکراتی ہوئی آ رہی تھی۔

"خان بابا کیا کر رہے ہو؟" یہ کہتی ہوئی میرے پاس سے گزر کر شکیل کے کمرے میں چلی گئی۔

"منجھو دور ہو جاؤ میرے سامنے سے" شکیل نے چیخ کر کہا

"شکیل!" منجھو حیران ہو کر منھ تکنے لگی۔

"مجھے اپنے عزیز و اقربا میں رہنا ہے۔ میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا"

"شکیل!"

"تم بدنام ہو، آوارہ ہو"

"شکیل!"

"تم سارے شہر میں بدنام ہو"

"شکیل!"

"تم ساری دنیا میں بدنام ہو"

"شکیل!"

"تمہارے ایک وقت میں کئی لوگوں سے بُرے تعلقات رہ چکے ہیں"

"شکیل ایسا نہ کہو"

"میرے پاس تمہارے جرم کے بے شمار ثبوت موجود ہیں"

"شکیل میں نے کوئی جرم نہیں کیا"

"اب مجھے دنیا کی کوئی طاقت یقین نہیں دلا سکتی"

"شکیل تم بے وجہ شبہ کر رہے ہو"

"مجھ سے آئندہ ملنے کی کبھی کوشش نہ کرنا"

"شکیل ....!"

"دور ہو جاؤ"

"رحم کرو میرے اوپر"

"دور ہو جاؤ،"

"شکیل تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

"دور ہو جاؤ۔ نکل جاؤ"

آہ منجھو ایک لفظ کہے بغیر دور ہو گئی اور پھر کبھی نہ آئی۔ میں نے دیکھا شکیل کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اور فلک کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ میری آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ میرا خیال تھا کہ شکیل کو بعد میں بہت رنج ہوگا۔ لیکن میری حیرت کی انتہا ہو گئی۔ جب میں نے دیکھا کہ شکیل فلک کو ساتھ لے کر پکچر دیکھنے چلے گئے۔ میرے کانوں میں منجھو کے الفاظ گونجنے لگے کہ "تم بھی چند روز بعد اپنے الفاظ بھول جاؤ گے۔ کیونکہ مردوں کی فطرت ہی ایسی ہوتی ہے" مجھے کچھ دیر کے لئے اپنی جنس سے نفرت ہو گئی۔ کیا واقعی مردوں کی ایسی ہی فطرت ہوتی ہے؟ نہیں میں بھی تو ہوں۔ ساری جوانی شتّو کی یاد میں گذار دی۔ کبھی کسی عورت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔

شکیل حسبِ معمول روزمرہ کے کاموں میں مشغول ہو گئے۔ جب فلک اور شکیل ہنس ہنس کر باتیں کرتے تو میرے دل پر ایک سانپ سا لوٹ جاتا۔ لیکن مجھے امید تھی کہ ایک دن فلک کی چالبازی کا ملمع اتر ہی جائے گا۔

کچھ دنوں بعد میں نے محسوس کیا کہ شکیل کچھ کھوئے کھوئے سے رہتے ہیں۔ وہ اکثر آرام کرسی پر بیٹھ کر گھنٹوں سوچا کرتے۔ اور سگریٹ کے دھوئیں میں نہ جانے کیا تلاش کرتے۔

کبھی کبھی میں کہتا کہ یہاں تمہاری زندگی بہت اُداس ہے۔ کوئی جیون ساتھی تلاش کرو۔ تو ان کے چہرے پر زردی سی چھا جاتی۔ اور وہ ایک دلخراش مسکراہٹ کے ساتھ دوسری طرف منھ پھیر لیتے۔

اس گاؤں میں منجھو کی کچھ زمین تھی۔ وہ شہر سے اُس گاؤں میں آکر رہنے لگی۔ اور یہیں پر اس نے ایک اسکول کھول لیا تھا۔ اسی طرح دس سال کا طویل عرصہ گذر گیا۔"

"دس سال؟" میں کچھ حیران سا ہو کر بڈھے کا منھ تکنے لگا۔

"ہاں دس سال" بڈھے نے ایک ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ "میں اکثر منجھو کے پاس جایا کرتا تھا۔ اور وہ اسی طرح مسکرا کر میرا خیر مقدم کرتی۔ کبھی میں شکیل کا ذکر کرتا تو وہ کہتی۔ خان بابا یہ زمانہ کے ہیر پھیر ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ایک دن وہ ضرور آئیں گے انہوں نے کہا جو تھا کہ منجھو یہ نہ سمجھنا کہ جیسے تین آکر چلے گئے ایسے ہی چوتھا بھی چلا جائیگا۔ اور منجھو کے چہرہ پر اُداسیوں کی گھٹائیں چھا جاتیں۔"

"بابا تم نے فلک کے متعلق کچھ نہیں بتایا" معاً مجھے خیال آیا اور میں نے پوچھا۔

"بیٹا اس کی ایک جگہ شادی ہو گئی تھی۔ لیکن شوہر کے ساتھ نبھ نہ سکی۔ اور کچھ روز کے بعد طلاق ہو گئی۔ پھر وہ آکر شکیل کے پاس رہنے لگی۔ لیکن اُس کی صحت کافی گر چکی تھی اور تھوڑے ہی دنوں بعد وہ فوت ہو گئی۔ اُس روز میں منجھو کے پاس گیا اور فلک کے انتقال کی خبر سنائی۔ وہ بہت رنجیدہ ہوئی اور کہنے لگی کہ آج میں نے اس درخت پر علی الصبح گدھ کو بیٹھے دیکھا ہوا تھا۔ تو میں سہم گئی کیونکہ میں نے اکثر بڑی بوڑھیوں کو کہتے سُنا ہے کہ صبح کو گدھ دیکھنا بہت بُرا شگون ہے۔" میں نے درخت کی طرف دیکھا گدھ اب بھی وہاں پر بیٹھا ہوا تھا۔ معاً مجھے خیال آیا کہ کہیں یہ گدھ فلک کی رُوح نہ ہو۔ کیونکہ اکثر بزرگوں سے سُنا تھا کہ بد روحیں ایسے ہی مکروہ جانوروں میں تبدیل ہو جاتی ہیں" میں اور بڈھا دونوں درخت کی طرف دیکھنے لگے۔ جہاں اب بھی ایک مکروہ گدھ بیٹھا ہوا تھا۔

"ایکدن میں منجھو سے ملنے گیا" بڈھے نے پھر کہنا شروع کیا۔ "تو وہ صحن میں بیٹھی ہوئی ہارمونیم پر بڑی دردناک لَے میں گا رہی تھی ؎

بہارِ جانفزا، بلبل کے نغمے، چاندنی راتیں
ہر اک شے آنے والی آگئی کیا تم نہ آؤگے؟

منجھو کی عمر کافی ہو گئی تھی۔ اور اس کے سر میں بہت سے سفید بال بھی آگئے تھے۔ یہ دیکھکر مجھے رنج ہوا۔ میری آنکھوں میں آنسو آگئے میں نے کہا۔ بیٹی! تم کب تک اپنی جوانی کے سنہرے دن یوں خاک میں ملاتی رہو گی؟"

"خان بابا محبت جوانی اور بڑھاپے کی قید سے آزاد ہے محبت کالے اور سفید بالوں کے جھگڑے سے بہت بلند چیز ہے۔ وہ ایکدن ضرور آئیں گے۔ انہوں نے کہا جو تھا کہ "منجھو یہ نہ سمجھنا کہ جیسے تین آکر چلے گئے ایسے ہی چوتھا بھی چلا جائے گا" یہ کہتے ہوئے منجھو نہ جانے خلا میں کیا تلاش کرنے لگی۔

شہر میں طاعون پھیلا اور ایسا پھیلا کہ شہر ویرانہ معلوم ہونے لگا۔ تندرستوں سے بیمار زیادہ اور بیماروں سے کہیں زیادہ لاشیں تھیں۔ میں اور شکیل دن رات شہر میں گھومتے۔ اور بیماروں کی تیمار داری کرتے۔ آہ خدا نہ دکھلائے ایسا سماں۔ مرنے والے زیادہ اور رونے والے کم تھے۔ زندگی کی اتنی ارزانی کبھی نہ دیکھی تھی۔ ہر گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ ہمیں اپنے سر پاؤں کا کچھ ہوش نہ تھا۔ دن رات بیماروں کی دیکھ بھال میں گذر جاتے۔

ایکدن ہم چھوٹے سے ہسپتال میں گئے۔ جگہ کم تھی اور بیمار کھچا کھچ بھرے ہوئے تھے۔ میں اور شکیل بیماروں کے حلق میں چمچوں سے دودھ ڈالتے جا رہے تھے۔ کہ میاں شکیل ایک بیمار کے قریب جاکر ٹھٹھک گئے۔ آہ یہ مرزا آلی تھا جو بیکسی کے عالم میں دم توڑ رہا تھا۔

www.taemeernews.com

"غزالی!" میاں شکیل نے پکارا۔
غزالی نے آنکھیں کھولدیں "شکیل تم؟ آہ شکیل مجھے معاف کردو۔ میں تمہارا گنہگار ہوں۔ میں نے تمہاری زندگی برباد کی۔ منجھو کی زندگی برباد کی۔ میں نے منجھو کو پانے کی بہت کوشش کی۔ ذلیل ترین طریقے اختیار کئے۔ لیکن آہ میں کامیاب نہ ہوسکا۔ مجھے معاف کردو شکیل، میری روح گناہوں کے بوجھ سے دبی جارہی ہے۔ میں نے تمہارے اور منجھو کے درمیان ایک دیوار حائل کرنے کی کوشش کی۔ آہ شکیل......" اتنا کہتے ہوئے غزالی پر غشی طاری ہوگئی۔ اور شکیل سب کچھ چھوڑ بے تحاشا وہاں سے بھاگے۔ تھوڑی دیر میں گھر آیا۔ میں نے دیکھا شکیل پلنگ پر بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ میں نے ہوش میں لانے کی کوشش کی۔ لیکن ان پر دیوانوں جیسی کیفیت طاری تھی۔ تقریباً ایک ماہ تک شکیل بہت بیمار رہے پھر آہستہ آہستہ چلنے پھرنے لگے۔ لیکن ہر وقت بیحد غمگین رہتے ایکروز میں نے دیکھا کہ شکیل کپڑے بدل رہے ہیں۔ اور وہ فاختئی رنگ کا سوٹ نکالا جو منجھو کو بہت پسند تھا۔ اور اس بارہ سال کے عرصہ میں کبھی وہ سوٹ نہ پہنا تھا۔ اُس روز شکیل پورے بارہ برس بعد منجھو کے پاس گئے۔ اور مجھے بڑوں کی کہاوت یاد آگئی۔ کہ بارہ برس بعد تو گوڑی کے دن بھی پھر جاتے ہیں۔

یہ تو مجھے معلوم نہیں بیٹا کہ کیا کچھ باتیں ہوئیں۔ الغرض چھ اکتوبر کو شادی طے ہوگئی" بڈھے کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ "میں منجھو کے پاس گیا وہ بہت خوش تھی۔ مجھے دیکھکر کہنے لگی "دیکھو خان بابا میں کہتی نہ تھی کہ ایکدن وہ ضرور آئیں گے" میں نے ہنس کر کہا۔ ہاں، بیٹی تو جیتی خدا تجھے مبارک کرے۔ منجھو کی آنکھوں میں ایک غیر معمولی چمک پیدا ہوگئی۔ ایک خوفناک چمک۔

۵ اکتوبر کی رات کو میں کسی کام سے اوپر گیا۔ تو مجھے دو شخص تالاب کی طرف جاتے ہوئے نظر آئے۔ میں نے غور سے دیکھا۔ تو وہ شکیل اور منجھو تھے۔ منجھو کو چاندنی راتوں سے پیار تھا۔ وہ اکثر چاندنی راتوں میں تالاب کے کنارے جایا کرتی تھی۔ شکیل اور منجھو دونوں تالاب کے کنارے سیڑھیوں پر بیٹھ گئے۔

چودھویں رات کا چاند اپنی نورانی کرنوں سے روئے زمین کو منور کر رہا تھا۔ تالاب کا پانی چاندنی میں سیماب کی طرح چمک رہا تھا۔ منجھو نے اٹھ کر پانی میں جھانکا۔ وہ اکثر پانی میں چاند دیکھا کرتی تھی اور پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ ایک دلکش راگ نے مجھے عرش بریں پر پہنچا دیا۔ یہ منجھو کی آواز تھی۔ وہ نہایت ہی سُریلی آواز سے گا رہی تھی ؎

کاغذ کی تھی وہ ناؤ ہم جس پہ جا رہے تھے
وہ ریت تھی جہاں پر ہم گھر بنا رہے تھے

منظر اس قدر دلکش تھا کہ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت اس سے بہتر سین پیش نہیں کرسکتی۔ ایسی حسین رات میں بہت سی بھولی بسری یادیں میرے دل میں تازہ ہوگئیں۔ شبو کا معصوم چہرہ آنکھوں کے سامنے آگیا۔ اور میں نہ جانے کن حسین خیالات میں کھو گیا۔

ایک دھماکہ، میں چونک پڑا "منجھو" ایک دردناک چیخ! یہ شکیل کی آواز تھی۔ جو نہ جانے دل کی کن گہرائیوں سے نکلی تھی۔ اور پھر دھماکہ۔ فضا میں سناٹا چھا گیا۔ اُف انتقام! ایک خوفناک انتقام!!۔

منجھو نے شکیل سے انتقام لیا" یہ کہتے ہوئے بڈھا زار و قطار رونے لگا۔ میں بھی آبدیدہ ہوگیا۔

بڈھا پھر بولا "میں بھاگا، نیچے آیا۔ نیچے اور بھی نوکر بیٹھے ہوئے تھے، مجھے بھاگتا دیکھکر وہ بھی میرے پیچھے بھاگے۔ آہ سارا تالاب چھان مارا لیکن کہیں پتہ نہ چلا۔ صبح کو میں پھر تالاب پر آیا۔ اُف ایسا رُوح فرسا نظارہ دیکھا کہ میرا سارا جسم پتے کی طرح کانپنے لگا۔ منجھو اور شکیل کی لاشیں اوپر آگئیں تھیں۔ اور یہ گدھ شکیل کا گوشت نوچ نوچ کر کھا رہا تھا۔ اس وقت مجھے یقین ہوگیا۔ کہ یہ گدھ ضرور فلک کی رُوح ہے۔ جس نے زندگی میں شکیل کی آرزوؤں کے خون سے پیٹ بھرا اور مرنے کے بعد اس کے گوشت سے۔ میں نے دونوں لاشوں کو دفن کیا۔ وہ دونوں قبریں ہیں" بڈھے نے دونوں قبروں کی طرف اشارا کرتے ہوئے کہا۔

اس سے اگلے روز سے یہ دو کبوتر ہمیشہ اس درخت پر دیکھتا ہوں۔ شاید ایسا ہو یا نہ ہو لیکن میرا عقیدہ ہے کہ یہ کبوتر شکیل اور

www.taemeernews.com

سمجھ کی روحیں ہیں۔ اور یہ مکروہ گدھ فلک کی روح ہے۔ اب میرا یہی شغل ہے کہ ان قبروں پر جھاڑو دیتا ہوں۔ پھول چڑھاتا ہوں۔ چراغ جلانے کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن چراغ نہیں جلتا۔ ایک چراغ جلا کر دوسرا جلاتا ہوں تو پہلا بجھ جاتا ہے"

بڈھے پر دیوانگی کی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ میں اسے اس کے حال پر چھوڑ کر کار کے پاس آیا۔ کار تھوڑی سی کوشش سے ٹھیک ہو گئی۔ رات کی بے آرامی کی وجہ سے دماغ بوجھل تھا۔ اور دل اس سے بھی زیادہ۔ ایک حسرت بھری نظر قبروں پر ڈال کر میں نے اپنی کار اسٹارٹ کر دی.....!

میرے سپنے

نامور افسانہ نگار خاتون پروفیسر مس کرشنا کماری ایم۔ اے کے بہترین افسانوں کا دلفریب مجموعہ۔ میرے سپنے کیا ہیں؟۔ زندگی کی اصلی تصویریں، محبت کے سچے نغمے، جوانی کی مسکراہٹیں، دوشیزگی کی انگڑائیاں ہر افسانہ اپنی جگہ شاہکار ہے۔ افسانوں کا یہ بہترین مجموعہ اردو ادب میں بالکل نئی چیز ہے۔ یوں تو کیا مرد کیا عورت سبھی خواب دیکھتے ہیں۔ لیکن ایک عورت کی آنکھوں میں جو خواب مسکراتے ہیں اُن کی شگفتگی، رنگینی اور دلفریبی کا کیا کہنا۔ مصنفہ کا دعویٰ ہے کہ میرے سپنے پر آپ کو حقیقت کا گمان ہوگا۔ کبھی آپ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر جائے گی۔ کبھی بے اختیار آنکھوں میں آنسو بھر آئیں گے۔ اور میرے بیشتر سپنوں پر آپ کو اپنے ہی خوابوں کا گمان ہوگا۔ کاغذ، کتابت، طباعت اعلیٰ۔ مجلد رنگین گرد پوش۔ قیمت فی جلد تین روپے۔

فلمی پریاں (باتصویر)

حسین جمیل فلم ایکٹریسوں کے سچے حالات اور فلمی مسوں کی زندگی کے سربستہ راز بے نقاب کئے گئے ہیں۔ اب اس کتاب کا نیا ایڈیشن نئی شان کے ساتھ بے دریغ روپیہ صرف کر کے خوشنما کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔

یہ کتاب سچے حالات وواقعات پر مبنی ہے جو اس سے پہلے کبھی شائع نہیں ہوئے۔ اس میں فلمی پریوں اور فلمی مسوں کی پُراسرار زندگی کو اس دلیری سے بے نقاب کیا گیا ہے کہ آپ پڑھ کر دنگ رہ جائیں گے۔ اس کتاب میں بیس سے زائد خوبصورت اور جوان فلم ایکٹریسوں کے حالات زندگی اور ساتھ ہی ان محبوب ایکٹریسوں کی دلکش اور نظر افروز تصاویر بھی آرٹ پیپر پر چھاپ کر شامل کی گئی ہیں۔ جس نے بھی اس کتاب کو پڑھا بہت پسند کیا۔ نیا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ بک رہا ہے۔ کاغذ اعلیٰ، کتابت عمدہ۔ مضبوط اور خوشنما جلد۔ سرورق رنگین اور کیف آگیں۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود قیمت صرف تین روپے۔ محصولڈاک علاوہ۔

سنگھار کمرے میں

جوانی مسکراتی ہے، حسن گنگناتا ہے، اور عشق مچلتا ہے۔ ملک کی نامور افسانہ نگار خاتون پروفیسر مس کرشنا کماری ایم۔ اے نے انہیں کیفیتوں کو دلکش افسانوں میں سمو دیا ہے۔ سنگھار کمرے میں، حسن و عشق کے ساز پر جوان دلوں کی دھڑکنوں کا دلنواز گیت ہے۔ جس کی ہر لَے میں کیف و سرور کی ایک دنیا اور جذبات کا ایک محشر انگڑائی لے رہا ہے۔ اس مجموعہ کا ہر افسانہ ایک دلدوز حقیقت ہے۔ جس کی ہر سطر میں مچلتے ہوئے جذبات کا طوفان ہے۔ تبسم سے کھلتے ہوئے پھولوں کا حسن ہے، گھٹتی ہوئی آہوں کا دھواں ہے۔ اور برستے ہوئے آنسوؤں کی نمی ہے۔ اردو ادب میں ایسی کتابیں بہت کم شائع ہوئی ہیں۔ کاغذ، کتابت، طباعت اعلیٰ، مجلد رنگین گرد پوش۔ قیمت فی جلد صرف دو روپے۔

ڈائری

جس میں کالج گرل، گریجویٹ دوشیزہ، طوائف، فلم ایکٹریس، کلرک، مصور، دیور، بھابی، ایکٹر وغیرہ کی چودہ عریاں ڈائریاں چھ نامور ادیبوں نے افسانوی انداز میں قلمبند کی ہیں۔ کاغذ نفیس، کتابت اعلیٰ، مضبوط خوشنما جلد مع گرد پوش۔

قیمت صرف تین روپے۔

ملنے کا پتہ:- دفتر رسالہ خاتون مشرق، اردو بازار دہلی

www.taemeernews.com

اُن کے نام خط جن کو کوئی خط نہیں لکھتا

از حضرت خواجہ حسن نظامی

یہ مضمون خواجہ صاحب نے ۱۹۳۵ء میں لکھا تھا اس لئے مطالعہ کے وقت ۱۹۳۵ء ذہن میں رکھنا چاہیئے (ایڈیٹر)

گائے کے نام

تو نا ہو یا پتری، گوری ہو یا کالی، ہندو کی ہو یا مسلمان کی، دودھ والی ہو یا نہ ہو مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں ہے۔ میں تو تیرے نام یہ خط لکھ کر آنے والی بقرعید کا بندوبست کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ تیری قربانی کے سبب ہندو مسلم فساد کے اندیشے ہو رہے ہیں۔ تو ایک قوم کی معبود ہے۔ اور ایک قوم کی غذا ہے۔ جو قوم تجھ کو پوجتی ہے وہ تیرے دودھ گھی مکھن ملائی کو غذا بناتی ہے اور جو قوم تجھ کو کھاتی ہے وہ بھی تیرے دودھ گھی کے فائدوں کو تیرے گوشت سے زیادہ فائدہ مند سمجھتی ہے۔ مگر ان دونوں کی حیوانی ضد تیری جان لیتی ہے۔ اگر تیرے پجاری ضد کرنی چھوڑ دیں۔ تو کھانے والی قوم کو بھی ضد نہ رہے۔ اور وہ دوسرے جانوروں کی قربانی کرنے لگیں۔ اور تجھ کو دودھ گھی کے لئے آزاد چھوڑ دیا جائے۔ مگر قربانی کرنے والی قوم سے زیادہ تو وہ قومیں تیری جان لیوا ہیں جن کو دودھ گھی سے زیادہ تیرے گوشت سے محبت ہے۔ تو ان قوموں کے لات نہیں مارتی فقط قربانی کرنے والی قوم کو سینگ دکھاتی ہے۔

تو بے چاری تو بے زبان ہے۔ تیری جان تو ہم آدمیوں کی آپس کی نفسانیت کے سبب جاتی ہے۔ جان بل کی قسم تو ہم کو بیل نہ دے تو ہم کھیتی کیونکر کریں۔ تو دودوں نہانے پوتوں پھلے۔

تیتر کے نام

ایک خط بھورے کے نام، دوسرا کالے کے نام، ا[illegible]

دونوں میں دونوں کو بہت بہت سلام

سن بھائی بھورے تیتر جب تو جنگل میں بیٹھا بیٹھا بلکر سُر آواز سے بولتا ہے تو آدمی تجھ پر بندوق چلا دیتا ہے۔ ورنہ تیرا خاکی رنگ تجھ کو مٹیالی زمین میں ہمیشہ پوشیدہ رکھتا ہے۔ پس تجھ کو بولنا موت کے منہ میں لے جاتا ہے۔ اگر تو بولنا چھوڑ دے تو کسی کو تیرا پتہ بھی نہ لگے۔ یہ آدمی تجھ کو پالتے بھی ہیں اور تیری کشتی کا بھی دیکھتے ہیں۔ اور تجھ کو پنجرے میں قید رکھتے ہیں۔ اگر تو بھی لڑنا چھوڑ دے تو آدمی کو تیرے مقید رکھنے کا شوق ہی جا[illegible]

اور کالے تیتر کو بعد سلام و دعا کے معلوم ہو کہ جب جنگل بیابان میں اپنی پیاری پیاری کالی وردی پہنے جنگل کی [illegible] دیکھتا ہے تو کہتا ہے سبحان تیری قدرت [illegible] تیری [illegible] سُن کر یہ آدمی اپنے اپنے پیشے کی [illegible] کہتے ہیں کہ تو نے یہ آواز [illegible] نقصان کہتا ہے۔ تیتر نے کہا [illegible]

www.taemeernews.com

ہے۔ لسن پیاز ادرک، ملا کہتا ہے۔ یہ بھی کافر دہ بھی کافر، ڈاکٹر کہتا ہے۔ پوڈر پنجر سیرپ، ایڈیٹر کہتا ہے۔ کاپی جوڑو جھٹ پٹ، لیڈر کہتا ہے۔ وائیٹ پیپر نفرت، شرابی کہتا ہے۔ انڈیلو بوتل غٹ غٹ۔

مگر تونے کیا کہا۔ کسی نے نہیں سمجھا۔ سوائے میرے کہ میں بھی تیری طرح ایک جنگل کا لاتیستر ہوں۔ اور اسی لئے یہ خط لکھ رہا ہوں۔

مکھی کے نام

پیاری مکس بے حیا کو بہت سی نفرتوں کے اظہار کے بعد معلوم ہو کہ سردی کا موسم آیا اور اس کے بعد برسات بھی آنیوالی ہے۔ اس لئے میں یہ خط لکھتا ہوں کہ قدرت نے تجھ کو ہم غریب ہندوستانیوں پہ عذاب نازل کرنے کی غرض سے تیری نسل بڑھانی شروع کردی۔ یعنی گرمی شروع ہوتے ہی تیری ذات کی موجیں آدمی کے گھروں میں آنے لگیں۔ پاخانے میں تو موجود۔ باورچی خانے میں تو حاضر۔ دسترخوان پر تیری بھیڑ اور بھنکار، ہر نوالہ کے ساتھ اُڑتی ہوئی آتی ہے۔ ہر رکابی میں گری پڑتی ہے۔ ہر چپاتی پر اس طرح بیٹھ جاتی ہے گویا وہ تیرے جہیز کی چاندنی ہے۔

اور جب انسان افیون کھا کر گڑ کی ایک ڈلی منہ میں رکھتا ہے اور آنکھیں بند کرکے ایک گونہ بے خوابی کی راحت حاصل کرنی چاہتا ہے تو اس کے ہونٹوں پر اور چہرے پر بوسے دینے آجاتی ہے۔ وہ بیچارہ ہاتھ سے تجھ کو اڑاتے اڑاتے تھک جاتا ہے مگر تو اڑتی ہے اور پھر آن بیٹھتی ہے۔

یہی حال مجھ لکھنے والے کا ہے کہ قلم پر، روشنائی پر، کاغذ پر، ماتھے ناک پر، جہاں دیکھوں تجھ کو بیٹھا دیکھتا ہوں، تجھ کو اڑاؤں یا مضمون لکھوں؟ اڑاتا ہوں تو مضمون بھی اڑ جاتا ہے۔ نہیں اڑاتا تو لوگ کہتے ہیں کہ وائٹ پیپر نے سورج مکھی کو دیا ہے انسان کو نہیں دیا۔ دیکھتے نہیں کس طرح انسان پر قبضہ کر رکھا ہے۔

تیری بڑی مہربانی ہو اگر تو قلم کار لوگوں کو ستانا چھوڑ دے ورنہ میں تیرے لئے ایک آرڈیننس پاس کرادوں گا۔

مچھر کے نام

خداوند نمرود کے عزرائیل، مچھر کو بعد چند ہوا کے جھونکوں کے معلوم ہو کہ یہاں خیریت نہیں ہے۔ اور خیریت تمہاری بھی مطلوب نہیں ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ گرمی آگئی۔ اور تمہاری قوم کی فوجیں بھی آگئی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جاپان کی فوجیں سدِ سکندری کے اندر گھسی چلی آتی ہیں۔ جب میں مچھردانی کے دریدہ اور شکستہ سوراخوں میں سے مچھروں کو اندر گھستا ہوا دیکھتا ہوں۔

اے مچھر میں بھی بحیثیت ایک حیوان ناطق کے یعنی ایک بولنے والے جانور کے تیری طرح پتلے پتلے۔ لمبے لمبے ہاتھ پاؤں رکھتا ہوں۔ اور میرے پاس بھی تجھ جیسا ایک ڈنک ہوتا ہے۔ جس سے میں کاغذ پر خط اور مضمون لکھتا ہوں۔ مگر میرا ڈنک دلوں میں دماغوں میں اور اعصاب اور خون میں لذت اور راحت اور لطف پیدا کرتا ہے۔ اور تیرا ڈنک مجھ بولنے والے کو بے چین کردیتا ہے۔ اور تیرے ڈنک کے ذریعہ میرے خون میں ملیریا اور [illegible] ن اور قسم قسم کی بیماریوں کے کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ میں اپنی مسہری کے اندر جب تجھ کو گھسا دیکھتا ہوں تو بیتاب ہو کر اٹھ بیٹھتا ہوں۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں کو چکی کے دو پاٹ بنا کر تجھے مارنا اور کچلنا چاہتا ہوں۔ تو بھاگتا ہے۔ میں پلنگ کے گوشۂ جنوب میں جاتا ہوں تو شمال کو اُڑ جاتا ہے۔ شمال کی طرف رخ کرتا ہوں۔ مشرق کی طرف بھاگ جاتا ہے۔ اُدھر ہاتھ بڑھاتا ہوں مغرب میں پہنچ جاتا ہے۔ اور پھر گاتا اور بجاتا ہے۔ گویا مجھ آدمی کو شکست دے کر نعرے لگاتا ہے میں بہت ادب کے ساتھ تجھ کو لکھتا ہوں کہ یا تو مجھ کو ستانا چھوڑ دے اور آرام سے سونے دے ورنہ ایک ایسی سستی فلٹ بناؤں گا جو تیری نسل کو ہندوستان سے غارت اور نابود کردے۔ اور گاندھی جی کے اخبار "ہریجن" میں بھی تیری شکایت چھپواؤں گا کہ یہ حیوانی اچھوت مجھے ستاتے ہیں۔

بجار کے نام

گائے بیل کے والد ماجد جناب سانڈ صاحب اور بجار صاحب کو بعد دعا و سلام کے معلوم ہو کہ آپ بابل کے خدا نمرود اور اس کی قوم کے پوجیہ پاد (معبود) رہ چکے ہیں۔ اور آپ شیوجی کی سواری مانے جاتے ہیں۔ اور آپ کی مورت شیوجی کے مندروں کے دروازوں پر لگائی جاتی ہے۔ اور آپ میری انگریزی سرکار کے قومی نام میں شریک ہیں۔ کیونکہ اسکو جان بل کہا جاتا ہے۔ اگر میں آپ کو دو دفعہ بل بل کہدوں تو ایران کا ہزار داستان بلبل ذہن میں آجائے۔ جو میری شاعری کا ہیرو ہے۔

بس میں ادب کر چکا۔ اب میں اپنی مسلمانی شان میں آتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ارے او موٹی گردن والے تو شہروں کے بازار میں نہ آیا کر۔ جب تو چین جاپان کی طرح بازاروں میں لڑتا ہے تو راستے رُک جاتے ہیں۔ اور بچے تیری ٹکر بازی کی جھپیٹ میں آکر زخمی ہو جاتے ہیں۔

رومی اور یونانی تیری لڑائی کے دنگل دیکھتے تھے۔ مگر اس لڑائی کا ایک محفوظ میدان بناتے تھے۔ تجھ کو یہ حق کس نے دیا کہ تو آبادیوں میں اور بازاروں میں کشتی لڑتا ہے۔ کیا میونسپل کمیٹی کے ممبر تیرے کسی کلب کے شریک ہیں جو وہ شہروں کو تیری جنگ بازیوں سے بچانے کی کوشش نہیں کرتے ہیں۔ اگر تو نے بازاروں میں آنا نہ چھوڑا تو ترسول کی سوگند (شیوجی کے نشان کی قسم) میں تیرے خلاف قانونی چارہ جوئی کروں گا اور تجھ کو پنجرا پول میں قید کرا دوں گا۔ تاکہ انسان تیری سانڈ گردی سے نجات حاصل کر سکیں۔

کتے کے نام

میم صاحب کی گود میں سونے والے، صاحب بہادر کے گرم بوسہ کا مزہ چکھنے والے، نواب جوناگڑھ کے لاڈلے کاتک کے مہینہ میں بے حیائی کی سول نافرمانی کرنے والے میں تجھ کو یہ خط لکھ رہا ہوں۔

اصحاب کہف کی قسم قرآن مجید کی سورۂ کہف میں تیرا ذکر موجود ہے۔ اگر تیرا نام بھی گندہ ہوتا تو خدا کی زبان پر کیوں کر آتا؟ اُس کے پاک کلام میں کیسے لکھا جاتا؟ اور میں جب قرآن مجید کو ادب سے چومتا تو تیرے نام کو میرے چومنے سے کیونکر جدا کیا جاتا۔

تو وفادار جانور ہے۔ تو دُم ہلانے والا خوشامدی جانور ہے۔ تو میری سرکار کا منہ چڑھا، منہ لگا جانور ہے۔ تو میری بیلی کا کتا ہے۔ تو میرا اُستاد ہے۔ اور مجھ کو سکھاتا ہے کہ جو پالے، روٹی دے، اس کے دروازے سے بیوفا ہو کر دوسرے دروازہ پر جانا انسانیت ہے کتا پن نہیں ہے۔ اور ایسی انسانیت جس میں بیوفائی ہو ذلیل ہے۔ اور ایسا کتا پن جس میں وفاداری ہو اعلیٰ ہے اور برتر ہے۔

تو راتوں کو جاگتا ہے۔ حالانکہ تو جانور ہے۔ اور میں راتوں کو سوتا ہوں حالانکہ انسان ہوں۔ یہ صفت تو تیری مجھ آدمی سے بہت ہی اعلیٰ ہے۔

تجھ میں قومی ہمدردی نہیں ہے۔ جب دوسرے کتے کو دیکھتا ہے غراتا ہے، بھونکتا ہے، میں تیری یہ عادت نہیں سیکھونگا۔ اور یہ سبق نہیں پڑھوں گا چاہے تو دہلی یونیورسٹی سے میری کتنی ہی شکایت کرے۔

بندر کے نام

اگر تو ہنومان جی کی نسل سے ہے تو رام رام، اور اگر تو مسٹر ڈارون کا دادا ہے تو گڈ مارننگ، اور اگر تو شمر بن ذی الجوشن کی اولاد ہے۔ تو تجھ پر لاکھ لعنت، اور اگر تو غدود کا پیوند لگانے والے ڈاکٹروں کے لئے مفید ہے اور ڈاکٹر تجھ کو متھرا کے پاس بندرابن میں ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ تو زاہدی صاحب کی جون مددگار غدود کی طرف سے تجھ کو ہزار دو ہزار اور لاکھ دو لاکھ سلام کے بعد معلوم ہو کہ میرا دو برس کی عمر کا بیٹا حسن ثانی تیرے بھورے بالوں اور تیرے لال لال چہرے پر، اور تیری بندریا کے بچہ پر جبکہ وہ اس کو پیٹ سے چمٹا کر دوڑتی ہے عاشق ہو گیا ہے۔

سوّر کے نام

مرنے والی اماں کی قسم وہ مجھ کو سویرے سویرے تیرا اور بندر کا نام نہ لینے دیتی تھیں۔ میں بندر کہہ دیتا تو وہ یا علی یا علی مشکل کشا علی کہہ کر کہتی تھیں بیٹا بندر کو ڈالی والا اور سوّر کو جنگلی جانور کہنا چاہیئے نام نہ لینا چاہیئے۔

اس لئے اماں کے حکم اور اپنی آزادی کو ملا کر سمو لیتا ہوں اور لکھتا ہوں۔

مائی ڈیر جنگلی جانور۔ آپ بڑے بہادر ہیں۔ اور بڑے اچھوت پرور ہیں۔ آپ کے ذریعہ سے بیچارے حلال خور کو بہت فائدہ ہوتا ہے کیونکہ وہ آپ کو پالتا ہے اور صاحب بہادر کے ہاتھ بیچ ڈالتا ہے اور جو اچھوتوں کو روزی دلوائے اس کو میں اپنے سب کانگریسی بھائیوں کے ساتھ دھن باد دینے کو تیار ہوں۔

بس آپ اور جناب کی بات ختم ہوئی۔ اب مجھ کو اجازت دیجئے کہ ذرا تمیز سے باہر قدم رکھوں اور کہوں۔ ابے او سوّر کے بچے تیرا گوشت مجھ پر حرام ہے۔ کیونکہ قرآن مجید نے تیرے گوشت اور شراب کو حرام اور ناپاک قرار دیا ہے۔

میں شراب کو تو نہ چھوڑ سکا۔ کیونکہ اس کے عوض ہارون رشید نے جو نبیذ ایجاد کی تھی۔ [illegible] کی بات نہ تھی۔ مگر تیرا گوشت میں نے ترک کر دیا۔ [illegible] نفرت بھی کرنے لگا۔ کیونکہ اس کے بدلے بکرے کا گوشت [illegible]۔ پھر تیرا [illegible] گوشت کیوں کھاؤں؟

میں تجھ کو [illegible] بے غیرت ہونے کے سبب [illegible] ناپسند کرتا ہوں۔ اور مجھے وہ قومیں بھی پسند نہیں ہیں جو تیری صحبت کے سبب شرم و حیا و غیرت داری سے کوسوں دور ہوتی جاتی ہیں۔ [illegible] لیلیٰ کی محبت کے سبب اس کے کتے کو بادل ناخواستہ [illegible] ہوں۔ اور اگر لیلیٰ تجھ سوّر کو بھی پال لے اور تجھ کو [illegible] تو شاید تعمیل کروں۔ مگر تیری صورت اتنی بری ہے کہ [illegible] دیکھنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ [illegible] پر تیری تصویر دیکھتا ہوں تو دم بخود رہ جاتا ہوں کہ کس نے شہنشاہ معظم کے سینہ پر تیری تصویر بنا دی۔ میرا خیال ہے کہ وہ تصویر تیری نہیں ہاتھی کی ہے۔

اس خط کا بڑا مقصد یہ ہے کہ جب تیری استری گربھ وان (حاملہ) ہوا کرے تو اس کو پردے میں بٹھا دیا کر کیونکہ اس کو دیکھنے سے مجھے متلی ہونے لگتی ہے۔

پسّو کے نام

کہاں گئے مسٹر پسو، ابھی پاجامہ کے اندر دوڑتے پھرتے تھے نیفہ کے قریب سل سلاہٹ معلوم ہوتی تھی۔ کیا چلے گئے؟ کیا تم نے میرے پاجامہ کو اپنے رہنے کے قابل نہ سمجھا۔

میں تم کو خط لکھنے بیٹھا تھا تو خیال آیا کہ ڈاکیہ غلطی سے تمہارے نام کا خط کسی دوسرے کو نہ دیدے اس لئے پتہ پر لکھا۔

بخدمت جناب پسو صاحب بہادر جو خاک کے ذرہ کی برابر کالے رنگ کا ایک چپٹا سا جانور ہوتا ہے اور جو بجلی کی طرح آناً فاناً میں ادھر سے ادھر دوڑ جاتا ہے۔ مشرف باد ادب رسد۔

بعد ہزار سلام کے یہ پیام ہے کہ پہاڑ پر جانے کا موسم آگیا ہے اور ہم سب آدمی گرمی کی شدت سے بچنے کے لئے زمین سے پہاڑ کی چھاتی پر چڑھنا چاہتے ہیں اور ادب کے ساتھ درخواست کرتے ہیں کہ اس سال پہاڑ کے سفر میں تم آدم زاد کو رات کے وقت ذرا آرام سے سونے دینا۔ ورنہ کٹ بورڈ سے تم پر گولہ باری کی جائیگی اور تم بے ہوش ہو کر رہ جاؤ گے۔ اور آدمی تم کو مسل کر اور چٹکی میں لے کر پیس کر مار ڈالے گا۔

کھجور کے نام

پیاری نخل! میں تجھ کو یہ خط ایک محبت کرنے والے آدمی کی حیثیت سے لکھ رہا ہوں۔ کیونکہ مجھ کو تیری معبودانہ عظمت سے انکار ہے۔ تو میرے باپ دادا کے پرانے وطن عرب کا ایک مرغوب و محبوب درخت ہے اور تو سب عربوں کے معشوق کے قد کی طرح اور سرو سے زیادہ شاندار بھی ہے۔ اور اسی لئے سر سید احمد خاں رح

نے مجھ کو انگریزی تاج کی تصویر کے برابر جگہ دی تھی اور اپنے کالج کے نشان میں چاند تارہ کھجور اور انگریزی تاج بنایا تھا۔ کہ چاند تارہ مسلمانوں کی ترکی حکومت کا قومی نشان تھا۔ اور کھجور عرب کا نشان تھا اور تاج اس قوم کی خوشامد تھی جو اُن پر حکمراں تھی۔ چونکہ بعض آدمی درخت پرست بھی ہوتے ہیں اس لئے میں اس خط میں صفائی کر دینی ضروری سمجھتا ہوں کہ میں تجھ سے محبت تو کرتا ہوں مگر تیری عبادت کا منکر ہوں اور ہر مسلمان میرے اس بیان میں میرا شریک ہے۔

یہ خط بطور اظہار رنج و ملال و ہمدردی کے ہے۔ کیونکہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ عراق کی حکومت نے تجھ پر ٹیکس لگا دیا ہے۔ دل جان من ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عراق کی حکومت ایک قسم کا جنگلی کیکر ہے۔ جو اس نے ہم جنس درخت پر ٹیکس لگایا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ اب عراق میں نیکی کے فرشتے آسمان سے زمین پر آتے ہوئے ڈریں گے۔ اور آسمان سے اتر کر تیری ٹہنیوں پر بیٹھ جایا کریں گے۔ کیونکہ ان کو بھی عراق گورنمنٹ کے ٹیکس کا خوف ہوگا کہ کہیں ان پر نہ لگا دیا جائے۔

بہرحال میں یہ خط تمام دنیا کے مسلمانوں کی طرف سے تیرے ساتھ ہمدردی ظاہر کرنے کے لئے لکھتا ہوں۔ اور سوائے لفظی ہمدردی کرنے کے اور کوئی قوت تیرے بچانے اور ٹیکس سے محفوظ کرنے کی میرے پاس نہیں ہے۔

آم کے نام

میرے رسیلے امریاں والے پیارے پیارے سندر آم کو بعد منہ چومنے کے معلوم ہو کہ سردیاں گذر گئیں جس کی بڑی بڑی کالی راتوں میں تیری یاد مجھ ہجور کو ستاتی رہی۔ اب گرمیاں آئیں تو قاصد یہ خوش خبریاں لایا کہ آم کے درخت میں مور آیا۔ میں نے تیری آمد کی خبر سنکر ایک ٹھنڈا سانس لیا۔ اور مرزا غالب کی قبر پر گیا۔ جو میرے گھر کے سامنے ہے۔ اور انکی روح سے کہا۔

وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیاں کہاں؟
اُٹھیے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی

مرزا جی آموں کا موسم آنے والا ہے۔ وہ آم جو آپ کو بھاتے تھے۔ وہ آم جن کو دیکھکر آپ کی جان میں جان آتی تھی۔ پیارے آم! میں ہندو ہوتا تو گائے، گنگا اور پیپل کو چھوڑ کر تجھ کو دیوتا بناتا۔ کیونکہ تو رسیلا ہے۔ تو ہندوستان کا ایسا میوہ ہے جو دنیا کے کسی ملک کو میسر نہیں آتا۔ اور جب میں مسلمانوں کی بہشت میں جاؤں گا تو فرشتوں سے کہوں گا کہ سنو بھائی فرشتو! خدا نے قرآن مجید میں وعدہ کیا تھا کہ جنت میں جو چاہو گے مل جائیگا۔ اسلئے میں نہ یہاں انار چاہتا ہوں، نہ انگور سیب چاہتا ہوں نہ سردہ، میں تو آم چاہتا ہوں جو مجھ کو دنیا کی زندگی میں بہت بھاتا تھا۔ اور جس کو ڈاکٹر محمد عمر روز بازار میں جا کر میرے لئے لاتے تھے۔ اور جس نے میرے جگر کو ایسا خراب کر دیا تھا کہ میں زندگی سے عاجز آ گیا تھا۔ فرشتے یہ سوال سنکر پرانے نوشتے دیکھیں گے۔ مگر جنت کی سپلائی میں آم کا نام ان کو نظر نہ آئے گا تو کہدیں گے۔ کہ غذات سرکاری میں آم موجود نہیں ہے۔ اس لئے سپلائی نہیں کیا جا سکتا۔ میں یہ جواب سنکر دوزخ میں آ جاؤں گا۔ جہاں ہندوستان کے بہت سے لیڈر آم پارٹی میں نظر آئیں گے۔ اور میں اُن سے چندہ لے کر پھر اپنے پرانے باغ جنت میں چلا آؤں گا۔ باقی ہر طرح خیریت ہے۔ اور خیریت تیری بجلی اور آندھی سے چاہتا رہتا ہوں۔

پیپل کے نام

شری سوک مانیہ جی بعد پالاگن کے نویدن ہے کہ میں اس دھرتی پر کشل نہیں ہوں۔ اور تمہاری کشلتا سری بھگوان سے چاہتا ہوں۔

لیکن تم اس بھارت ورش میں پوجیہ پاد درخت ہو۔ اور ہندو تم کو پوجا کرتے ہیں۔ اور [illegible] مگر دیوتا جی یہ تو بتاؤ کہ تم میں بڑے درخت سے نہ چھاؤں زیادہ ہے۔ نہ زمین کی طرف بڑھے ہو۔ [illegible] نے دیوتا کیوں بنایا ہے؟ [illegible] راستے کے مسافروں [illegible] معلوم ہوسکے [illegible]

www.taemeernews.com

جامن اور فراشس کے درخت زیادہ سنڈر اور آرام دینے والے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر تم میرے سوال کے جواب میں بولو گے نہیں ہنس کر چپ ہو جاؤ گے۔

انگور کے نام

کالے گورے، چھوٹے بڑے ہر قسم کے ہر ذات کے انگور کے نام یہ خط ہے۔ اس کی طرف سے جس کا جگر خراب ہے۔ اور جبکہ انگور نہیں کھا سکتا۔ چاہے انگور کھٹّے ہوں یا میٹھے ہوں۔

پیارے انگور میں نے سُنا ہے کہ خدا نے تجھ کو بیٹا نہیں دیا فقط ایک بیٹی عنایت فرمائی ہے جس کو فارسی اور اردو کے شاعر دختِ رز کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور یہ بھی سُنا ہے کہ تیری بیٹی بُری صحبت کے سبب آوارہ اور بدچلن بھی ہو گئی ہے۔ اور یہ بھی سُنا ہے کہ خدا نے قرآن شریف میں اس لڑکی کا نام خمر رکھا ہے اور اس کو حرام اور ناپاک فرمایا ہے۔ اور یہ بھی سُنا ہے کہ تیری بیٹی بوتل کی پری کہی جاتی ہے۔ اور یہ بھی سُنا ہے کہ وہ گورے آدمیوں کو بہت محبوب ہے۔ اور یہ بھی سُنا ہے کہ وہ ہندوستان کے لیڈروں سے بھی خفیہ ساز باز رکھتی ہے۔ اور یہ بھی سُنا ہے کہ پنجاب کے صوبہ میں وہ ہندو مسلمان دونوں کی دلدار بن گئی ہے۔

بھائی انگور اگر سچ ہے تو خدا کا شکر کر کہ اُس نے تجھ کو بیٹا نہ دیا جب تیری بیٹی نے یہ غضب ڈھایا ہے تو بیٹا خبر نہیں کیسے کیسے ستم توڑتا۔

اگر تو پہلے ہی دن اپنی لڑکی کو پردہ میں رکھتا تو یہ رسوائی اور بدنامی کیوں اُٹھاتا۔ کہ تیری لڑکی بازاروں میں رسوا ہو رہی ہے۔ کانگریس والے تیری دختر کے خلاف دکانوں پر پکٹنگ کر رہے ہیں۔ اور پولس کے ہاتھوں پٹ رہے ہیں۔ سچ بتا کر کیا تو سر بازار رسوا ہونے سے شرماتا نہیں؟

مگر تیری خطا کیا آدمی ہی نے تیری لڑکی کو بگاڑا ہے۔

ہر قسم کی کتابیں
دفتر رسالہ خاتون مشرق دہلی سے خریدئیے

چمن چمن کے پھول

مرتبہ عالیہ خاتون مصباح لاہور (پاکستان)

اے طائرِ لاہوتی اُس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

(علامہ اقبال)

زندہ ہوں اس طرح۔ کہ غمِ زندگی نہیں
جلتا ہوا دِیا ہوں مگر روشنی نہیں

(نامعلوم)

یہاں تو عمر گذری ہے اسی موجِ تلاطم میں
وہ کوئی اور ہوں گے سیرِ ساحل دیکھنے والے

(اصغر گونڈوی)

مرنے کے دن ہیں جینے کی حسرت نہیں رہی
اب رحم کر کہ ضبط کی طاقت نہیں رہی

(نامعلوم)

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

(غالب)

www.taemeernews.com

جواہر لال نہرو کی کہانی

ہندوستان کے وزیراعظم پنڈت جواہر لال نہرو کی مکمل سوانحعمری نہایت آسان اُردو میں۔ پیدائش سے لیکر سنہ ۱۹۳۵ء تک جبکہ وہ الموڑہ جیل میں بحیثیت ایک قیدی کے بند تھے۔ بچپن اور ماں باپ کی محبت، ولایت کو روانگی، وہاں سے واپسی بیرسٹری کی سند اور پھر وکالت کرنا اور وکالت نہ چلنا، سیاسیات میں آنا۔ اور مولانا محمد علی مرحوم کے ساتھ بطور سکریٹری کے کام کرنا اور سیاسیات سیکھنا اور مولانا ابوالکلام آزاد سے محبت اور عقیدت حاصل کرنا۔ گاندھی جی کے فلسفہ کو شروع میں اختیار نہ کرنا، بار بار جیل جانا اور مختلف جیلوں میں کھیتی باڑی سے رغبت اور دل بہلانے کیلئے جانوروں اور پرندوں سے کھیلنا، دن بھر کھیلنا، راتوں کو سوچنا اور اسی قسم کے عجیب غریب حالات آپ کو اس کتاب میں ملیں گے۔ پانچسو صفحے کی مجلد اور خوبصورت کتاب قیمت رعایتی ڈھائی روپیہ۔ آسان اس قدر کہ عورتیں اور بچے بھی پڑھ سکتے ہیں۔

انگلش ٹیچر

آج کل اُردو کے ساتھ زندگی کی ضرورتوں میں انگریزی کی بھی ضرورت ہے۔ دفتر خاتون مشرق دہلی میں اس قسم کی انگلش ٹیچر موجود ہے۔ جس کو ہر اُردو پڑھی لکھی عورت گھر میں رہتے ہوئے تھوڑا سا وقت نکال کر پڑھ سکتی ہے۔ آسان اس قدر کہ نہ اُستاد کی ضرورت اور نہ اسکول جانے کی۔ بلکہ گھر بیٹھے بغیر کسی کی مدد کے یہ کتاب پڑھی اور سمجھی جا سکتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔ علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ

دفتر خاتون مشرق اردو بازار دہلی نمبر ۶

www.taemeernews.com

شاہی دسترخوان

جن لڑکیوں کو اچھے اچھے کھانے پکانے نہیں آتے اُن کو کچھ نہیں آتا۔ ہر قسم کے کھانے پکانے کی ترکیبیں یاد کرنے کیلئے یہ کتاب منگا لیجئے اس میں ہر قسم کے ناشتے، آئس کریم، فالودہ، کیک، شاہی ٹکڑے، مختلف قسم کی لذیذ روٹیاں مزیدار پوریاں، پکوان، حلوے، بیسیوں قسم کی دالیں، کھچڑی، انڈے، خاگینہ، قورمہ، کباب، مرغ، یخنی، دہلی کی مشہور نہاری سبزیاں، نرگسی کوفتے، مچھلی کے سالن اور کباب قیمہ پلاؤ مختلف اقسام دیسی و انگریزی مٹھائیاں حلوہ سوہن پھینیاں ہر قسم کے مربّے اچار اور چٹنیاں، بیسیوں قسم کی چائے، کافی، شربت انگریزی کھانے، گوشت کی مٹھائیاں، کیلے کا سالن، شاہی مچھلی بنانے کی مفصل اور آسان ترکیبیں درج ہیں۔ ۳۵۰ صفحات۔ سفید کاغذ۔ خوبصورت جلد۔ اعلیٰ طباعت و کتابت۔

قیمت ساڑھے تین روپے (۳/۸)

سُرخ لفافے

مولانا محمد علی مرحوم کے انگریزی اخبار "کامریڈ" کے لکھے ہوئے ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم میں ترکوں اور عربوں اور ترک خواتین کو پیش آنے والے حیرت انگیز اور دلچسپ واقعات اور حالات کو افسانوں کی شکل میں مولانا محمد علی مرحوم کی روح پاک کو ثواب پہنچایا گیا ہے۔ منگا بیئے ترکوں اور عربوں کے شجاعانہ کارنامے افسانوں کی شکل میں ترجیئے

قیمت دوؔ روپے رعایتی

پنکھڑیاں

محمد رحیم دہلوی کے بہترین افسانوں کا حسین و جمیل مجموعہ ہے جس میں سے ہر افسانے کو ناقدانِ فن نے شاہکار تسلیم کیا ہے۔ ان میں سے بعض افسانوں میں موجودہ معاشرت پر طنز کے تیر و نشتر ہیں اور بعض میں محبت اور رومانیت کو سمو دیا گیا ہے یہ افسانے زندگی کی تمام رعنائیوں کے ساتھ موجود ہیں۔ سہ رنگا ٹائیٹل۔ نہایت خوشنما گردپوش۔

قیمت فی جلد ڈیڑھ روپیہ

ملنے کا پتہ:۔ دفتر رسالہ خاتون مشرق اُردو بازار دہلی نمبر ۶۔

اوراقِ پارینہ

لال قلعۂ دہلی کی ایک جھلک

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را　　گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

خواجہ سید ناصر نذیر فراق دہلوی مرحوم

جانِ آدم کا لالچ

ایک بیگم اپنے بچہ کو بہلاتیں تو کہتیں "روؤ نہیں میں تمہیں جانِ آدم دکھاؤں گی" بچہ جانِ آدم کا نام سُن کر چُپ ہو جاتا اور کہتا "حضرت جانِ آدم دکھائیں" بیگم لونڈی سے کچھ کان میں کہتیں لونڈی دوڑتی ہوئی جاتی اور تھوڑی دیر میں آجاتی۔ چپکے سے کوئی چیز بیگم کی مٹھی میں دے دیتی۔ بیگم بچہ کو بہلانے کو کہتیں "جانِ آدم کیا اچھی شے ہے" "اماں حضرت خدا کے لئے جانِ آدم جلدی دکھاؤ" بیگم مٹھی کھول دیتیں۔ اور مٹھی میں سے دو دانے گیہوں کے نکل پڑتے۔ بچہ تنک کر کہتا "واہ یہ جانِ آدم ہے یہ تو گیہوں کے دانے ہیں"

"بیٹا! جانِ آدم یہی ہے۔ اسی دانہ کی خاطر حضرت آدم بہشت سے نکلے"

مداری بھی چوک میں بیٹھ کر لڑکوں کو یہی جانِ آدم دکھایا کرتا تھا۔

گنوار بیگم کے دلچسپ قصّے

باہر کی ایک بیگم شاہجہاں آباد میں علاج کے لئے آئیں۔ میری سسرال کے محلہ میں کرائے کو مکان لیا۔ باہر والیاں بھی میں نے سینکڑوں دیکھی تھیں۔ گنواریاں بھی سینکڑوں نظر سے گذری تھیں۔ مگر یہ اپنے نام کی نرالی ہی تھیں۔ مزاج کی ایسی [illegible] کی [illegible] پناہ۔ ناک پر غصہ رکھا رہتا تھا۔ بیچاری لونڈیوں کو ڈال ڈال مارتی تھیں۔ ہر وقت تیہہ چڑھا رہتا تھا۔ بی [illegible] آپ ہی آپ کھولتی۔ ایک دن اپنی لونڈی سے بولیں جس کا نام شہزادی تھا۔ "شہزادی! [illegible] نسخے میں جو حکیم جی نے دوا [illegible] لکھی ہے وہ [illegible] مجھے پچکوندر [illegible] پاس آدے ہے۔ کھاتی ہوں تو ابکائیاں لیتے لیتے [illegible] ہوں۔ چکوندر کی دوا شہر والوں ہی کو اچھی لگتی ہوگی۔ اور [illegible] جی سے کہہ دینا۔ ترکاری میں چکوندر (چقندر) بھی [illegible] مجھے [illegible] سقہ جب پانی کی مشک [illegible] آواز دیتا "پانی لاتا ہوں حضرت [illegible] پانی لاتا ہوں [illegible] حضرت کے کہنے پر بیگم بہت چڑتیں [illegible] ایک دن وہ پانی لے کر آیا۔ تو [illegible] تو دروازے پر کھڑا ہو کر حضرت حضرت [illegible] ہوئے بارہ [illegible] ہوئے حضرت [illegible] وہ سمجھ گیا [illegible] بیگم [illegible] کبھی [illegible]

www.taemeernews.com

بیٹے گذر چکے تو فرمانے لگیں: سجادی ردی کے ٹکڑے بہت سے سکھے ہوئے ہیں لا کر اس دھوبن کو دیدے یہ اس کے بال بچے کھالیں گے۔

دھوبن:- اوئی بیوی سات قرآن درمیان اس بندی پر اور اس کے بال بچوں پر ایسی کیا بپتا پڑی ہے جو سوکھے ٹکڑے چبائیں گے۔ خدا کا فضل ہے ہم تو اچھی سے اچھی نعمتیں کھاتے ہیں کل ہی میری برادری میں بیاہ رچا تھا۔ کونڈا بھرا متنجن رکھا ہے۔ آپ کو یقین نہ ہو تو دکھانے کے لئے ایک قاب بھر کر لاؤں۔

بیگم صاحب دھوبن کی ان باتوں کو سن کر بہت جھینپیں اور بھنے لگیں تو ٹکڑے لے جا۔ اپنے بیل کو کھلا دیجیو۔

دھوبن:- نہیں حضرت! نوج میرا بیل سوکھے ٹکڑے کھائے گا تو اس کے پیٹ میں درد نہ ہو جائیگا۔

ان کے میاں شاہجہاں آباد والوں کی اداؤں پر مٹے ہوئے تھے۔ وہ علاج کے بہانے سے اسے تمیز سکھانے کیلئے شاہجہاں آباد لائے۔ اسے تنہائی میں سمجھایا کرتے

"بیوی تم بھی شاہجہاں آباد والوں کی طرح بولا کرو۔ اُن کی باتیں سیکھو۔ ان کا جیسا لباس پہنو"

بیگم:- اجی بس رہنے بھی دو خدا ان دلی والیوں سے بچائے۔ بڑی بے شرم بڑی بے حیا۔ گھر والیاں تو معلوم ہوتی نہیں کنچنیاں معلوم ہوتی ہیں۔ کھڑی بولی جیسے مرد بات چیت کرتے ہیں۔ جناب اور حضرت تشریف لائیے میں شادی مرگ ہو جاؤں گی۔ ایمان کسوا میں تو کبھی نہ سمجھی کہ شادی مرگ کون بیماری ہوتی ہے۔ دلی والیوں ہی کو ہوتی ہوگی۔

[illegible] صاحب نے ایک ماما دلی کی بھی نوکر رکھ لی تھی۔ وہ دن رات [illegible] صاحب کے یہاں رہتی تھی۔ اور بیگم صاحب اور نواب صاحب کی باتیں سن سن کر یاد کر لی تھیں۔ اور موقعہ پا کر مجھے [illegible] دی تھی۔

[illegible] خدمت کے وقت [illegible] بیگم اور نواب صاحب کے پلنگ [illegible] میں [illegible] بیگم بولیں [illegible] سجادی [illegible] [illegible]

سونے کی قدر مٹی کے برابر

ایک بیگم کے محل میں صبح ہی ایک سنار کا لڑکا جس کی عمر تیرہ چودہ برس سے زیادہ نہ تھی۔ چھوٹی سی نہائی، سنی اور ہتوڑی اور اسی قسم کے چند اوزار لے کر آجاتا تھا۔ اور ایک طرف بیٹھ جاتا تھا بیگم اپنا صندوقچہ کھولتیں، اور اس میں سے خدا جھوٹ نہ بلوائے تو کوئی سیر بھر سونے کا جڑاؤ گہنا اس سنار کے لڑکے کے حوالے کرتیں اور کہتیں "بیٹا نگینے سونے سے اس طرح الگ کرنا کہ کوئی نگینہ گرے نہیں۔ موتی کرچ نہ جائے۔ نہیں یاد رکھنا تیرے کان اینٹھوں گی" سنار کا لونڈا ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا "کسی نگینہ پر کھرونچ نہ آئے گی" پھر وہ اپنے ٹھئے پر بیٹھ جاتا۔ اور نگینے گہنے سے الگ کرتا رہتا۔ یہاں تک کہ بارہ بجے کی توپ چل جاتی۔ وہ سب نگینے الگ کر لیتا۔ اور ایک طشتری میں رکھ کر وہ نگینے اور ایک رکابی میں رکھ کر سونے کا بگڑا ہوا زیور بیگم صاحب کے سامنے لاتا۔ بیگم بہت بے پرواہی سے کہتیں۔ "گل چہرہ! یہ نگینے جواہر خانہ کے داروغہ کو سونپ دے" اور سونے کے زیور کی نسبت کہتیں "تو سنار والے یہ لے جا۔ تیری محنت کا حق ہے۔ کل صبح ہی پھر آجانا" میں نے کئی برس تک سنار کے لڑکے کو محل میں آتے اور کام کرتے دیکھا۔ پھر اس سنار کے لڑکے کے پاس کوئی پہرہ بھی نہ تھا۔ اگر دس بیس نگینے انٹی میں لگا کر لے جاتا ہو تو کیا عجب۔ مگر کوئی پرسانِ حال نہ تھا۔ یہ لال قلعہ کے گئے گذرے وقت کا حال ہے۔ جب نادر شاہ سب کچھ لوٹ کر لے گیا تھا۔ پھر احمد شاہ نے تاراج کیا تھا۔ پھر بھرت پور والوں نے خوب لوٹ مچائی تھی۔ پھر میاں غلام قادر صاحب نے شاہ عالم کی آنکھیں نکلوائی تھیں۔ اس پر یہ حال تھا کہ لال قلعہ کی بیگموں اور شہزادیوں کی نظر میں سونا تو سونا ہیرے جواہرات بھی بے حقیقت تھے۔

پردہ نشین خاتون پر کیا گذری؟

سبزی منڈی میں ایک شریف زادی امراؤ بیگم ایک چھوٹے سے گھر میں رہتی تھیں۔ غریب آدمی تھیں۔ سلائی سی کر اپنی اور اپنی لڑکی کا جس کی عمر بارہ برس سے زائد نہ تھی پیٹ پالتی تھی۔ میاں

لڑکی کی تلاش میں باہر گئے ہوئے تھے جمعہ کے دن کوئی بارہ بجے لڑکی کو نہلا رہی تھیں۔ اس کے سر میں جوئیں بہت سی تھیں۔ اس لئے کنگھی میں دوڑا ڈال کر ہو نچ رہی تھیں۔ جوئیں، لیکھیں، ڈھکیں مارتی جاتی تھیں، اور بیٹی کو دو دو دو رکھتی جاتی تھیں۔ جبھی تو لیکھیں بہہ رہی تھیں۔ اتنے میں باہر سے آواز آئی "بھوا دے تیرا بھلا ہوگا" امراؤ بیگم نے سمجھ لیا کہ فقیر ہے۔ اور اس کے جواب میں کہا "سائیں برکت ہے"۔

فقیر: - (دروازہ پر سے) کہتی ہے برکت ہے اور ساڑھے سات آنے پیسے آج ہی سلائی میں آئے ہیں۔ اور جوں کے توں تکیہ کے نیچے رکھے ہیں۔ جھوٹی فقیروں کو دھوکا دیتی ہے۔

سچ مچ جمپائی سلائی کے ساڑھے سات آنے دے گئی تھیں۔ اور امراؤ بیگم نے ابھی سرہانے تکیہ کے نیچے الگ تھلگ رکھ دیئے تھے۔ اب جو فقیر نے باہر سے للکارا عورت ذات امراؤ بیگم تھرتھرا اٹھیں۔ اور سمجھیں کہ کوئی پہنچا ہوا درویش ہے۔ ہاتھ سے کنگھی رکھ ایک آنہ تکیہ کے نیچے سے نکال لائیں۔ اور دروازہ پر جاکر فقیر کو دے دیا۔

فقیر: - جا بچہ! مالک تجھے بہت دے گا۔ یہ تو بتا تیرے گھر میں کے آدمی ہیں؟

امراؤ بیگم: - سائیں میرے میاں تو نوکری کرنے باہر گئے ہیں۔ اور جب سے گئے ہیں انہوں نے خط بھی نہیں بھیجا ہے گھر میں ایک میں ہوں اور ایک بارہ برس کی لڑکی ہے۔

اس بات کو سُنکر فقیر نے کچھ سوچا اور اپنی جھولی میں ہاتھ ڈال کر ایک تھیلی سے سوکھی ہوئی کسی درخت کی جڑ نکالی۔ اور اس کے دو ٹکڑے کئے۔ اور دونوں ٹکڑوں پر جو انگل انگل بھر سے زیادہ نہ تھے کچھ پڑھ کر پھونکا۔ اور امراؤ بیگم کو دیکر کہا "مائی آج ہی رات کو ایک جڑی کپڑے میں لپیٹ کر اپنے بازو پر اور ایک اپنی لڑکی کے بازو پر باندھ دینا۔ خدا نے چاہا تو تیرے سب دُکھ دور ہو جائیں گے۔ اور سونا چھوڑ اسب کچھ تجھے مل جائے گا۔ تیرا گھر والا بھی ہنسی خوشی بہت سی مایا لے کر پردیس سے آجائیگا۔

اس جڑی کے لینے دینے میں فقیر کا تھوڑا بہت امراؤ بیگم سے آمنا سامنا ہوگیا۔ امراؤ بیگم نے دیکھا کہ فقیر منہ پر اور سارے بدن پر بھبوت ملے ہوئے اور موٹا مشٹنڈا ہے۔ سر پر لمبے لمبے بال ہیں۔ گلے میں ایک جھولی اور ٹانگوں میں ایک لنگوٹی ہے۔ فقیر چلا گیا۔ امراؤ بیگم کے ہاتھ لڑکی کے نہلانے دھلانے سے بھیگے ہوئے تھے۔ لڑکی بے چاری نہانے کے پٹڑے پر بیٹھی ہوئی سسک رہی تھی۔ اس بھول چوک میں امراؤ بیگم نے یہی مناسب سمجھا کہ جڑی کو ایک پاک چیتھڑے میں لپیٹ کر تنبول کے درخت کی ٹہنی پر جو نہلانے دھلانے کے سامان کے پاس ہی تھا باندھ دیا۔ اور لڑکی کو نہلا دھلاکر اور کپڑے پہنا کر شام کا کھانا پکانے لگ گئیں۔ اور جڑی کا خیال دل سے اُتر گیا۔ عشاء کی نماز کے بعد بیٹی کو لے کر اور کوٹھری کی کنڈی لگاکر سو رہیں۔ غریب آدمی تھیں۔ ایک کوڑی کا تیل چراغ میں جلاتی تھیں۔ چراغ کوئی دس بجے ہی گل ہوگیا تھا۔ بارہ بجے ایک۔ آواز نے اُسے جگا دیا "جڑی بے چاری کیا کرے تنبولوں باندھی" یہ آواز ٹھیر ٹھیر کر آتی تھی۔ اور قرینہ کہتا تھا کہ رات کے سناٹے میں دور تک جاتی تھی "جڑی بے چاری کیا کرے تنبولوں باندھی" یہ آواز آدمی کی آواز سے ملتی جلتی نہ تھی بلکہ یہ آواز پتھر کی یا زمین کی یا کسی لکڑی کی غیر معمولی آواز تھی۔ بھیانک تھی۔ ڈراؤنی تھی۔ اس آواز کو سُنکر امراؤ بیگم اور ننھی لڑکی کا کلیجہ بیٹھا جاتا تھا۔ وہ پلنگ پر بیٹھے بیٹھے تھر تھر کانپ رہی تھیں۔ آواز رہ رہ کر آتی تھی۔ ایک گھنٹہ بعد امراؤ بیگم سمجھیں کہ یہ آواز اس جڑی کی ہے جو تنبول کے پیڑ میں باندھ کر بھول گئی۔ ذرا اپنے اور اپنی بچی کے بازو پر نہ باندھی۔ یہ جڑی جادو کی ہے۔ اور اگر باندھ لیتی تو نہ جانے اس کا مجھ پر کیا اثر ہوتا۔ روتی جاتی تھی اور دعا کرتی جاتی تھی کہ الٰہی اس کا وارث بھی گھر پر نہیں۔ کوئی بھائی بند بھی یہاں نہیں ہے۔ دیکھئے کیا بنتی ہے۔ پو پھٹی وہ آواز بھی بند ہوگئی۔ امراؤ بیگم دل کڑا کر کے اُٹھیں۔ کوٹھری میں سے باہر آئیں۔ وضو کیا۔ صبح کی نماز پڑھی۔ ابھی یہ جانماز پر بیٹھی ہی تھیں کہ اس کے دروازہ پر کئی محلہ والے آئے اور کنڈی کھٹکھٹائی۔ یہ دروازہ پر گئیں۔ [illegible] والوں نے کہا [illegible] رات سے [illegible] آواز آتی رہی ہے "جڑی بے چاری [illegible]"

www.taemeernews.com

بے گزر چکے تو فرمانے لگیں "سہجادی روٹی کے ٹکڑے بہت سے سوکھے ہوئے ہیں لا کر اس دھوبن کو دیدے یہ اس کے بال بچے کھالیں گے"

دھوبن:- اوئی بیوی سات قرآن درمیان اس بندی پر اور اس کے بال بچوں پر ایسی کیا بپتا پڑی ہے جو سوکھے ٹکڑے چبائیں گے۔ خدا کا فضل ہے ہم تو اچھی سے اچھی نعمتیں کھاتے ہیں کل ہی میری برادری میں بیاہ رچا تھا۔ کونڈا بھرا متنجن رکھا ہے۔ آپ کو یقین نہ ہو تو دکھانے کے لئے ایک قاب بھر کر لاؤں"

بیگم صاحب دھوبن کی ان باتوں کو سُنکر بہت جھنجھنیں اور کہنے لگیں تو ٹکڑے لے جا۔ اپنے بیل کو کھلا دیجو۔

دھوبن:- نہیں حضرت! نوج میرا بیل سوکھے ٹکڑے کھائے گا تو اس کے پیٹ میں درد نہ ہو جائیگا۔

ان کے میاں شاہجہاں آباد والوں کی اداؤں پر مٹے ہوئے تھے۔ وہ علاج کے بہانے سے اسے تمیز سکھانے کیلئے شاہجہاں آباد لائے۔ اسے تنہائی میں سمجھایا کرتے

"بیوی تم بھی شاہجہاں آباد والوں کی طرح بولا کرو۔ اُن کی باتیں سیکھو۔ ان کا جیسا لباس پہنو"

بیگم:- اجی بس رہنے بھی دو خدا ان دلی والیوں سے بچائے۔ بڑی بے شرم، بڑی بے حیا، گھر والیاں تو معلوم ہوتی نہیں کنچنیاں معلوم ہوتی ہیں۔ کھڑی بولی جیسے مرد بات چیت کرتے ہیں۔ جناب اور حضرت۔ تشریف لائیے میں سادی مرگ ہو جاؤنگی۔ ایمان کسوں میں تو خاک بھی نہ سمجھی کہ سادی مرگ کون بیماری ہوتی ہے۔ دلی والیوں ہی کو ہوتی ہوگی"

نواب صاحب نے ایک ماما دلی کی بھی نوکر رکھ لی تھی۔ وہ دن رات نواب صاحب کے یہاں رہتی تھی۔ اور بیگم صاحب اور نواب صاحب کی باتیں سن سن کر یاد کر لیتی تھی۔ اور موقعہ پا کر مجھے سنا دیتی تھی۔

"[illegible] رات کا وقت تھا۔ بیگم اور نواب صاحب کے پلنگ [illegible] میں برابر بچھے ہوئے تھے۔ آپ کی بیگم بولیں "اے سہجادی [illegible] دیوال تلے [illegible] دباؤں ہوں"

سونے کی قدر مٹی کے برابر

ایک بیگم کے محل میں صبح ہی ایک سنار کا لڑکا جس کی عمر تیرہ چودہ برس سے زیادہ نہ تھی۔ چھوٹی سی نہائی، سنی اور ہتوڑی اور اسی قسم کے چند اوزار لے کر آجاتا تھا۔ اور ایک طرف بیٹھ جاتا تھا بیگم اپنا صندوقچہ کھولتیں، اور اس میں سے خدا جھوٹ نہ بلوائے تو کوئی سیر بھر سونے کا جڑاؤ گہنا اُس سنار کے لڑکے کے حوالے کرتیں اور کہتیں "بیٹا نگینے سونے سے اس طرح الگ کرنا کہ کوئی نگینہ گرے نہیں۔ موتی گرج نہ جائے۔ نہیں یاد رکھنا تیرے کان اینٹھونگی" سنار کا لونڈا ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا "کسی نگینہ پر کھرونچ نہ آئے گی" پھر وہ اپنے پٹے پر بیٹھ جاتا۔ اور نگینے گہنے سے الگ کرتا رہتا۔ یہاں تک کہ بارہ بجے کی توپ چل جاتی۔ وہ سب نگینے الگ کر لیتا۔ اور ایک طشتری میں رکھ کر وہ نگینے اور ایک رکابی میں رکھ کر سونے کا بگڑا ہوا زیور بیگم صاحب کے سامنے لاتا۔ بیگم بہت بے پرواہی سے کہتیں۔ "گل چہرہ! یہ نگینے جواہر خانہ کے داروغہ کو سونپ دے" اور سونے کے زیور کی نسبت کہتیں "سنار والے یہ لے جا، تیری محنت کا حق ہے۔ کل صبح ہی پھر آجانا" میں نے کئی برس تک سنار کے لڑکے کو محل میں آتے اور کام کرتے دیکھا۔ پھر اُس سنار کے لڑکے کے پاس کوئی پہرہ بھی نہ تھا۔ اگر دس بیس نگینے انٹی میں لگا کر لے جاتا ہو تو کیا عجب۔ مگر کوئی پُرسان حال نہ تھا۔ یہ لال قلعہ کے گئے گذرے وقت کا حال ہے۔ جب نادر شاہ سب کچھ لوٹ کر لے گیا تھا۔ پھر احمد شاہ نے تاراج کیا تھا۔ پھر بھرت پور والوں نے خوب لوٹ مچائی تھی۔ پھر میاں غلام قادر صاحب نے شاہ عالم کی آنکھیں نکلوائی تھیں۔ اس پر یہ حال تھا کہ لال قلعہ کی بیگموں اور شہزادیوں کی نظر میں سونا تو سونا ہیرے جواہرات بھی بے حقیقت تھے۔

پردہ نشین خاتون پر کیا گذری؟

سبزی منڈی میں ایک شریف زادی امراؤ بیگم ایک چھوٹے سے گھر میں رہتی تھیں۔ غریب آدمی تھیں۔ سلائی سی کرائی اور اپنی لڑکی کا جس کی عمر بارہ برس سے زائد نہ تھی پیٹ پالتی تھی۔ میاں

نوکری کی تلاش میں باہر گئے ہوئے تھے۔ جمعہ کے دن کوئی بارہ بجے لڑکی کو نہلا رہی تھیں۔ اس کے سر میں جوئیں بہت سی تھیں۔ اس لئے کنگھی میں دوپٹہ ڈال کر ہو نچ رہی تھیں۔ جوئیں، لیکھیں، دھکیں مارتی جاتی تھیں، اور بیٹی کو دور دور رکھتی جاتی تھیں۔ جبھی تو لیکھیں بہہ رہی تھیں۔ اتنے میں باہر سے آواز آئی "بچوا دے تیرا بھلا ہوگا" امراؤ بیگم نے سمجھ لیا کہ فقیر ہے۔ اور اس کے جواب میں کہا "سائیں برکت ہے"۔

فقیر:۔ (دروازہ پر سے) کہتی ہے برکت ہے اور ساڑھے سات آنے پیسے آج ہی سلائی میں آئے ہیں۔ اور جوں کے توں تکیہ کے نیچے رکھے ہیں۔ جھوٹی فقیروں کو دھوکا دیتی ہے۔

سچ مچ ہمسائی سلائی کے ساڑھے سات آنے دے گئی تھیں۔ اور امراؤ بیگم نے ابھی سرہانے تکیہ کے نیچے الگ تھلگ رکھ دیئے تھے۔ اب جو فقیر نے باہر سے للکارا عورت ذات امراؤ بیگم تھرا اٹھیں۔ اور سمجھیں کہ کوئی پہنچا ہوا درویش ہے۔ ہاتھ سے کنگھی رکھ ایک آنہ تکیہ کے نیچے سے نکال لائیں۔ اور دروازہ پر جا کر فقیر کو دے دیا۔

فقیر:۔ جا بچہ! مالک تجھے بہت دے گا۔ یہ تو بتا تیرے گھر میں کے آدمی ہیں؟

امراؤ بیگم:۔ سائیں میرے میاں تو نوکری کرنے باہر گئے ہیں۔ اور جب سے گئے ہیں انہوں نے خط بھی نہیں بھیجا ہے گھر میں ایک میں ہوں اور ایک بارہ برس کی لڑکی ہے۔

اس بات کو سنکر فقیر نے کچھ سوچا اور اپنی جھولی میں ہاتھ ڈال کر ایک تھیلی سے سوکھی ہوئی کسی درخت کی جڑ نکالی۔ اور اس کے دو ٹکڑے کئے۔ اور دونوں ٹکڑوں پر جو انگل انگل بھر سے زیادہ نہ تھے کچھ پڑھ کر پھونکا۔ اور امراؤ بیگم کو دیکر کہا "مائی آج ہی رات کو ایک جڑی کپڑے میں لپیٹ کر اپنے بازو پر اور ایک اپنی لڑکی کے بازو پر باندھ دینا۔ خدا نے چاہا تو تیرے سب دکھ دور ہو جائیں گے۔ اور سونا چاندی سب کچھ تجھے مل جائے گا۔ تیرا گھر والا بھی ہنسی خوشی جلد ہی مایا لے کر پردیس سے آجائیگا۔"

اس جڑی کے پہنے دینے میں فقیر کا تھوڑا بہت امراؤ بیگم سے آمنا سامنا ہو گیا۔ امراؤ بیگم نے دیکھا کہ فقیر منہ پر اور سارے بدن پر بھبوت ملے ہوئے اور موٹا مسٹنڈا ہے۔ سر پر لمبے لمبے بال ہیں۔ گلے میں ایک جھولی اور ٹانگوں میں ایک لنگوٹی ہے۔ فقیر چلا گیا۔ امراؤ بیگم کے ہاتھ لڑکی کے نہلانے دھلانے سے بھیگے ہوئے تھے۔ لڑکی بے چاری نہانے کے پٹڑے پر بیٹھی ہوئی سسک رہی تھی۔ اس بھول بھول میں امراؤ بیگم نے یہی مناسب سمجھا کہ جڑی کو ایک پاک چیتھڑے میں لپیٹ کر تنبول کے درخت کی ٹہنی پر جو نہلانے دھلانے کے سامان کے پاس ہی تھا باندھ دیا۔ اور لڑکی کو نہلا دھلا کر اور کپڑے پہنا کر شام کا کھانا پکانے لگ گئیں۔ اور جڑی کا خیال دل سے اتر گیا۔ عشاء کی نماز کے بعد بیٹی کو لے کر اور کوٹھری کی کنڈی لگا کر سو رہیں۔ غریب آدمی تھیں۔ ایک کوڑی کا تیل چراغ میں جلاتی تھیں۔ چراغ کوئی دس بجے ہی گل ہو گیا تھا۔ بارہ بجے ایک آواز نے اسے جگا دیا "جڑی بے چاری کیا کرے تنبولوں باندھی" یہ آواز ٹھیر ٹھیر کر آتی تھی۔ اور قرینہ کہتا تھا کہ رات کے سناٹے میں دور تک جاتی تھی "جڑی بے چاری کیا کرے تنبولوں باندھی" یہ آواز آدمی کی آواز سے ملتی جلتی نہ تھی بلکہ یہ آواز پتھر کی یا زمین کی یا کسی لکڑی کی غیر معمولی آواز تھی۔ بھیانک تھی۔ ڈراؤنی تھی۔ اس آواز کو سن سنکر امراؤ بیگم اور ننھی لڑکی کا کلیجہ بیٹھا جاتا تھا۔ وہ پلنگ پر بیٹھے بیٹھے تھر تھر کانپ رہی تھیں۔ آواز رہ رہ کر آتی تھی۔ ایک گھنٹہ بعد امراؤ بیگم سمجھیں کہ یہ آواز اس جڑی کی ہے جو تنبول کے پیڑ میں باندھ کر بھول گئی۔ ورا اپنے اور اپنی بچی کے بازو پر نہ باندھی۔ یہ جڑی جادو کی ہے۔ اور اگر باندھ لیتی تو نہ جانے اس کا مجھ پر کیا اثر ہوتا۔ روتی جاتی تھی اور دعا کرتی جاتی تھی کہ الہی اس کا وارث بھی گھر پر نہیں۔ کوئی بڑا بوڑھا بھی یہاں نہیں ہے۔ دیکھئے کیا بنتی ہے۔ پو پھٹی وہ آواز بند ہو گئی۔ امراؤ بیگم دل کڑا کرکے اٹھیں۔ کوٹھری میں سے باہر آئیں۔ وضو کیا صبح کی نماز پڑھی۔ ابھی یہ جانماز پر سے اٹھی بھی نہ تھی کہ اس کے دروازہ پر کئی محلہ والے آئے اور کنڈی کھٹکھٹائی۔ یہ دروازہ پر گئیں تو محلہ والوں نے کہا "آدھی رات سے تمہارے گھر سے ... صبح تک ... آواز آ رہی ہے "جڑی بے چاری کیا کرے تنبولوں باندھی" ...

www.taemeernews.com

بات ہے۔"

امراؤ بیگم نے کل کا سارا قصہ بیان کیا۔ اور کہا "میں کوٹھری میں چلی جاتی ہوں تم گھر میں آ کر وہ جڑی دیکھ لو۔"

پردہ ہو گیا۔ پڑوسی گھر میں آ گئے۔ اور جڑی تنبول کے پتے میں بندھی دیکھی۔ اور ان لوگوں میں سے ایک بڑے میاں نے کہا "میں جوگی کو پچاس برس سے جانتا ہوں۔ یہ بھوری بھٹیاری کے محل کے پاس رہتا ہے۔ بڑا جادوگر ہے۔ امراؤ بیگم اپنے یا لڑکی کے بازو پر یہ جڑی باندھ لیتیں تو باؤلی ہو کر جوگی کے پاس جاتیں۔"

دو چار دبنگ آدمیوں نے بڑے میاں سے پتہ لیا۔ اور بھوری بھٹیاری کے محل پہ پہنچے۔ اور جوگی کی خوب دھن کی کی۔ بھوری بھٹیاری کے محل میں آج کل دلی کا جیل خانہ واقع ہے۔

شاہجہاں آباد میں نقشبندیہ بزرگوں کے دو گھر تھے ایک خانقاہ میرزا جانجاناں اور دوسری بارہ دری حضرت خواجہ میر درد صاحب کی جن کے نواسے کی میں مریدنی۔ ان بزرگوں کی وجہ سے توران کا توران شاہجہاں آباد میں امنڈ آیا تھا۔ سینکڑوں مغل ان حضرات کے ... شہر کے اندر بستے تھے۔ اور سبزی منڈی میں تو مغل پورہ کا ایک محلہ ہی ان کے نام سے بس گیا تھا۔ یہ لوگ بڑے بہادر، تلوریئے اور سپاہی تھے۔ بادشاہی فوج میں بھرتی ہو کر دکن گئے تھے۔ اور وہاں اپنا سورماپن دکھا رہے تھے۔ شیریں بیگ اور شکر بیگ جب گھوڑے کداتے لاہوری دروازے سے چاندنی چوک میں آتے دلی والوں سے چھیڑ چھاڑ ہو جاتی۔ تلوار کے دو دو ہاتھ ہوئے بغیر نہ رہتے۔ دلی والے ... اسفندیار تھے۔ تلوار کا جواب تلوار سے اور خنجر کا جواب خنجر سے دیتے تھے۔ دونوں طرف کے بہادر گھائل بھی ہو جاتے تھے۔ چوٹیں کھانے پر بھی کوئی تھانہ کوتوالی نہ جاتا تھا۔

ایک روز جو میں اپنے پیر و مرشد کی زیارت کو بارہ دری آئی تو میں نے دیکھا کہ حضرت کے محل میں مغل پورہ کی کوئی ... اور ان کے بچے بھرے ہوئے ہیں۔ میں نے مولوی ناصر جان ... کی بیگم ... سے جو خواجہ میر درد صاحب کی پوتی تھیں۔

پوچھا کہ "حضرت آپ کے ہاں آج نہ تو کوئی عرس ہے اور شادی بیاہ بھی نہیں ہے۔ پھر یہ مغل پورہ والیاں کیوں آئی ہیں؟"

بیگم صاحبہ نے جواب دیا "مصیبت زدہ ہیں۔ ڈر کے مارے گھر بار چھوڑ کر چلی آئیں۔ خانم! تم جانتی ہو کہ ان کے مرد مغل پچاس کی عمر سے لے کر بارہ برس کے بچے تک بادشاہ کے ساتھ دکن کی چڑھائی پر گئے ہوئے ہیں۔ گھروں میں یہ سب عورتیں ہی عورتیں یا چھوٹے چھوٹے لڑکے لڑکیاں۔ کوئی آٹھ دن ہوئے کہ ان کے دروازہ پر ایک فقیر آیا۔ جس کی صدا تھی "چھنن منن کی پھیریاں مائی چھنن منن کی پھیریاں۔" ان میں سے ایک مغلانی نے اپنی ماما سے کہا "فقیر کھڑا ہے اسے آٹے کی چٹکی دے آؤ۔" ماما سٹو آٹے کی چٹکی لے کر دروازہ پر گئی۔ فقیر سے کہہ آئی "بابا یہ بیس گھر ولائتی مغلوں کے ہیں۔ سب کے سب مرد اپنی نوکری بجانے دکن گئے ہوئے ہیں۔ گھر میں مرد کے نام چڑیا کا بچہ بھی نہیں ہے۔ نری عورتیں ہی عورتیں گھروں میں رہتی ہیں۔ مگر بابا یہ گھر ہے مالدار، الماروں پیسہ بھرا پڑا ہے۔" فقیر نے ماما کی یہ باتیں غور سے سنیں، اور کہتا چلا گیا "مائی چھنن منن کی پھیریاں، مائی چھنن منن کی پھیریاں۔" ماما پلٹ کر گھر میں آئی تو گھر والوں نے کہا "اری تو کہاں مر گئی تھی اور فقیر سے کیا کہہ رہی تھی؟" ماما نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں فقیر سے یہ باتیں کہہ آئی ہوں۔" ماما کی گفت گو سن کر کہا "نک حرام تیرا ستیاناس جائے ... دے آئی اور یہ جتا آئی کہ گھر میں مرد کے نام چڑیا کا بچہ نہیں۔ دیکھنا فقیر رات کو ڈاکہ لے کر آئے گا اور ہمارے گھروں کو لوٹ کر لے جائے گا ... عزت پر بھی بن جائے گی۔"

ان کے گھروں میں کھڑکیاں ہیں۔ ضرورت کے وقت ایک گھر میں سب عورتیں اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ مغلانیوں نے مل جل کر ایک بات ٹھہرائی اور رات کو جب کھانا پکا کر کھا چکیں تو مردانہ بھیس بدل ڈھاٹے باندھ اپنے اپنے مردوں کے ہتھیار اپنے مکانوں کی چھتوں پر چڑھ گئیں۔ اور مشعلیں جلا جلا کر کھڑی ہو گئیں۔ ساری رات چھتوں پہ ٹہل کر کاٹ دی۔ دوسرے دن پھر وہی فقیر "مائی چھنن منن کی پھیریاں" کہتا ہوا آیا اور ماما اس کی صدا سن کر دوڑی۔

فقیر نے "جھوٹی، مکار، تو تو کہتی تھی کہ ان گھروں میں مرد نہیں ہیں۔ رات تو ان گھروں کی چھتوں پر مرد ہی ہاتھوں میں تلواریں اور

www.taemeernews.com

بند وقتیں لئے پہرہ دے رہے تھے۔ مشعلیں روشن تھیں۔ ہم خود آکر دیکھ گئے تھے۔

ماما:۔ میں جھوٹ نہیں بولا کرتی ہوں۔ میں نے تم سے سچ بات کہی تھی۔ سچ سچ گھروں میں کوئی مرد نہیں ہے۔ مگر ان عورتوں سے خدا بچائے۔ یہ بڑی لنکا ہیں۔ آسمان کو پھاڑتی ہیں اور تھگلی لگاتی ہیں۔ رات کو اپنے مردوں کے کپڑے پہن، مردوں کے ہتھیار سنبھال چھتوں پر چڑھ کھڑی ہوئیں۔

یہ باتیں بنا بنو گھر میں آئی تو مغلانی نے پوچھا۔ کہو آج شاہ جی سے کیا کہہ سن آئیں۔ ماما نے جو کچھ کہا تھا اُسے دوہرایا۔ سب مغلانیاں رونے پیٹنے لگیں۔ اور انہوں نے کہا گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ آج ڈاکے ڈالوں پر بھید کھل گیا۔ رات کو وہ ضرور آئیں گے۔ اور ہم بے وارثی عورتوں کو لوٹ کرلے جائیں گے۔ مصلحت یہی ہے کہ شام سے پہلے پہلے اپنے اپنے مال و متاع لے کر حضرت صاحب کے دروازہ پر بارہ دری میں چل پڑو۔ اور اس لُتری حرام خور کو گھر ہی میں چھوڑ دو۔ اور اسی دن اپنا گہنا پاتا اور نقدی لے کر بارہ دری میں آگئیں۔

کل ایک آدمی مغلپورے سے آیا تھا۔ وہ کہہ گیا تھا کہ جس دن آپ یہاں آئی ہیں۔ اُسی رات کو مغل پورے میں ڈاکہ پڑا۔ اور بہت سے گھر لٹ گئے۔ آپ کے گھر میں بھی ڈاکو جا گھسے تھے۔ مگر انھیں سامان کچھ پسند نہ آیا اس لئے خالی ہاتھ گئے۔ البتہ آپ کی ماما کو مار کر چلا کر گئے ہیں۔ اور اس سے کہہ گئے تو نے ہمیں ناحق پریشان کیا۔

ماما کے پٹنے پر مغلانیاں بہت ہنسیں۔ اب حضرت بابا نے کوتوالی کو خط لکھ دیا ہے۔ اور اس نے مغل پورے کی حفاظت کا بندوبست کردیا ہے۔ دو چار دن میں مغلانیاں اپنے اپنے گھروں کو سدھاریںگی۔

بہادر شاہ کی منحوس تخت نشینی

اکبر شاہ ثانی کا انتقال رات کے دو بجے ہوا۔ خبردار دم بدم کی خبر ولیعہد کو دے رہے تھے۔ اور ولیعہد تاج اور لباس اور زر و جواہر اور زیور کا خوان لئے بیٹھے تھے۔ اور اس انتظار میں تھے کہ میں کب یہ سنوں کہ گھی کا کپّہ لنڈھ گیا۔ اور تخت بادشاہی پر بیٹھ جاؤں۔ چنانچہ ایک خبردار نے خبر دی کہ حضور مبارک ہو سافر گیا۔ بس فوراً میرزا ابن ولیعہد

بہادر نے شاہانہ لباس پہنا اور چاہا کہ تخت پر قدم رکھیں جو نجومی اور جوتشیوں نے کہا کہ وقت اچھا نہیں ہے۔ سورج نکلے جلوس فرمایئے اندھیرے میں تخت پر بیٹھنا نحس ہے۔ ولیعہد نے کہا کہ میرے لئے نحس ہے یا رعایا کے لئے ہے۔ نجومی کہنا تو چاہتے تھے کہ دونوں کے لئے بُرا ہے مگر ولیعہد کے ڈر سے کہدیا کہ حضور رعیت کے لئے اچھا نہیں ہے۔ ولیعہد نے کہا خیر دیکھا جائے گا۔ آفتاب نہ ہوگا تو کیا روشنی نہ ہوگی اور مشعل اور مہتاب اور شمع و چراغ ایسی روشنی ہوئی کہ دن نے مات کھائی۔

ولیعہد تخت پر بیٹھے۔ ابوظفر محمد سراج الدین بہادر شاہ لقب اختیار کیا۔ اُن کے تخت پر بیٹھتے ہی کال پڑا۔ سارا ہندوستان ترّاہ ترّاہ پکارنے لگا۔ آدمیوں نے بھوک کے مارے اپنے بچے بھون کر کھائے۔ آگرہ کی طرف سے گیہوں ناؤں میں بھرا ہوا کئی ہزار من آرہا تھا جب ناویں لال قلعہ کے پاس کنارے پر لگی۔ اس سے پہلے کہ اناج کی بوریاں کھاری باؤلی میں پہنچائی جائیں کنگلوں اور بھوکوں نے لوٹ لیں۔ اور اناج کا دانہ دانہ لے گئے۔ دلّی کی عورتوں میں اس کی بھی یادداشت بن گئی تھی۔ ایک سے دوسری کہتی تھی کہ بوا جب ناویں لٹی تھیں تو میں بارہ برس کی تھی۔ ناویں لٹی تھیں تو یہ بات یوں ہوئی تھی۔ بہادر شاہ کی بے وقت تخت نشینی کے متعلق مرثیہ غم پڑھتی تھیں جو بہت بڑا تھا۔ مگر میں نے اسے یاد نہیں کیا اور نہ یاد کرنے کی ضرورت تھی۔ نہ اس کا کوئی موقعہ تھا۔ دو چار مصرعے حافظہ میں جم گئے تھے۔ وہ ناظرین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ؎

تخت پر بیٹھنا ان کا نہ سزاوار ہوا - مہنگا ایکبار ہوا
شاہ اکبر کا دماغ اور تھا ان کا ہے کچھ اور - کی سلاطین کی غور
کاٹتے لوگوں کے کرکے اندھیر افسوس -

اور سچ بات یہ ہے اُن کی بے وقت تخت نشینی اپنا رنگ لائی۔ اور شاہجہاں آباد کی اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ سلطنت اجڑ گئی۔ لال قلعہ کا ڈھانچ رہ گیا۔ نام و نمود کا پانی ملتان بہہ گیا۔

کوئی ایسا سخی کوئی ویسا سخی

پانچ پانچ چھ چھ برس کی دو لڑکیاں آمنے سامنے بیٹھ جاتیں ایک

دوسرے کے ہاتھ کی انگلیاں انگلیوں میں ڈال لیتیں۔ اور آہستہ آہستہ ہلی جاتیں اور کہتی جاتیں۔ ماما کوئی ایسا سخی کوئی ویسا سخی کوئی چڑیا کا بچہ چھڑا دیتا۔ کوئی ایسا سخی کوئی ویسا سخی کوئی چڑیا کا بچہ چھڑا دیتا جب اس کھیل کود کو دیر ہو جاتی تو کوئی بڑا لڑکی۔ کوئی بیگم اٹھتیں۔ لڑکیوں کی انگلیوں سے انگلیاں نکال دیتیں۔ وہ دونوں لڑکیاں اپنے گمان میں چڑیاں تھیں اور اڑنے کے لئے گویا گتھ گئی تھیں تیسرے شخص نے آکر بیچ بچاؤ کرا دیا۔

بادشاہزادیوں کو بیر بہوٹیوں کا شوق

برسات کے موسم میں جب بیر بہوٹیاں نکل پڑتیں تو بادشاہزادیوں کو ان کا لال مخملی پن پسند آتا۔ ایک ایک بیر بہوٹی ایک ایک اشرفی کو مول لی جاتی۔ اور بچوں کو بانٹی جاتیں۔ ایک بادشاہزادی جس کی عمر پانچ برس کی ہوتی۔ بیر بہوٹی کو اپنی ہتھیلی پر رکھ لیتی۔ وہ ہاتھ کے ہلنے جلنے سے اپنے پنجے سمیٹ لیتی۔ اور گول مول ہو کر مردہ بن جاتی۔ تو بادشاہزادی کہتی۔ بیر بہوٹی پنجہ کھول تیرا ماموں آیا۔ بیر بہوٹی پنجہ کھول تیرا ماموں آیا۔ آخر ہتھیلی کی حرکت تھم جاتی تو پھر بیر بہوٹی اپنی انگلیاں کھولتی اور چلنے لگتی۔ اس پر وہ خوشی منائی جاتی کہ اللہ اللہ۔ شام کے وقت سونے کی ڈبیہ میں بیر بہوٹی بند کی جاتی۔ داروغہ کے سپرد ہوتی۔ اگر کہیں رات کو بیر بہوٹی مر کر رہ گئی تو صبح اٹھ کر چھوٹی بیگم روتے روتے اپنی آنکھیں سوجا لیتیں۔ بڑی بیگم اپنی بچی کو چمکارتیں اور فرماتیں۔ قربان گئی اپنی لاڈو پرسے موئی دو کوڑی کی بیر بہوٹی۔ اری سازگار داروغہ ذرا ڈیوڑھی جانا۔ دس اشرفیاں دو تو کو دے آنا اور سمجھانا کہ بیوی بچوں سے نئی موٹی موٹی بیر بہوٹیاں لا دے۔ داروغہ اشرفیاں لے کر جاتا اور گھنٹہ دو گھنٹہ میں پلٹ کر آتا اور ڈیوڑھی میں کھڑا ہوتا اور چیخ کر کہتا۔ حضور بیر بہوٹیاں آگئیں۔ مگر آج منڈی میں بیر بہوٹیوں کا بھاؤ دگنا تھا۔ دس اشرفیاں قرض لے کر آیا ہوں۔ بڑی بیگم فرماتیں۔ داروغہ بڑا نمک حلال ہے۔ اس نے اشرفیوں کا منہ نہ کیا۔ اور ہمارا حکم بجا لایا۔ دس اشرفیاں اسے اور دو تاکہ بیر بہوٹی والے کا قرض چکا آئے۔ اور انعام کے گیارہ روپے اسے الگ دیئے جائیں۔

دودھ بتاشے پیا کرو

ایک لال قلعہ کی بیگم طوطے کو سبق پڑھا رہی تھیں۔ حق اللہ، پاک ذات اللہ، صحیح تو خدا، خدا کا رسول، تو غافل نہ ہو، خدا کو نہ بھول، جگ جگ جیا کرو۔ دودھ بتاشے پیا کرو۔ اٹھ فقیر چل مکہ کو، اٹھ فقیر چل مکہ کو۔

پڑھو میاں مٹھو، بیوی کا مٹھو، اگر اس سبق کو پڑھ کر طوطے نے ٹیں ٹیں کی تو خیر، نہیں بیگم نے خفا ہو کر فرمایا۔ پڑھو تو پڑھو نہیں تو پنجرہ خالی کرو۔

چیل گاڑی یا ریل گاڑی

فرنگیوں نے کلکتہ سے جب شاہجہاں آباد کو ریل لانی چاہی تو بادشاہ سے درخواست کی کہ اس کے ٹھہرنے اور اس میں چڑھنے اترنے کے لئے شہر میں اسٹیشن بنانے کے لئے اجازت ہو۔ اگرچہ فرنگی سارے ملک اور سارے شاہجہاں آباد پر قابض ہو چکے تھے مگر نام کے بادشاہ کا ادب کرتے تھے۔ اور اسی سبب سے اور اسی لئے منہ چھونے کے لئے یہ بات کہی تھی۔ جہاں پناہ نے فرمایا۔ میں چیل گاڑی کا چرچا بہت دن سے سن رہا ہوں توبہ توبہ وہ شہر میں چلے گی تو اس کی گڑگڑاہٹ سے پیٹ والیوں کے پیٹ گر جایا کریں گے۔ آدمی پس پس جائیں گے۔ اس کے دھوئیں سے آنکھیں بیمار ہوں گی۔ نہیں اگر چیل گاڑی لانی ہو تو اس کا اسٹیشن کشمیری دروازے سے چھ سات میل پرے بنانا۔ اور فرنگیوں نے بادشاہ سلامت کے اس حکم کو مان لیا۔ اسٹیشن کے لئے شہر سے بہت پرے جگہ بھی تجویز ہو گئی۔ مگر خدا کو کچھ اور منظور تھا۔

ہر قسم کی کتابیں
ادبی، سیاسی، تاریخی، اصلاحی، افسانوی اور مذہبی
کتابیں خریدنے کیلئے
دفتر خاتون مشرق دہلی کو یاد رکھیے

www.taemeernews.com

رفیق النساء

کام کی کتابوں میں آپ کا دل نہیں لگتا۔ خیال دماغ رُوح کو خراب کرنے والی کتابیں اور رسالے آپ خوب پڑھتی ہیں۔ آپ کے دماغ کو اس طرف لانے کے لئے آپ کے محبوب دفتر خاتون مشرق دہلی نے ایک عمدہ اور مفید کتاب رفیق النساء تیار کردی ہے۔ بہت ہی عام فہم اور آسان اردو میں عورتوں اور بچوں کی صحت و تندرستی اور حسن قائم رکھنے کے لئے اور ہر بیماری کا علاج کرنے کے لئے افسانوں اور قصّوں کی شکل میں اچھے اچھے مضامین بیان کئے ہیں۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

فریاد نغمہ

ایک مظلوم، ستم رسیدہ اور حق پرست خاتون کی بالکل سچی اور منظوم آپ بیتی "فریاد نغمہ" میں ملاحظہ فرمایئے جس کو سماج نے ستایا، اُس کی اولاد کو جدا کیا۔ محبوب شوہر کو بدظن کیا۔ اس ظلم کو وہ برداشت نہ کرسکی۔ پاگل ہوگئی، گھر سے نکل گئی، دَر دَر کی خاک چھانی اس مجبور خاتون نے اپنی مظلومیت کی داستان کو منظوم شکل میں پیش کیا ہے۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔ علاوہ محصول ڈاک۔ اس پتہ سے منگا لیجئے۔

دفتر خاتون مشرق اردو بازار دہلی

www.taemeernews.com

روشن خیال اور تعلیم یافتہ خواتین کے

روح پرور اور کیف آور کلام کا نادر مجموعہ

وجد پیدا کرنیوالی نعتیں تڑپانے والی نظمیں دل میں گدگدی پیدا

کرنے والے گیت محبت میں ڈوبی ہوئی غزلیں، فلسفیانہ قطعات اور دلچسپ رباعیاں!

محفل خواتین

میں یہ عجیب و غریب کلام شائع ہو گیا ہے

اس کتاب میں ڈھائی سو مشہور و معروف شاعرہ خواتین کا کلام درج ہے۔ بلا مبالغہ دعوے کیساتھ اعلان کیا جا سکتا ہے کہ اردو زبان میں شاعرہ خواتین کا اتنا کثیر اور بہترین کلام آجتک شائع نہیں ہو سکا۔ اقبال اور جوشؔ کی کتابوں جیسا سائز۔ کاغذ سفید اور مضبوط۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب، خوبصورت۔ اور بہترین جلد، خوشنما سرورق رنگین اور حسین، تقریباً پونے تین سو صفحات۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف چار روپے۔ محصولڈاک ایک کتاب کا نو آنے، دو کتابوں کا ۱۴؍

دفتر خاتون مشرق اردو بازار دہلی سے منگائیے

www.taemeernews.com

تمیز سے بات کیجیے

جمال آرا جمال بنارسی

سچ ہے جب گیدڑ کی موت آتی ہے تو شہر کی راہ لیتا ہے چیونٹی کو مرنا ہوتا ہے تو پر نمودار ہونے لگتے ہیں۔ اور جب کالج کے لڑکوں کی شامت آتی ہے تو وہ بھی ......

حالانکہ مجھے کالج چھوڑے ہوئے بھی تقریباً تین سال ہو رہے ہیں۔ مگر مجھے اب بھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میں نے آج ہی اپنی پڑھائی کا سلسلہ ترک کیا ہے۔

اکثر تنہائی میں جب دھواں دھار بارش ہوتی رہتی ہے تو مجھے ایک عجیب واقعہ یاد آجایا کرتا ہے۔ یا جب کہ اقبال کے ابا اپنے پرانے کالج کے ساتھیوں کو یاد کرتے اور کہتے کہ خضر پڑھنے میں کتنا تیز تھا۔ چودھری کھیلوں پر فوقیت رکھتا تھا۔ خضر فرشتہ جیسا۔ نہ کسی سے لڑنا نہ جھگڑنا سب کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا۔ لڑکے کلاس میں شور مچاتے۔ جوتے کے تلے رگڑتے۔ جانوروں کی بولیاں بولتے۔ تہذیب سے گرے ہوئے فلمی گانے گاتے۔ خوش اُستاد بننے کی کوشش کرتے۔ مگر بےچارہ خضر ان سب چیزوں میں حصہ نہ لیتا بلکہ شور مچانے والوں کو ایسا کرنے سے منع کرتا۔ اور اکثر نفرت سے لعنت ملامت کرتا۔ وہ ایک اچھے اور حقیقی طالب علم کے فرائض کو جانتا تھا اور اس پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھتا تھا۔

جب اُن کی تعریفیں حد سے زیادہ بڑھ جاتیں تو میں غصہ میں آپے سے باہر ہو جاتی۔ گھنٹوں اسی پر بحث ہوتی رہتی کہ کالج کے لڑکے اور سیدھے سادے" سوٹ بوٹ پہن کر شرافت جتاتے ہیں۔ صاف لفظوں میں یہ سمجھئے کہ جیسے ستم ہوتے ہیں وہ ہماری باتوں پر چڑھ جاتے اور کہتے کہ بیگم تم کالج کے لڑکوں کو اتنا ذلیل اور نفرت کی نگاہ سے کیوں دیکھتی ہو آخر اس کی کوئی وجہ بھی تو ہونی چاہئے۔

لاحول ولا قوۃ۔ میں کیا لکھنے جا رہی تھی اور کیا لکھ رہی ہوں۔ خیر اس وقت کالج کے لڑکوں ہی پر یعنی اُنکی شرافت پر ہی کچھ نظر دوڑاؤں۔ شاید اس میں کوئی وجہ نکل آئے کہ کالج کے لڑکے شریف ہوتے ہیں یا نہیں۔ آپ اس واقعہ کو پڑھ کر خود ہی فیصلہ کر لیں گے۔

اس دن صبح ہی سے بارش ہو رہی تھی۔ آسمان پر جا بجا بادل کے بکھرے ہوئے گروہ اٹکھیلیاں کرتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ سرد سرد ہواؤں کے جھونکے بدن میں لرزش پیدا کر رہے تھے۔ سڑکوں پر کیچڑ اور پانی سے چلنا دشوار تھا۔ موٹر پر چلنے والوں نے تو ناک میں دم کر رکھا تھا سردی دھیرے دھیرے بڑھتی جا رہی تھی اس لئے کالج میں رینی ڈے (Rainy day) ہو گیا۔

میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ کالج گیٹ پر بہت دیر دیر تک کھڑی سواری کا انتظار کرتی رہی۔ مگر بدقسمتی سے کوئی سواری نہ مل سکی۔ کوئی رکشا ادھر سے گزرتا تو وہ بھی بھرا ہوا۔ کوئی خالی بھی رہتا تو سردی کی وجہ سے اس کی ہمت گوارا نہ کرتی۔

www.taemeernews.com

اسی کش مکش میں جب زیادہ دیر ہو گئی تو ہم لوگوں نے عاجز ہو کر پیدل ہی چلنا بہتر سمجھا۔ کپڑا بھیگنے میں کوئی کسر باقی نہ تھی۔ سردی کی وجہ سے دانت کٹکٹا رہے تھے۔ پانی کیا برس رہا تھا کہ قہرِ خدا نازل ہو رہا تھا۔

ہم لوگوں کو کبھی پرنسپل صاحبہ پر غصہ آتا کبھی موٹر ڈرائیور پر۔ گورنمنٹ کالج ہوتے ہوئے بھی صرف ایک ہی [illegible] سال میں چھ مہینے بیمار رہتی۔ کبھی دیکھو تو زکام، کبھی نزلہ، کبھی کھانسی۔ لڑکیوں کی متواتر ضد اور درخواست سے کبھی اسکا علاج بھی ہوتا تو دو چار روز میں پھر اپنی پرانی صورت اختیار کر لیتی۔ یا اگر ہم لوگوں پر زیادہ مہربانی کرتی تو کہیں گھر سے دور جا کر روٹھ جاتی۔ ڈرائیور خوشامد کرتے کرتے عاجز آ جاتا لیکن وہ اپنی ہی ہٹ پر قائم رہتی اور ہم لوگوں کو پیدل ہی گھسٹنا پڑتا۔

آپس میں یہی سب باتیں ہو رہی تھیں کہ راستے میں لڑکوں کا اسکول آ گیا۔ شاید وہاں بھی چھٹی ہو گئی تھی۔ چار لڑکے جو کہ کالج اسٹوڈنٹ تو ضرور تھے مگر شکل اور چال ڈھال سے شیطان ہی معلوم ہوتے تھے۔ ایسے ویسے نہیں بلکہ ابلیس کے اُستاد۔

کسی کی پتلون جھاڑ دے رہی تھی کسی کا پاجامہ بھاگا جا رہا تھا۔ ایک صاحب شیروانی میں ملبوس اچھے خاصے کارٹون معلوم ہو رہے تھے۔ نہ کتابوں کا خیال نہ کپڑوں کا۔ کوئی چھاتا لے کر بھاگا تو سب اُس کے پیچھے پیچھے دوڑتے۔ ایک صاحب جو ہرنوں کی طرح چھلانگ مار کر دوڑے تو منھ کے بل آ گرے۔ ان کی شکل سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے نالی میں اوندھے پڑے تھے اور لڑکیوں کو دیکھ کر یکایک ٹپک پڑے۔ ہم لوگوں کو بڑی ہنسی آئی لیکن ضبط کر کے آگے بڑھے۔ پھر بھی ان شیطانوں نے پیچھا نہ چھوڑا۔ ہم لوگوں نے بہت کوشش کی کہ پیچھا چھوٹے۔ لیکن شیطان تو شیطان ہی سہی۔

تھوڑی دور جا کر ایک صاحب کا پاجامہ ان کے پیر میں ایسا پھنسا کہ فٹ بال کی طرح دھم سے زمین پر آ گرے۔

جو اُدھر سے گزرتا ان کو ایک نظر دیکھ کر ضرور ہنس لیتا اور چند نامعقول الفاظ پیش کرتا ہوا چلا جاتا۔ وہ سب اپنی بے وقوفی پر پھر بھی نادم نہ ہوتے۔ اس وقت ایسا معلوم ہوتا تھا کہ بریلی کے پاگل خانے سے چند پاگل بھاگ نکلے ہیں۔

ابھی تک تو ان لوگوں کی بدتمیزی اسی حد تک محدود تھی۔ لیکن اب وہ کافی بڑھ چکے تھے اور ساتھ ہی ساتھ ہم لوگوں پر آوازہ بھی کسنا شروع کر دیا تھا۔ طرح طرح کی آوازیں سُنائی دیتی تھیں۔

کوئی کہتا کہ "آہ سردی بہت ہے" تو دوسرا کہتا۔ "تو کیا کروں قسمت میں سردی ہی کھانا لکھا ہوا ہے۔" کوئی کہتا "اس وقت تو چائے کی ضرورت ہے"۔ کوئی کہتا "پوچھو پلائیں گی"۔ درمیان میں ایک صاحب بول اُٹھے "دیکھو بھی بھیگ رہی ہیں کم سے کم چھاتا تو دیدو۔ اگر بیمار ہو گئیں تو ڈاکٹر کو بلا وجہ فیس دینی ہو گی۔ یا اگر دُنیا سے سدھار گئیں تو حسن و خوبصورتی کا جنازہ بھی انہیں کے ساتھ ساتھ دفن ہو جائے گا۔" اتنے میں دوسرے نے کہا "ایسا مت کہو ہم سے اور تم سے دشمنی ہو جائے گی۔ ابھی تو بے چاری کو مار رہے ہو۔ اس کے دل میں طرح طرح کی اُمنگیں جنم لے رہی ہوں گی۔ ان کے والدین کی تمنا ہو گی کہ ہماری بیٹی کے ہاتھ مہندی سے کب رنگے جائیں گے۔" پہلے صاحب پھر دھڑ سے بول اُٹھے "تو آپ کے دل میں درد کیوں پیدا ہو رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دُنیا کا درد آپ ہی کے دل میں ہے۔ یا آپ سے ان کی سگائی ہونے والی ہے۔" اتنے میں تیسرے صاحب رال کی طرح ٹپک پڑے "واہ بے ذرا اور بھی خوب صورت ہوتے۔" ؎

پہلوئے حور میں لنگور خدا کی قدرت
زاغ کی چونچ میں انگور خدا کی قدرت

بیٹا! جوتیاں............

اتنے میں ایک صاحب بات کاٹ کر بولے "بھئی آپ نے مجھ کو بالکل ہی بدھو سمجھ رکھا ہے۔ جناب آپ کو معلوم

ہونا چاہیئے کہ مجھ پر پریاں سوار رہتی ہیں"۔

غرضیکہ وہ اسی طرح بکتے اور ہم لوگوں کو اپنی طرف متوجّہ کرنے کی کوشش کرتے۔ ان کی باتوں سے شیلا کو رہ رہ کر غصّہ آتا۔ وہ کچھ بولنے کی کوشش کرتی۔ مگر میرے کہنے پر خاموش ہو جاتی۔ ہمارا گھر بالکل قریب آ گیا تھا لیکن ہم لوگ پیچھا چھڑانے کی بہتیری کوشش کر رہے تھے۔ اتفاق سے ایک خالی رکشا سڑک کے کنارے کھڑا ہوا دکھلائی دیا۔ گو کہ ہمارا مکان بالکل نزدیک تھا لیکن یہ سوچکر کہ کہیں شیطان گھر نہ دیکھ لیں۔ رکشا پر بیٹھ گئے لیکن وہ کب ماننے والے تھے۔ رکشا کے پاس پہنچ کر رکشا والے سے کہنے لگے :۔

"رکشا خالی ہے؟ ہم بھی چلنا چاہتے ہیں"۔

ان سبھوں کی باتیں اب برداشت سے باہر تھیں۔ آخرکار شیلا کا غصّہ جوش میں آ ہی گیا۔ لیکن شرم و حیا کی دیوی نے صرف اتنا ہی کہا کہ :۔

"ذرا تمیز سے بات کیجئے"

کہ میں نے اس کا منھ ہاتھ سے دبا دیا۔

رکشا آگے بڑھ گیا۔ خدا خدا کر کے پیچھا چھوٹا۔

جان بچی لاکھوں پائے

خیر سے بدھو گھر کو آئے

(یورپ زدہ بہنوں کی خدمت میں بقیہ صفحہ ۶۱)

اور اس ناچیز کے مضمون کو پڑھ کر برگشتہ نہ ہوں۔ موجودہ نازک حالت کا اندازہ کریں۔ اور قوم کو تباہی اور بربادی کے ہولناک طوفان سے بچائیں ؎

دیکھ سیلابِ فنا حد سے گزر جانے کو ہے

تیری جمعیّت کا شیرازہ بکھر جانے کو ہے

میرے دل پسند اشعار

مس سرور رعنا صدیقی۔ بھرتنہ ضلع اٹاوہ

کیا دبدبۂ نادر کیا شوکتِ تیموری ہو جاتے ہیں سب دفتر غرقِ مئے ناب آخر

(اقبال)

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

(امیر)

قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں

موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

(غالب)

نہ چھیڑ اے نکہتِ بادِ بہاری راہ لگ اپنی

تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

(انشاء)

اس عہد میں اے اکبر ہم اس کو ولی سمجھے

جس دل میں بھی تھوڑا سا اللہ کا ڈر دیکھا

(اکبر الٰہ آبادی)

کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے

(محمد علی جوہر)

درِ میخانہ چوپٹ ہے تہجد کو ہوئی چوری

پڑے ٹوٹے ہوئے ساغر پڑے ٹوٹے پیالے ہیں

گماں کس پر کریں میکش ادھر صوفی ادھر مُلّا

خدا رکھے محلے میں سبھی اللہ والے ہیں

(سائل)

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

(اقبال)

جب کشتی ثابت و سالم تھی ساحل کی تمنّا کس کو تھی

اب ایسی شکستہ کشتی پہ ساحل کی تمنّا کون کرے

(جذبی)

www.taemeernews.com

یورپ زدہ بہنوں کی خدمت میں

مس ساجدہ خاتون نکہت۔ سکندرآباد دکن

بہت کچھ ہو چکی اسلام کے گلشن کی بربادی
اُٹھو اے بلبلو! کب تک طوافِ آشیاں ہوگا

تعلیم ہر انسان کے لئے ضروری ہے۔ تعلیم ہی ایک ایسی شمع ہدایت ہے جو انسان کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لاتی ہے۔ تعلیم ہی ایک ایسی شے ہے جو کہ انسان کی حیوانیت کو جامۂ انسانیت پہناتی ہے۔ جس انسان میں جوہر علم نہیں۔ وہ انسان کہلانے کا مستحق نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علم ہی ایک ایسی چیز ہے جو اچھے بُرے میں امتیاز کراتا ہے۔ ورنہ انسان اور حیوان میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔ لیکن تعلیم حاصل کرنے کی بہ نسبت تعلیم کے نتیجے پر غور کرنا اور اس کو سمجھنا زیادہ مشکل ہے۔

آج کل تعلیم نسواں کی مہم جاری ہے۔ اور واقعی ہے بھی اس کی ضرورت۔ پہلے کی بہ نسبت کافی تعداد میں مسلمان بہنیں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ اور کرنی بھی چاہئے۔ میں اسی سلسلہ میں اپنے کچھ خیالات کا اظہار کرنا چاہتی ہوں:۔

اکثر بہنیں تعلیم حاصل کر کے غلط راستہ اختیار کر رہی ہیں۔ اور وہ راستہ انتہائی تباہ کن ہے۔ اور سچ ہے ترقی کے تباہی کی طرف لے جانے والا ہے۔ تحصیل علم کے دوران میں اُن کو گھر سے باہر نکلنے کا موقع ملتا ہے۔ جس سے وہ ناجائز فائدہ اُٹھا کر اپنے آپ کو غلط راستے پر ڈال لیتی ہیں۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ پردہ اُن کے لئے ایک قید بن جاتا ہے۔ اور نمائشِ حُسن کو ایک ضروریاتِ زندگی سمجھتی ہیں۔ اسی وجہ سے آج کل وہ نام نہاد تعلیم یافتہ بہنیں روزانہ صبح شام نئے نئے طریقے سے بالوں کی ڈریسنگ کر کے چُست چُست لباس زیب تن کر کے نہایت آزادی اور بے باکی کے ساتھ سڑکوں۔ بازاروں۔ سینماؤں اور کلب گھروں کو رونق بخشتی ہیں۔

اس آزادی اور مغربی فیشن کے جذبے نے انہیں مذہب سے اس قدر دور کر دیا ہے کہ وہ اسلام اور خداوند تعالیٰ کے احکامات کا مذاق اُڑاتی ہیں اور اپنے فرائض کو بالکل فراموش کر بیٹھتی ہیں۔ ؎

پاس اب ملت کا باقی ہے نہ کچھ خوفِ خدا
مغربی تقلید نے جوہر کو تیرے کھو دیا

وہ جا رہی ہیں تباہی کی طرف اور سمجھتی ہیں کہ ہم ترقی کر رہی ہیں۔ وہ بن رہی ہیں نفس کی غلام اور خیال کرتی ہیں کہ آزاد ملک کی آزاد خواتین ہیں۔

یہ بہنیں سُرخی اور پوڈر کا استعمال ضروری خیال کرتی ہیں۔ اپنے چہرے کو ہر وقت چمکدار۔ خوب صورت

اور دل فریب بنانے کی فکر میں رہتی ہیں۔ لیکن اس ظاہری حسن و نمائش کا نتیجہ اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا کہ

بڑھ گئی کچھ سُرخی و غازہ سے جلووں کی چمک
مٹ گئی رُخ سے مگر معصومیت کی وہ جھلک

میں پوچھتی ہوں کیا اسی کا نام ترقی ہے۔ کیا تعلیم کا یہی مقصد ہے کہ ہم بے پردہ ہوکر اپنے حُسن کی نمائش کرتے پھریں۔ اپنے مذہب سے نفرت کرنے لگیں۔ خدا اور رسول کے احکامات کی کوئی حقیقت نہ سمجھیں۔ والدین کا حجاب اپنے اوپر مصیبت خانہ داری کا کام۔ بچّوں کی پرورش۔ شوہر کی اطاعت کو ذہانی خیال کریں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ تعلیم ہمیں خدا تعالےٰ اور اُس کے کلام قرآن پاک کے اصولوں پر چلنے کی تلقین کرتی ہے۔ سب سے اہم تعلیم مذہبی تعلیم ہے۔ جو قرآن پاک کی تعلیم ہے۔ جو نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ دُنیا کی ہر قوم کو شمع ہدایت دکھاتی اور نیک راستہ پر چلنے کی تلقین کرتی ہے۔

اسلام میں عورتوں کے لئے پردہ ضروری ہے اور اشد ضروری ہے۔ لیکن ہماری اکثر بہنوں کا خیال ہے کہ ہماری قوم اُس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ ہم گھر کی چار دیواری سے نہ نکلیں۔ بازاروں اور اسٹیجوں پر بے پردہ ہوکر تقاریر نہ کریں۔ اور مردوں سے گھُل مِل کر بے تکلفانہ گفتگو نہ کریں۔ لیکن یہ اُن کی غلط فہمی ہے۔ ہماری پیغمبر زادیاں جو پردے کی حد سے زیادہ پابند تھیں۔ جو شرم و حیا عفت اور عصمت کا نمونہ تھیں۔ کیسے کیسے کارنامے دکھا گئیں۔ جن پر مسلم قوم کو آج تک ناز ہے۔

حضرت خولہ کی دلاوری اور شجاعت کے واقعات تاریخ اسلام میں بھرے پڑے ہیں۔ وہ جس وقت دشمن کے نرغے میں پھنس جاتی تھیں تو اپنی ساتھ والیوں کو جوش دلا کر خیمہ کی میخیں نکال کر جم جاتیں۔ حتیٰ کہ کفّار یا تو خود بھاگ جاتے یا مسلمان ان کی مدد کو آ جاتے۔ اور مسلم قوم فتحیاب ہوتی۔

کیا وہ بے پردہ ہو گئی تھیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ نازک سے نازک وقت میں اپنے پردے کا خیال رکھتی تھیں۔ کیا حضرت عائشہؓ جنگ بدر میں بُرقع پہن کر نہیں لڑی تھیں۔ لیکن افسوس ہوتا ہے آج کل کی بہنوں کی تہذیب پر۔ کہ بُرقع تو برقع دوپٹہ بھی سر سے غائب ہے۔ آج یہ بہنیں کلب گھروں۔ بازاروں کی زینت اور سینماؤں کی عزت بنی ہوئی ہیں۔ جب ہماری ہی یہ حالت ہو گئی کہ جب ہم خدا اور رسولؐ کی دی ہوئی تعلیم اور اُس کے بتائے ہوئے راستے سے اتنی دور بھٹک گئے ہیں کہ ہمیں یہ بھی خیال نہیں کہ جب ہم بھرے میدانِ حشر میں خدا کے سامنے ہوں گے اور ہم سے پوچھا جائیگا کہ کیا تم اسی لئے پیدا کی گئی تھیں کہ تم اسلام کو اس طرح بدنام کرو۔ کیا تمہیں اسلام نے عصمت فروشی اور عُریانی ہی کا سبق دیا تھا۔ تو ہم کیا جواب دیں گے۔

اس کے علاوہ دُنیا میں بھی وہ قوم ہرگز ترقی نہیں کر سکتی جو اپنی راہ اور طریقے کو چھوڑ کر دوسری قوموں کے ناپاک اور غیر شائستہ طریقے اختیار کرے گی۔ جن کی ماؤں کی یہ کیفیت ہو گی۔ اُن کی اولاد کا طریقہ کیا ہوگا۔

بہنیں خود ہی تباہ نہیں ہو رہی ہیں بلکہ مسلم قوم کی تباہی کا پیش خیمہ بنی ہوئی ہیں۔ وہ آئندہ آنے والی نسلیں جن پر قوم کی ترقی و تنزلی کا انحصار ہے۔ جب وہ نونہال فرزند۔ ایسی ماؤں کی گود میں آنکھ کھولیں گے جو مغربی تہذیب میں رنگی ہوئی ہیں۔ مذہب۔ خدا اور رسولؐ سے دور۔ جن کے دل میں نہ قوم کا درد ہے۔ نہ اسلام کی ترقی کا جذبہ۔ تو وہ بچے بھی ان ہی کی تقلید نہ کریں گے تو پھر کس کی کریں گے۔ ایسی ماؤں کے زیرِ سایہ تربیت پانے والے بچے کس طرح اپنی قوم کے لئے مایۂ ناز فرزند ثابت ہو سکتے ہیں۔

مسلمان عورت ہی قوم کی بنیاد ہے کہ جس پر قوم کی ترقی اور تنزلی کا انحصار ہے۔ وہی قوم کو ترقی کی طرف لے جا سکتی ہے اور وہ ہی تباہی کی طرف۔

کاش! کہ بہنیں اب بھی غلط راستہ چھوڑ کر خدا کے بتائے ہوئے صراطِ مستقیم پر گامزن ہوں۔ (باقی صفحہ ۵۹ پر)

فرمانِ الٰہی اپنے بندوں کے نام

ارسال کردہ: خورشید شبنم پھولپوری

اور مدد چاہو صبر سے اور نماز سے۔ اور البتہ وہ بھاری ہے مگر انہی عاجزوں پر جنکو خیال ہے کہ وہ رو برو ہونے والے ہیں اپنے رب کی طرف۔ اور یہ کہ اُن کو اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (قرآن کریم)

اے اولاد آدم کی! لے لو اپنی آرائش ہر نماز کے وقت۔ اور کھاؤ اور پیو۔ اور بے جا خرچ نہ کرو۔ اس کو خوش نہیں آتے بیجا خرچ کرنے والے۔ (قرآن کریم)

اور سیدھے کرو منہ اپنے ہر نماز کے وقت۔ اور پکارو اُس کو خالص اُس کے فرماں بردار ہو کر۔ (قرآن کریم)

اور جب تم کو دعا دیوے کوئی تو تم بھی دعا دو اس سے بہتر یا وہی کہو الٹ کر۔ بیشک اللہ ہر چیز کا حساب کرنے والا ہے۔ (قرآن کریم)

بیشک اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچا دو امانتیں امانت والوں کو۔ اور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے (قرآن کریم) اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے اور رہو ساتھ سچوں کے۔ (قرآن کریم) اور یاد کرتا رہ اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اور ایسی آواز سے جو پکار کر بولنے سے کم ہو۔ صبح کے وقت اور شام کے وقت اور مت رہ بے خبر۔ (قرآن کریم)

اور بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر۔ مردوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور عورتوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے۔ اور مانگو اللہ سے اُس کا فضل۔ بیشک اللہ کو ہر چیز معلوم ہے (قرآن کریم) اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور جو کچھ آگے بھیج دو گے اپنے واسطے بھلائی۔ پاؤ گے اُس کو اللہ کے پاس (قرآن کریم)۔ اے بیٹے! قائم رکھ نماز اور سکھلا بھلی بات اور منع کر برائی سے۔ اور تحمل کر جو تجھ پر پڑے بیشک یہ ہیں ہمت کے کام۔ اور اپنے گال مت پھلا لوگوں کی طرف۔ اور مت چل زمین پر اتراتا ہوا۔ بیشک اللہ کو نہیں بھاتا کوئی اتراتا بڑائیاں کرنے والا۔ اور چل بیچ کی چال۔ اور نیچی کر آواز اپنی۔ بیشک بری سے بری آواز گدھے کی آواز ہے۔ (قرآن کریم)

اے ایمان والو! ٹھٹھا نہ کریں ایک لوگ دوسروں سے۔ شاید وہ بہتر ہوں ان سے۔ اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے۔ شاید وہ بہتر ہوں ان سے۔ اور عیب نہ لگاؤ ایک دوسرے کو۔ اور نام نہ ڈالو چڑانے کو ایک دوسرے کے۔ برا نام ہے گنہگاری پیچھے ایمان کے۔ اور جو کوئی توبہ نہ کرے تو وہی ہے بے انصاف۔

اے ایمان والو! بچتے رہو بہت تہمتیں کرنے سے۔ مقرر بعضی تہمت گناہ ہے۔ اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا۔ اور برا نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو۔ (قرآن کریم)

بہترین علمی اور ادبی مطبوعات

خدوخال

از فکر تونسوی۔

نہیں! آپ انہیں نہیں جانتے! کیونکہ آپ نے اُن کی صرف کہانیاں اور نظمیں پڑھی ہیں مگر وہ کھاتے بھی ہیں اور گاتے بھی۔ روتے بھی ہیں اور ہنستے بھی۔ چلتے بھی ہیں۔ اور دوڑتے بھی۔ لڑتے بھی ہیں اور ملتے بھی۔ یہ آپ کے محبوب ادیبوں کے قلمی خاکے ہیں۔ خدوخال سولہ نامور ادیبوں اور شاعروں کی دلچسپ شخصیتیں جنہیں فکر تونسوی نے مرتب کیا۔ ۱۳ تصویریں۔ ڈھائی سو صفحے قیمت ساڑھے تین روپے۔

زندگی کے سائے

یہ مجموعہ ایک مشہور امریکہ کی مصنفہ کی کہانیوں کے ترجمہ پر مشتمل ہے۔ ہر چند ترجمہ مختصر ہے۔ لیکن بلال کی قدروقیمت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ انہوں نے ترجمہ کے لئے کتاب کونسی انتخاب کی اور موضوع کیا چھانٹا۔ مجھے اُمید ہے کہ بلال کے یہ ترجمے ہمارے نوجوانوں کے لئے کارآمد و سبق آموز۔ مجلد۔ مزین ڈسٹ کور۔ قیمت دو روپے چار آنے افسانوں کا ترجمہ بلال احمد مرحوم نے کیا تھا اُن کی اس ادبی زندگی سے تعلق رکھتے ہیں جس میں وہ چینی عوام کے ارادوں اور حوصلوں کو کھولتے ہوئے خون اور دھڑکتے ہوئے دل کی تصویریں پیش کی ہیں۔

ہٹلر (ڈراما)

از شری ستی بی۔ اے۔ اس میں مصنف نے نہ صرف دوسری عالمگیر جنگ کی مختصر کہانی پیش کی ہے۔ بلکہ ہٹلر کی پرائیوٹ زندگی خصوصاً جرمنی کی حسین ترین عورت ایوا سے محبت اور رومان پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ کتاب کو ایک بار شروع کرنے پر جی چاہتا ہے کہ اسے ختم کرکے ہی دم لیں۔ کتابت۔ چھپائی اعلیٰ۔ ٹائیٹل رنگین۔ قیمت صرف دو روپے۔

غبن

مصنفہ عدیم المثال منشی پریم چند۔

"غبن" میں رما ایک کمزور نوجوان کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ وہ حالات کے ہاتھوں بالکل کٹھ پتلی بن گیا ہے۔ زن راکھی رتن ہے۔ دنیا کے مکروفریب سے بے نیاز جالپا کا کردار فطرت انسانی کا دلکش مطالعہ ہے۔ شروع میں وہ فیشن پرست لاپرواہ اور سوسائٹی میں امتیازی شان حاصل کرنا چاہتی ہے۔ لیکن اُس کے شوہر کا فرار اُسکے تمام زندگی کو یکلخت بدل دیتا ہے۔ ناول پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ چوتھا اڈیشن قیمت پانچ روپے۔

پردۂ مجاز

منشی پریم چند کا بہترین ناول قیمت چھ روپے۔ (زیر طبع)۔

روٹھی رانی

ایک طویل افسانہ جو سرزمین مارواڑ کے راجستھان سے تعلق رکھتا ہے۔ منشی پریم چند زیادہ تر دیہات کے معاشرتی افسانے لکھا کرتے تھے۔ لیکن اس میں وہ راجاؤں کی رنواس تک پہنچ گئے۔ اور آخر میں رانیوں کے ستی ہونے کے دلآویز واقعہ پر ختم کیا ہے۔ مجلد۔ قیمت ایک روپیہ چار آنے

خواب و خیال

منشی صاحب کے ۱۴ افسانوں کا مجموعہ مقبولیت کا اندازہ صرف اس بات سے لگ سکتے ہیں کہ اس کا اب ساتواں اڈیشن چھپا ہے۔ مجلد۔ قیمت ڈھائی روپے

منگانے کا پتہ:- دفتر "خاتون مشرق" اردو بازار دہلی نمبر ۶

www.taemeernews.com

کربلا

حق و باطل کا جیتا جاگتا مرقع۔
مجلّد دو روپے آٹھ آنے (عہ/ ۸)

پریم چند

افسانہ نگار ہنسراج رہبر نے ان کے سوانح حیات قلم بند کئے ہیں جس سے ان کی زندگی، فن اور ادب پر مکمل روشنی پڑتی ہے۔ مجلّد مع ڈسٹ کور قیمت تین روپے بارہ آنے۔

اخلاق بلند کرنیوالی کتابیں

(مصنفہ کرشن چندر ایم۔ اے)

طلسم خیال ..... ایک روپیہ بارہ آنے
ہوائی قلعے ..... دو روپے چار آنے
شکست ..... تین روپے
ٹوٹے تار ..... ایک روپیہ بارہ آنے
زندگی موڑ پر ..... دو روپے
سمندر دور ہے ..... دو روپے بارہ آنے

سولہ سنگار

فطرت نگار سدرشن کی سولہ کہانیوں کا مجموعہ مصنف کی بہترین کہانیاں جن میں آرٹ انتہائے کمال کو پہنچ چکا ہے پڑھکر دیکھئے آپ پر کیف کا عالم طاری ہو جائیگا۔
قیمت چار روپے۔

قدرت کے کھیل

مصنفہ بنکم چندر چٹرجی ترجمہ جناب سدرشن۔ اندھی پھول والی کی سرگزشت۔
قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

زہریلا آبِ حیات

مصنفہ بنکم چندر چٹرجی مترجمہ جناب سدرشن۔ پلاٹ تاریخی۔ ملکی عظمت کا سکہ بٹھانے کے لئے یہ ایک بےنظیر کتاب ہے۔ مجلد قیمت سوا دو روپے

خوش انجام

مصنفہ بنکم چندر چٹرجی مترجمہ سدرشن صاحب۔ جذبۂ شکر گزاری انسان پر فرض ہے۔ یہی حقیقت جو کہ اس چھوٹے سے ناول میں بیان کی گئی ہے۔ قیمت آٹھ آنے

تازیانے

دورِ جدید کے افسانہ نگاروں کے منتخب افسانوں کا مجموعہ۔
قیمت دو روپے چار آنے۔

ڈاکر

شاعرِ انقلاب حضرت الطاف کا تازہ کلام۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

ٹیگور کے ڈرامے

پانچ ڈراموں کا مجموعہ۔ ٹیگور کے ڈراموں میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ روح کی گہرائی میں اتر جاتے ہیں۔ مجلد۔ قیمت دو روپے چار آنے۔

جوار بھاٹا

از رامانند ساگر۔ ساگر کے افسانے صحیح معنوں میں زندگی کے ٹھوس مشاہدے اور مطالعہ کا یقین دلاتے ہیں۔ مجلد تین روپے۔

آئینے

از رامانند ساگر۔ انکے چند افسانے نفسیاتی شاہکاروں میں سے ہیں۔ قیمت تین روپے (سے/)

شاہراہِ زندگی

مترجمہ پروفیسر رام سروپ کوشل ایم۔ اے۔ شاہراہ زندگی کی خوبیاں محتاج تعارف نہیں۔ یہ کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے اور سچ مچ اس قابل ہے کہ جواہرات اور موتیوں سے تولی جائے۔
اس کتاب کے مطالعہ سے طلبا اور نوجوان بیحد فائدہ اٹھا کر اپنی بیش قیمت زندگی کو اپنے وطن اور قوم کے لئے بے انتہا مفید بنا سکتے ہیں۔ بیشتر زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ مجلد دو روپے چار آنے۔
غیر مجلد ایک روپیہ بارہ آنے۔

شاہراہِ تندرستی

از مہاتما گاندھی۔ اس کتاب میں جسم کی بناوٹ ہوا۔ پانی۔ خوراک۔ ورزش۔ پوشاک۔ پانی اور مٹی کے ذریعے علاج۔ ناگہانی حادثے بچوں کی پرورش پر قدرتی اور نہایت سادہ قابلِ عمل کرنے سے ڈاکٹر کی ضرورت نہیں رہتی۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

تہذیب کے تازیانے ..... عہ/ ۱۲
عورت کی محبت ..... للعہ/
دربارِ حرام پور۔ عبدالحلیم شرر ۱۲/
لعبتِ چین " ..... عہ/ ۸
آغا صادق کی شادی " ..... عہ
ماہِ ملک " ..... سے/
مینا بازار " ..... عہ/ ۱۲
خیبر دانِ دلہن " ..... عہ/ ۱۲

منگانے کا پتہ:- **دفتر خاتونِ مشرق اردو بازار۔ دہلی نمبر ۶**

www.taemeernews.com

بڑے بھولے بھالے

اسلم واحدی گونڈا

ایک دھوکا ہو تو کوئی گنائے۔ سیکڑوں دھوکے۔ کسی نے کہا۔

"انسپکٹر صاحب! مٹی کا تیل تو خوب ملا مجھے؟"

اور میں ہنس دیتا۔

"جناب! میں انسپکٹر نہیں ہوں۔ وہ تو میرا چھوٹا بھائی ہے۔"

"چھوٹا بھائی!" پوچھنے والے کا منھ کھلے کا کھلا رہ جاتا۔

کسی نے کہا۔ "انسپکٹر صاحب! آپ تو خوب ملے پکچر ہاؤس میں؟"

"میں نے تو آپ سے وعدہ نہیں کیا تھا۔"

"بھئی! یہ خوب رہی۔ کیوں خواہ مخواہ جھوٹ بولتے ہو۔ کافی ہاؤس میں کس نے وعدہ کیا تھا؟" وہ بول اٹھتا۔

"آپ شاید مسعود کو کہہ رہے ہیں۔ کیوں؟ اور میں اُن کا بڑا بھائی مقصود ہوں۔"

وہ ششدر رہ جاتا۔ "معاف کیجئے گا۔ ہی۔ ہی۔ ہی۔ میں سمجھا کہ آپ ہی ہیں۔" اور میں مسکراتا ہوا آگے بڑھ جاتا۔

بے چاروں کو دھوکا کیوں نہ ہوتا۔ فطرت نے بھی اپنی قدرت کی حد کر دی تھی۔ ایک چہرہ۔ ایک قد۔ ایک چال۔ ایک آواز۔ ذرا بھی تو فرق نہ تھا۔ اور چونکہ جڑواں پیدائش ہوئی تھی لہذا عمر میں بھی کوئی فرق نہ تھا۔

اپنے تو دھوکا کھا ہی جاتے۔ یہ تو پھر غیر تھے۔ ایک مرتبہ ایک صاحب سے بازی لگی کہ ایک وقت میں۔ میں ایک سیر مٹھائی نہیں کھا سکتا۔ مجھے مصلحت سوجھی میں نے کہا کہ:۔

"میں کھا سکتا ہوں۔ بشرطیکہ بیچ میں پانی پینے کی اجازت ہو۔ اور میں اپنے گھر ہی کھاؤں گا۔"

اُن صاحب کو تاؤ آ گیا۔ کہنے لگے کہ:۔

"مجھے ہر شرط منظور ہے۔ اگر تم ایک سیر مٹھائی ایک وقت میں کھا لو تو زیادہ نہیں۔ پچاس روپے انعام دوں گا۔ اور اگر نہ کھا سکے تو پچاس تم کو دینا پڑے گا۔"

شرط پختہ ہو گئی اور پچاس پچاس روپے ایک دوسرے صاحب کے پاس جمع کر دیئے گئے۔ گھر پہنچا مسعود سے کہا۔

"تم اندر رہنا۔ جب میں پانی پینے کے لئے اندر آؤں تو تم میرے کپڑے پہن کر بقیہ مٹھائی صاف کر آنا۔"

مسعود کہنے لگا "بازی ہو تو ایسی ہو۔ اب تو پچاس روپے کہیں جا نہیں سکتے۔"

اور یہی ہوا جب آدھی مٹھائی صرف کر کے میں اندر آیا تو وہ میرے کپڑے پہن کر گیا اور بقیہ مٹھائی صاف کر گیا۔ جوں جوں مٹھائی صاف ہوتی جاتی اُن صاحب کا منھ بنا ہوا جاتا۔

"بس کرو۔ بھائی بس کرو۔ میں ہارا۔"

"نہیں صاحب! ان ٹکڑوں کو کون چھوڑے۔ ذرا صاف صاف شکست کھایئے۔"

پھر وہ وہاں سے ایسے بھاگے کہ مہینوں نظر نہ پڑے۔ بعد میں جب ان کو یہ معلوم ہوا کہ ہم دو بھائی ایک شکل کے ہیں۔ تو بہت خفیف ہوئے۔

ہم دونوں بھائیوں کے بارے میں مشہور تھا کہ اتنے عمدہ چال چلن کے لڑکے ہیں کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔ کسی سے جھگڑا نہ کسی سے لڑائی۔ آج تک گالی کسی کو دی ہی نہیں۔ کسی عورت کو دیکھا اور جھٹ نگاہیں نیچی ہو گئیں اپنے بڑوں کو دیکھا فوراً اسلام کے لئے ہاتھ اٹھ گیا۔ بیڑی اور سگریٹ کون کہے۔ پان تک نہیں کھاتے۔ ہم لوگوں کا نام مثال کے طور پر لیا جاتا تھا۔ پڑھنے کے بعد ملازم ہو کر دہلی چلا گیا۔ وہ انسپکٹر ہو گیا تھا۔ اور باپ گھر کی جائداد وغیرہ دیکھنے کے سلسلے سے گھر ہی پر رہ گیا۔ کبھی کبھی دہلی چلا جاتا اور وہاں یار لوگ خوب دھوکا کھاتے تھے۔

مسعود نے اب خوب پر جھاڑے تھے۔ سگریٹ اور سگار کا جیسے عادی ہو چکا تھا۔ پھر بھی میری خاطر میرے سامنے نہ پیتا تھا۔ میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اُس کے کیریکٹر کو گھن لگ رہا ہے اور ستھری زندگی کی پاک رمق جیسے زنگ آلود ہو رہی ہو۔ پھر بھی میں خاموش رہا۔ کیونکہ کوئی ایسا ثبوت نہ تھا جس سے اس کے اوپر کوئی الزام عائد کیا جاتا۔ لیکن چلتے وقت اشارۃً بہت کچھ سمجھا آیا تھا۔

کچھ دنوں بعد مسعود کی شادی ایک جگہ طے کی گئی۔ بارات جانے میں صرف ایک ہفتہ باقی رہ گیا ہو گا کہ کسی نے پھر دھوکا کھایا۔ لیکن یہ دھوکا ایک سنسنی خیز ثابت ہوا۔ اور یہی دھوکا میری زندگی کا سب سے اہم دھوکا ہے۔

میں باہری کمرے میں بیٹھا کچھ الاپ رہا تھا۔ کیونکہ جب مجھے کچھ سوچنا ہوتا ہے تو گنگنانے لگتا ہوں۔ ایسا کرنے سے جیسے تخیل ایک جگہ سمٹ آتا ہے۔ سامنے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی جس سے ٹھنڈی ہوا آ رہی تھی۔ میں گنگنا تے ہوئے اٹھا۔ کھڑکی بند کر کے اطمینان سے میز پر ٹانگیں پھیلا کر کرسی پر دراز ہو گیا۔

"یہ لیجئے اپنی امانت" ایک عورت میری گود میں بچہ ڈال کر الگ کھڑی ہو گئی۔ میں ششدر رہ گیا۔ میری امانت۔ میں چکرا گیا۔ زبان جیسے لکنت آ گئی۔

"آپ نے میری زندگی پر ڈاکہ ڈالا ہے۔ اور آج یہاں شادی رچا رہے ہیں۔ شرم نہیں آتی۔ آپ اُس وقت مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ جب کہ میں موت و زیست کی کشمکش میں تھی۔ آپ کے وعدے کہاں گئے؟ آپ کی وہ قسم کیا ہوئی؟ جبکہ کہا تھا۔ کہ شاہدہ تم ہی میری زیست ہو۔ دل ہو۔ دماغ ہو۔ اور اس کے لئے آپ نے اپنی جوانی کی قسم کھائی تھی۔ میں نے بھی سوچ لیا ہے کہ جس وقت آپ کسی کی زندگی روندنے کے لئے سہرا باندھیں گے۔ باراتیوں کا ہجوم ہو گا۔ عین اُس وقت اِس بچہ کو سب کے سامنے پیش کر دوں گی۔ اور پھر دنیا سے فیصلہ کراؤں گی۔ میری عزت جانے میں اب کون دقیقہ رہ گیا ہے۔ میں آپ کو بے نقاب کر کے رہوں گی۔ ایک معصوم زندگی کو جنم دینے کے بعد۔ میں خاموشی سے اس کی بربادی نہیں دیکھ سکتی۔ آپ کی چکنی چپڑی باتوں میں آ کر میں نے والدین کو چھوڑا۔ اُن کے ناموس پر چھری چلائی۔ یہی بھول تھی۔ مجھے اس کا احساس اب ہوا ہے۔ میں آپ کو اتنا ذلیل سوچ بھی نہ سکتی تھی۔ اس کا کفارہ آپ کو اپنی عزت سے ادا کرنا ہو گا۔ میں اینٹ کا جواب پتھر سے دینے والی ہوں۔ اور لڑکیوں کی طرح ایسے موقع پر دق کا شکار ہو کر۔ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنا پسند نہیں کر سکتی۔ میں اِس کا انتقام لوں گی۔ خوفناک انتقام۔"

اُس کے پیلے پیلے چہرہ پر خون دوڑ گیا۔ مٹھیاں بھنچ گئیں۔ وہ مجھے بڑی خوفناک نظروں سے گھور رہی تھی۔

—— لیکن میں —— میں تو کبھی جو بھی نہیں سکتا۔ میں نے قطعی فیصلہ کر لیا ——۔

"شاید آپ مسعود کے بارے میں کہہ رہی ہیں — لیکن میں مسعود نہیں۔ مقصود ہوں۔ اُس کا بڑا بھائی۔ آپ کو دھوکا ہو گیا ہے۔" میں نے بدقت کہا۔

بچہ میری گود میں کلبلا رہا تھا۔

—— "جی آ — آ — آ — آپ۔ اُن کے بڑے بھائی ہیں۔ معاف کیجئے گا۔ غلطی ہوئی۔ مجھے کچھ نہیں کہنا ہے۔ انہوں نے

ایک مرتبہ بتایا بھی تھا۔ کہ ایک ہم شکل بھائی بھی ہیں۔ جذبات کی رَو میں بہہ گئی۔ معاف کیجئے۔ لایئے میرا بچہ۔ مجھے کچھ نہیں کہنا ہے۔"

اُس کے چاند ایسے چہرے پر معصومیت کی لہر دوڑ گئی۔ نگاہیں نیچے جھک گئیں۔ اور ہاتھ بچہ کے لئے آگے بڑھا دیا ——

"جی نہیں! بچہ نہیں دیا جا سکتا۔ میں اسے بارات میں پیش کروں گا —— بدمعاش۔ لفنگے تو اتنا گر چکا ہے۔"

میرا خون کھول اُٹھا۔

"نہیں۔ نہیں۔ میں بدنام نہ کروں گی۔ میں نہیں چاہتی لایئے! میرا بچہ۔ میں خاموشی سے گھر چلی جاؤں گی۔"

وہ جیسے رو پڑی۔ اور چادر سے منہ ڈھانپ سسکنے لگی۔ میں جیسے غصہ کی رَو میں عقل کو بھی بھلا بیٹھا تھا۔ میں نے ٹھنڈے دل سے سوچا اور اُسے سمجھانے لگا۔

"لیکن محترمہ! اس میں اُس کا کوئی قصور نہیں۔ یہ سارا قصور میرا ہے۔ مجھے معاف کیجئے۔ میں مسعود کو گھر بلانا چاہتا تھا۔ والدہ کی طبیعت بہت خراب تھی۔ اور وہ اُسے بار بار یاد کر رہی تھیں۔ میں نے اُس کو کئی خطوط لکھے لیکن ان کا کوئی جواب تک نہ دیا۔ میں خود بلانے گیا لیکن وہ نہیں آیا۔ میں نے دو تین آدمیوں کو بھیجا۔ کہ اُسے پکڑ لائیں۔ جب وہ اُسے پکڑ لائے تو بتا رہے تھے کہ وہ کسی ڈاکٹر کے یہاں جا رہا تھا۔ میں نے آدمیوں سے سخت تاکید کر دی تھی کہ ہرگز نہ چھوڑنا۔ لہٰذا وہ پکڑ ہی لائے ——"

"لیکن اُن کی والدہ کا تو انتقال ہو چکا ہے؟"

اُس نے میرے من گھڑت بیان کی زبردست غلطی پکڑی۔

"جی ہاں۔ آپ صحیح فرماتی ہیں۔ میری ساس کو وہ ماں کہتا ہے۔ اور وہ بے چاری مانتی بھی بالکل اپنے لڑکے کی طرح ہیں۔"

اس جواب سے وہ مطمئن ہو گئی۔

"ایک ہفتہ تک تو وہ عجیب حالت میں رہا۔ دن بھر کمرے میں کنارے پڑا رہتا۔ منہ میں دانہ بھی نہ گیا تھا۔ میں نے کمرے پر پہرہ بٹھا دیا تھا۔ کہ کہیں کوئی حرکت نہ کر بیٹھے۔ جو پوچھی جاتی تو خاموش رہتا۔ اب بھی کبھی کبھی کسی خیال میں پہروں غرق رہتا ہے۔ محترمہ معاف کیجئے گا یہ تو میری غلطی تھی۔ لیکن اگر آپ تھا تو مسعود کو کم از کم مجھ سے بتا دینا چاہیئے تھا۔"

میں نے صریحی جھوٹ اور غلط بیانی سے کام لیا۔

"اُنہیں میری عزت کا پاس ہو گا۔" اُس نے جواب دیا۔

اور میں نے سمجھ لیا کہ میرا بے سر و پیر کا جھوٹ کام آ رہا ہے۔

"آپ یہیں تشریف رکھئے۔ میں مسعود کو بلائے دیتا ہوں۔" میں نے اُس کا بچہ دیتے ہوئے کہا۔

———

مسعود میز پر بیٹھا ہوا شادی کے خرچ کی فہرست بنا رہا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اوہ! کچھ نہیں جوڑ رہا ہوں کہ دُلہن کے جوڑے میں کتنا خرچ ہو گا۔" اُس نے جواب دیا۔

"تو کیا تم شادی کر و گے؟" میں نے ذرا تعجب سے پوچھا۔

"واہ! آپ بھی تو مذاق کرتے ہیں۔ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔" وہ ذرا مسکرایا۔

"بدمعاش! کمینے!! کیا مذاق کر رہا ہو رہا یا تو ایک معصوم زندگی سے؟"

میرا ہاتھ خود بخود تن گیا۔ اور ایک بھرپور طمانچہ اُس کے منہ پر پڑا۔

"شاہدہ تیری کون ہے؟ وہ تیری بیوی نہیں۔ آج دوسری لڑکی پر تیری نگاہ انتخاب کر رہی ہے۔ کیا تیرا ضمیر تجھ پر ملامت نہیں کرتا۔ تیری نیت اور شرافت پر ظلم کرکے آج تو دوسری شادی رچا رہا ہے۔ تیرے سارے کرتوت مجھے آج معلوم ہوئے

آج تیرے گناہ نے ایک زندگی کو جنم دیا ہے۔ ایک معصوم زندگی۔ تجھے اس کا احساس بھی ہے۔ تیری نیکی اور سعادت کی مثال دی جاتی تھی۔ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ تیرے اندر ضلالت کے اتنے گندے کیڑے بھی موجود ہیں۔" میں غصہ سے کانپ رہا تھا۔

"کہاں شاہدہ آئی ہے؟" اُس نے بڑی دقت سے کہا۔

"ہاں! تیری شرافت پر ماتم کرنے۔ جا بکس سے سب سے بوسیدہ کپڑے نکال کر پہن لے۔ ان چمکیلے اور سنورے ہوئے بالوں کو بگاڑ ڈال۔ اور پھر اُس کے سامنے جا کر اپنی غلطی تسلیم کرنے۔"

وہ دھیرے دھیرے دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ اور میں یہ سوچنے لگا کہ آخر ان لڑکیوں کو کیا ہو گیا ہے۔ ان کی عقل کہاں چلی جاتی ہے؟ اتنی نازک اور لطیف عزت کی مالک ہوتے ہوئے بھی کچھ نہیں سوچتیں پھسل جاتی ہیں۔ اور یہ پھسلن اتنی خطرناک پھسلن ہے۔ جو ماں باپ کی عزت ناموس اور خود اپنی زندگی سب کچھ لے ڈوبتی ہے۔ ان کو تو چٹان ہوا چاہئے۔ جو ہلائے نہ ہل سکے۔ تاکہ ان کمزور طوفانوں کی لہریں ٹکرائیں اور واپس چلی آئیں۔

مسعود کپڑے بدل کر واپس آ گیا۔ اُس کے بال بے ترتیبی سے بکھرے ہوئے تھے۔ پچھلے واقعات کے پچھتاوے نے چہرے کو عجیب بے رونق کر دیا تھا معلوم ہوتا تھا کہ کہاں کا رنج ہے اسے۔

"وہ باہری کمرے میں بیٹھی ہوئی ہے۔ میں نے باہر سے زنجیر لگا دی ہے۔ تو وہیں چلا جا۔"

وہ بھاری بھاری قدموں سے باہر نکل گیا۔ میں بھی پیچھے سے باہر نکلا اور صرف یہ دیکھنے کے لئے۔ کہ معصومیت اور خباثت میں کتنا فرق ہے۔ جھینکے کی درز سے جھانکنے لگا۔

مسعود کے قدم دروازے پر پہنچتے ہی جیسے بندھ گئے۔ شاہدہ اُٹھی اور دھیرے دھیرے اُس کے قریب آ گئی۔

"میرے سرتاج! یہ آپ نے اپنی کیا حالت بنا رکھی ہے؟"

مسعود خاموش رہا۔

"یہ لیجئے! اپنی امانت۔" اور اُس نے بچہ کو گود میں ڈال دیا۔

میں نے دیکھا کہ شاہدہ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ اور مسعود کی آنکھیں بھی ڈبڈبا آئی تھیں۔ شاید احساسِ گناہ سے۔ اُس کے بعد میں وہاں سے چلا آیا۔ راستے میں کتنے ہی لوگوں کی آوازیں گونجتی رہیں۔

"خاں صاحب کے دونوں لڑکے بڑے شریف ہیں۔ بڑے سیدھے۔ بڑے بھولے بھالے ——
بڑے بھولے بھالے —— بڑے بھولے بھالے۔"

بچے کی پیدائش اور زندگی [بقیہ صفحہ (۷۰)]

ایک فاضل نے بوگنی ایک قبیلہ کا حال لکھا ہے کہ وہ سات برس تک اپنے بچوں کو کسی چیز سے نہیں روکتے۔ بجائے اس کے کہ وہ ناراض بننے کے بجائے وہ خاندان کے نہایت ثمر بار رکن بنتے ہیں۔ زمہ دار اور فرمانبردار۔ میں نہیں کہتا ہمیں اپنے بچوں کو وحشی حیوان بننے کے لئے آزاد چھوڑ دینا چاہئے۔ بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ اپنے بچوں کی خودداری کا احترام کرنا چاہئے کیونکہ وہ اپنی فلاح و بہبود کو اتنا ہی اچھا سمجھتے ہیں جتنا ہم جس وقت ایک بچہ بھوک سے روتا ہے تو اس کا رونا اخلاص پر مبنی ہوتا ہے۔

بچے اپنا نیک و بد اچھی طرح سمجھتے ہیں۔ ایک ڈاکٹر نے بچوں کے سامنے مختلف غذائیں رکھیں اور انہیں اجازت دی کہ جو چیز چاہیں بلا تامل لے لیں۔ ایک بچے نے ارنڈی کے تیل کو مٹھائی پر ترجیح دی۔ ایک بچہ جسے معدنیات کی زیادہ ضرورت تھی بہت سا نمک کھا گیا وہ منہ بناتا جا رہا تھا کیونکہ اسکے جسم کو نمک کی ضرورت تھی۔

پس اگر آپکو بچہ سے محبت ہو انکی ضرورتوں اور حقوق کے معاملہ میں ایک فرد کی حیثیت سے انکا احترام کیجئے اور انکو انکا حق دیجئے۔ تمہارے پاس چاہے قصبہ کا سب سے صاف ستھرا مکان نہ ہو لیکن تمہارے بچے اوّل درجہ کے ہونگے۔ اور آخر میں وہ نہایت اچھے شہری ثابت ہوں گے۔

www.taemeernews.com

بچے کی پیدائش اور زندگی

حکیم عطاء الرحمٰن

ایک دن میرے عزیز دوست کے دل میں یہ سمائی کہ وہ ان تمام خوش فعلیوں کی نقل اُتارے گا جو اس کا چھ مہینے کا بچہ کر رہا ہے۔ اس نے بچہ کے ذہنی اور جسمانی پیچ و تاب کی نقل اُتارنی شروع کر دی۔ اس نے بچہ کی طرح ہوا میں ہاتھ پاؤں مارے۔ خالی ہاتھ ہلائے۔ لاتیں چلائیں۔ سر اور ایڑیوں کے بل کمر اوپر اُٹھالی۔ بیٹھا اور گرا۔ تیس منٹ کے بعد اچھا خاصا ہٹّا کٹّا انسان تھک کر چور ہو گیا۔ لیکن بچہ کی حرکات خوش طبعی اور تازگی کے ساتھ جاری رہیں۔

اس تمہید کا یہ مطلب ہے کہ آپ یقین کیجئے کہ بچہ جسمانی دماغی اور نفسیاتی اعتبار سے آپ سے بہتر ہوتا ہے۔ بچہ پیدایش سے پہلے رحم مادر میں بھی ایک بلا ہوتا ہے۔ وہ ڈاکٹر جنہوں نے نازک آلات سے اس کا شکم مادر میں مطالعہ کیا ہے کہتے ہیں کہ نازائیدہ بچہ کھانستا ہے چھینکتا ہے جمائی لیتا ہے۔ آہ بھرتا ہے اور اپنا انگوٹھا چوستا ہے۔ دستک کا جواب دیتا ہے۔ ایک حاملہ نے بیان کیا کہ وہ ایک ناٹک میں گئی اور بچہ نے تماشے کی تعریف میں اس کا ساتھ دیا۔ دوسری عورت نے کہا کہ میں کپڑا نہیں دھو سکتی۔ کیونکہ کپڑے دھونے سے بچہ کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ اس پر سخت احتجاج کرتا ہے۔

ایک دوسری حقیقت ڈاکٹر جس کی تصدیق کرتے ہیں یہ ہے کہ نازائیدہ بچہ اپنی ماں کے ساتھ پورا تعاون کرتا ہے۔ اور اُسے جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ ماں کے ذخیرے میں سے لیتا ہے۔ قدرت بچہ کو ترجیح دیتی ہے ماں کے اندر خواہ معدنی اجزاء کی کمی ہو لیکن اس تھوڑی مقدار میں بھی بچہ اپنی ضرورت کے بقدر لیکر چھوڑتا ہے۔ اسی طرح اگر ماں کے غدود کے جوہر کی ضرورت ہوتی ہے تو بچہ اس کی ضرورت پوری کر دیتا ہے۔ مثلاً ماں کے جسم میں غدہ درقیہ یا غدہ نخامیہ کے جوہر کی کمی ہے تو حمل کے دوران میں یہ کمی پوری ہو جاتی ہے۔ بچہ یہ جوہر دونوں کی ضرورت کے مطابق پیدا کر دیتا ہے۔

پیدائش کے وقت بچہ کا قلب جوان آدمی کے قلب سے دوگنا ہوتا ہے اس کے خون میں دوگنی سُرخی ہوتی ہے سانس کی سانس تیز تر اور اس کا دوران خون قوی تر ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ طاقت کی ایک اُچھلتی کودتی اور سرگرم کار مشین ہوتی ہے۔ اس کے جسم میں چونے۔ لوہے۔ فاسفورس اور حیاتین کی زیادہ مقدار ہوتی ہے اور اس کی بھوک بے پناہ ہوتی ہے۔ اسکو جسم کے اعتبار سے تگنی غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایک سال میں اس کا جسم تگنا وزنی ہو جاتا ہے۔ بچہ میں تیرنا سیکھنے کی قدرتی صلاحیت ہوتی ہے۔ ایک ڈاکٹر نے بتلایا ہے کہ ایک سال کے بچہ میں تیرنے کی بہترین صلاحیت ہوتی ہے کیونکہ اس وقت تک اس کے دل میں خوف کا نام و نشان نہیں ہوتا اور اس کی ابتدائی جبلت بڑی حد تک برقرار ہوتی ہے۔

بچہ کا کردار بہت راسخ ہوتا ہے۔ تم اسکو ایک ہاتھ یا ٹانگ پکڑ کر اُٹھا سکتے ہو۔ اُسے کوئی صدمہ نہیں پہنچے گا۔ وہ اپنے وزن کو سہارنے میں کافی مضبوط ہوتا ہے چھوٹے بچے بھی ایک مٹھی سے کسی چیز کو پکڑ کر بہت آسانی سے لٹک سکتے ہیں۔ بچہ میں نزلہ کی کیفیت نہیں ہوتی۔ نزلہ کی مرض اس کو دوسروں سے یا زیادہ تر ماں سے لگتا ہے۔ بچہ بھی نزلہ بچہ کو زیادہ نہیں ستاتا۔ [illegible]

صحت بخش مادّے بھی ہوتے ہیں اور مضرت رساں بھی لیکن تندرست بچّہ میں صرف صحت بخش مادّے پائے جاتے ہیں۔

بچّہ میں سب سے عجیب بات وہ صلاحیت ہے جس کی وجہ سے وہ رحمِ مادر میں بیرونی دُنیا سے اپنے آپ کو ساز گار بنا لیتا ہے۔ بیرونی شور، جھٹکے اور بیرونی دنیا کا خلفشار اسکو تکلیف پہنچاتا ہے لیکن وہ اسکو برداشت کر لیتا ہے پھر وہ راحت بخش آرام دہ اور محفوظ مقام سے گرم و سرد، تاریک و روشن پر شور اور پر آواز فضا میں یکایک آن پہنچتا یا تولد ہوتا ہے۔ پہلے بلا طلب غذا ملتی تھی اب پہلے تلاش کرنا پڑتی ہے پہلے وہ انڈے کی زردی کیطرح سفیدی میں متمکن ہوتا ہے اب اسی سخت تر چیز یعنی بستر پر پڑا رہنا پڑتا ہے۔ بستر خواہ کتنا ہی نرم ہو لیکن پہلے جیسا آرام نہیں ملتا۔ پہلے کبھی اُسے ہوا کی ضرورت نہ تھی اب اسے سانس لینے کی کوشش کرنی پڑتی ہے۔ ایک ماہر اطفال ڈاکٹر کہتا ہے کہ بچّہ کا پیدائش کے بعد زندہ رہنا ہی قدرت کا ایک بڑا اعجاز ہے بچّہ میں قوتِ برداشت و مقابلہ ہی نہیں ہوتی بلکہ وہ تیز رفتاری سے بھی ہوتا ہے وہ جانتا ہے کہ اُسے کیا کرنا ہے اور اسے کس طرح [illegible] کرنا ہے [illegible] معاشرہ کو برتنے کے [illegible] [illegible] دو [illegible] بچے میں ہنسنا اور رونا بھی پہلے [illegible] کی طرح اس کے [illegible] پڑتا [illegible] ہوتی ہے لیکن بچّہ بہت جلد [illegible] سیکھ لیتا ہے۔ وہ [illegible] شکل [illegible] اور

توجہ کا شکریہ ادا کرتا ہے اس میں بے پناہ تحقیقی قوت ہوتی ہے وہ بہت جلد غرارہ کرنا اور تھوکنا سیکھ جاتا ہے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد ہی رنگ رلیاں اور دھماچوکڑی بلا اُستاد کے ایجاد کر لیتا ہے۔ وہ ماں باپ کو غذا اور خشک کپڑے یا رفع حاجت کے لئے چیخ کی صورت میں آواز دیکر متوجہ کرتا ہے گریہ و خندہ سے وہ زبان کا پورا فائدہ حاصل کرتا ہے۔ ایک سال میں وہ اتنی باتیں سیکھ لیتا ہے کہ بڑی عمر میں کوئی ذہین سے ذہین آدمی نہیں سیکھ سکتا۔ وہ کم غلطی کرتا ہے اُسکا دماغ تندرست اور حافظہ نہایت قوی ہوتا ہے۔ ایک ہی سال میں وہ رینگنا۔ بیٹھنا۔ کھڑا ہونا اور چلنا سیکھ لیتا ہے۔ اور دو سال سے پہلے وہ بولنے لگتا ہے اور درجنوں آدمیوں سے دوستی گانٹھ لیتا ہے۔ ان دو سالوں میں وہ جو کچھ سیکھ چکتا ہے بقیہ تمام عمر میں وہ ان میں حسن پیدا کرنے اور جلا دینے کے سوا کچھ نہیں کرتا۔ بنیادی علم اس میں پورا موجود ہوتا ہے۔ ایک ڈاکٹر کہتا ہے کہ ایک سیانا آدمی اگر ایک سال میں اتنا علم حاصل کرلے تو دنیا اُسے ایک عجوبہ خیال کرے گی۔ بچہ اگرچہ پیدائش کے دن سے چلنے نہیں لگتا لیکن چلنے کے لئے جن عضلات کی ضرورت ہے وہ سب اس میں موجود ہوتے ہیں صرف [illegible] جسمانی توازن کا شعور نہیں ہوتا اور جب یہ شعور پیدا ہوتا ہے تو وہ چلنے لگتا ہے۔ یہی حال اسکے تمام جسمانی اور ذہنی کمالات کا ہے اُنکا وقت مقرر ہے جب وہ وقت آجاتا ہے تو بچّے کو ان پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔ اب ٹھیک جائیے اور دیکھئے کہ اور بچّے کی معلومات سے کیا نتائج اخذ کئے جا سکتے ہیں اگر آپ توجہ کرنا پسند فرمائیں تو اس میں آپکو درس کا ایک خزینہ پوشیدہ ملے گا۔

بچّہ میں ہمیں ایک تحیر کا مادہ ملتا ہے۔ بچّہ ایک بہادر، جفاکش اور معاشرتی مخلوق ہے وہ انسانی جماعت میں شرکت کے لئے مستعد اور پُرشوق سپاہی ہوتا ہے۔ ہم یقیناً نہایت مسرت کیساتھ اُسکا خیر مقدم کرتے اور اُس سے محبت کرتے ہیں۔ لیکن ہماری محبت میں یہ پُرانی ضرب المثل جاری و ساری ہوتی ہے "کھلاؤ سونے کا نوالہ اور دیکھو دشمن کی نظر سے" بچّہ کی طرف سے ہمارا طرزِ عمل عموماً منفی قسم کا ہوتا ہے۔ اپنی سہل انگاری کی وجہ سے ہم اسکو تازہ مشوروں اور ہدایات سے بے خبر رکھتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسکو خود اپنا ضابطہ تیار کرنے میں کوئی مدد نہیں ملتی۔ جب وہ پیشاب کر دیتا ہے تو ہم نہیں ہنستے ہیں اور جب وہ "ہاں" کہتا ہے تو ہم "نہیں" کہتے ہیں۔ جب وہ بھوکا ہوتا ہے تو ہم اُس کی بھوک سے انکار کرتے ہیں۔ اور جب وہ نہیں کھانا چاہتا تو ہم اُسے کھانے پر مجبور کرتے ہیں۔ الغرض جو کچھ وہ چاہتا ہے ہم نہیں چاہتے۔ قبل اس کے کہ وہ خوشگواری کے ساتھ غسل اور صفائی کے لئے آمادہ ہو ہم اس پر جبر کرتے ہیں۔ زیادہ طاقتور ہونے کی وجہ سے ہم ہمیشہ اپنا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ اور جب وہ بڑا ہو کر خود ہم سے انکار کی تعلیم حاصل کر کے ہمارے حکموں سے سرتابی کرتا ہے تو ہم ماہر علم النفس سے اس کا معائنہ کرانے دوڑتے ہیں۔ اسکے بجائے ہمیں اپنے دلوں اور اپنے دماغوں کے اندر تجسس کرنا چاہئے کہ یہ سرکشی اور انکار خود ہمارا پیدا کردہ ہے۔

(باقی صفحہ (۷۸) پر)

www.taemeernews.com

مسلمانوں کو سچا مسلمان بنانے والی کتابیں

سلسلۂ تعلیم الاسلام

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کا لکھا ہوا سلسلۂ تعلیم مذہبی جسکے چار حصے ہیں ہر حصہ میں اوّل عقائد پھر عبادت بطور سوال و جواب اور ہر حصہ بچوں کے ذہن کے مطابق بتدریج بلند ہوتا چلا گیا ہے۔ چاروں یکجا مجلد۔ قیمت سوا روپیہ

نماز کی بڑی کتاب

۶۰۰ صفحے کی مجلد کتاب۔ ویسے تو اس میں نماز کا اتنا بڑا بیان ہے کہ اردو تو کیا عربی کی کسی کتاب میں نہیں۔ لیکن اس کے علاوہ دوسرے روزہ، زکوٰۃ اور حج کا بیان بھی کافی ہے۔ سات تو یہ بار چھپی ہے۔ کاغذ اعلیٰ ہے اور قیمت تین روپے آٹھ آنے۔

قرآنی دعائیں

دُعا ہی عبادت کا ماحصل ہے اور دُعا ہی کامیابی کا زینہ۔ لیکن جو مانگنے کا طریقہ ہے اس طرح مانگو۔ در کریم سے بندے کو کیا نہیں ملتا۔ اسکے پہلے ۴۰ صفحات۔ طریقہ استجابت دعا ہے۔ اور دوسرے ۴۰ صفحات میں ہر ضرورت کی قرآنی دعا مع ترجمہ ہے۔ قیمت بارہ آنے

ترجمۂ اردو ابوداؤد

تراجم صحاح ستہ کی یہ وہ کتاب ہے جو ممالک اسلامیہ میں بہت مقبول ہے۔ ایک ہزار صفحات ہیں اور دو جلدوں میں مجلد ہے اسکی ترتیب بھی پاروں میں ہے اور تمام تعلیمات اسلامی ترتیب وار بزبان حدیث اس میں درج ہیں۔ قیمت مجلد آٹھ روپے۔

ابن ماجہ

یہ بھی تراجم صحاح ستہ کی ایک کتاب ہے اور ایک ہی جلد میں ہے۔ ۱۰۰۰ صفحات ہیں۔ اس کتاب کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں حضرت علیؓ سے مروی احادیث سب کی سب آگئی ہیں۔ صوفیا میں بہت مقبول ہے۔ قیمت مجلد چھ روپے محصول ۱۲/۔

تفسیر سورۂ فاتحہ

یہ علامہ عبدہٗ مصری کی عربی تفسیر کا اردو ترجمہ ہے۔ نام تو تفسیر فاتحہ ہے لیکن پورا احکام اسلامی پر عقلی تبصرہ ہے جو ملحدین یورپ کو قائل کرنے کے لئے بہت موثر ہے۔ اس کتاب کی خوبی کا اندازہ پڑھ کر ہوگا۔ اشتہار سے نہیں۔ قیمت بارہ آنے (۱۲/)

قاعدہ یسرنا القرآن

قرآن شریف پڑھانے کا طلسمی قاعدہ ایسی کتابت ہے کہ بچہ کو اگر سمجھا کر یہ قاعدہ پڑھا دیا جائے اور اسکے ذہن نشین ہو جائے تو پھر کتاب وہ قرآن شریف لگا دیجئے ان شاء اللہ بلا استاد کی مدد کے قرآن پاک بہ آسانی پڑھ لیگا۔ قیمت بارہ آنے (۱۲/)

دلائل الخیرات

درود شریف کے اعمال کی یوں تو کئی کتابیں ہیں لیکن یہ کتاب بہت ممتاز ہے اسکے حواشی میں درود شریف مندرجہ کتاب کے اعمال کی تاثیرات بڑھ کر ہر شخص عامل درود شریف ہو جائے۔ محشی کی قیمت ڈیڑھ روپیہ اور بلا حاشیہ والی ایک روپیہ چار آنہ کی مجلد ہے۔

فالنامۂ ناصری

انسانی فطرت میں تذبذب بھی ضروری ہے۔ مضبوط انسان یقین محکم سے ہر کام شروع کرتا ہے۔ کامیابی کا سہرا یقین پر ہی ہے۔ کام شروع کرنے سے پہلے اس کتاب سے مشورہ کر لیجئے اور پھر یقین کامل کے ساتھ کام کیجئے۔ ان شاء اللہ کامیاب ہوں گے۔ قیمت دس آنے۔

ملنے کا پتہ:- دفتر "خاتونِ مشرق" اردو بازار دہلی نمبر ۶

www.taemeernews.com

عجائب القصص

فلسکیپ سائز کے ۸۰۰ صفحات کی کتاب یہ سب سے بڑی قصص الانبیاء ہے۔ پہلے حصہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عیسیٰ تک کے حالات ہیں۔ اور دوسرے حصہ میں رسول پاک کی سب سے بڑی سوانح عمری ہے۔ اور حالات صحابۂ کرام تا شہادت حضرت امام حسینؓ بہت تفصیل سے ہے۔ قیمت مجلد چھ روپیے محصولڈاک سوا روپیہ۔ کل سوا سات روپیے۔

اُستادِ عربی

ایک مسلمان کے لئے عربی تعلیم بہت ضروری ہے کیونکہ ہمارا بیشتر دینی ذخیرہ عربی میں ہے۔ دوسرے دُنیائے اسلام کی مشترک زبان عربی ہے۔ اسلئے عربی زبان کی کچھ نہ کچھ معلومات ہر مسلمان کو ضرور ہونی چاہیئے۔ اور یہ عربی سکھانے کی سب سے آسان کتاب ہے۔ قیمت مجلد ڈیڑھ روپیہ۔

مرنے کے بعد

کیا ہوتا ہے یہ تو آپ خود اپنی زندگی پر نظر ڈال لیجئے جو بویا ہے وہی کاٹیئے گا۔ جو یہاں کام کیا ہے ویسی ہی مزدوری وہاں ملے گی۔ ویسے اس میں بیطرح سے کہ حشر تک کا حال قرآن و حدیث سے اور معاملات کا حال اولیاء اللہ کے خوابوں سے بیان ہوا ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ۔

زبانی تعلیم

یہ آنکھوں دیکھے سبق ہیں۔ اس کتاب میں تصاویر اور رنگوں کے ذریعہ کائنات کی اشیاء کا تعارف ہے۔ آنکھوں دیکھی تعلیم ذہن میں جم جاتی ہے اور بچہ وہ پھر نہیں بھولتا۔ یہی وہ کتاب ہے جس کو گھر میں پڑھنے کے بعد بچے مدارس میں سب سے اوّل رہتے ہیں۔ قیمت دس آنے۔

تسخیر القلوب

دوسروں پر قابو پانا بھی انسانی فطرت ہے۔ پھر جہاں محبت ہو وہاں تو مقصد ہی ہو جاتا ہے محبوب پر قابو پانا۔ یہ تو اس کتاب کا اصل مقصد ہے۔ اس کے علاوہ اوروں پر قابو پانے کے لئے اوراد و تعویذ کے علاوہ خارجی تدابیر بھی سو فیصدی کامیاب ہیں۔ قیمت آٹھ آنے۔

خوبانِ جہاں

عالمِ اسلامی اور دُنیا کی مشہور قریب الیسی خواتین کے حالات جو اپنی ذاتی شرافت حُسن اور سلیقہ کی بدولت بڑے سے بڑے رتبہ کو پہنچیں اور چھوٹے درجہ کی عورتیں بھی اپنی خوبی کے باعث شاہی محلوں میں داخل ہوئیں بلکہ امورِ سلطنت میں دخیل کار ہوگئیں۔ قیمت مجلد ڈیڑھ روپے۔

طوفانِ حباب

یہ اصلاحی۔ تاریخی اور ادبی ۲۵ افسانوں کا مجموعہ ہے۔ چند نام یہ ہیں:۔ مرحوم بیوی۔ وفا پرست۔ کامیاب عاشق۔ انقلاب۔ ناکام محبت۔ معصوم گناہ۔ دولتمند فقیر۔ آخری نذرانہ۔ کامیاب سازش۔ ہوشیار دیوانہ۔ گمشدہ بیٹی۔ موت کی قیمت وغیرہ۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

درسِ معاشرت

افسانوں کے ذریعہ معاشرت کی وہ خرابیاں بتلائی ہیں جو مسلمانوں کے زوال کا باعث ہوئیں اور اب بھی ہیں۔ اور وہ خوبیاں بتلائی ہیں جن سے عزت بڑھے دل مطمئن ہو۔ اور قوم کی دھاک ہو۔ قیمت آٹھ آنے۔

نیا باورچی خانہ

اچھی عورت کا بڑا کام ہے اچھا کھانا پکانا اور صحتمند غذائیں بنانا جس سے خرچ کم اور لذت زیادہ ہو۔ ایسی عورت خاوند تو در کنار پاس پڑوس کیلئے بھی قابلِ عزت ہوتی ہے۔ اس کتاب میں صدہا اچھے۔ مفید اور سستے کھانوں کی ترکیبیں درج ہیں۔ قیمت ایک روپیہ۔

مضمون نگاری

مضامین لکھنے کا شوق بچوں کو ابتدائی تعلیم سے ہونا چاہیئے تاکہ ان میں اپنے جوہر منظرِ عام پر لانے کی آسانی ہو۔ یہ کتاب اس سلسلہ میں بہترین ہے اونچی جماعتوں کے لڑکوں کے پڑھنے کیلئے تجویز کیجئے قیمت فی جلد آٹھ آنے مکاتب کے لئے دس جلدیں چار روپیے۔

ملنے کا پتہ: دفتر "خاتونِ مشرق" اُردو بازار۔ دہلی نمبر ۶

www.taemeernews.com

نرگسی کے نام

ساجدہ بیگم نازؔ - از بدایوں

نور منزل - ۱۵ مارچ
تاروں بھری رات

پیاری نرگسی - ہدیہ محبت!

عزیز نرگسی! الفت نامہ ملا - پڑھا - ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی مرتبہ - جذبات سے مغلوب ہو کر لاکھوں بوسے ثبت کر دیئے - دل بھر آیا - اُف بچپن کا رنگین زمانہ - شیریں لمحات - عہدِ ماضی کی گزشتہ باتیں - دل و دماغ پر چھانے لگیں - خط کیا تھا پورا روزنامچہ -

آہ! مری حسین نرگسی! یاد ہے تمہیں وہ سیتاپور کا گزرا زمانہ - جب وہ بچپن کا دورِ زریں یاد آتا ہے خون کے آنسو روتی ہوں - دُنیا و مافیہا سے بے خبر - نشیب و فراز سے بے بہرہ - مثلِ غزال کے کھیلنا کودنا اٹکھیلیاں کرنا سامنے فیلڈ میں فٹ بال - ہاکی - میچ - اور نرگسی! وہ یاد ہے چاندنی راتوں میں ادائے معصومیت سے سائیکل کی ناکام پریکٹس کرنا - ریلوے ریور پر راز و نیاز کرنا - گڑیا تال کے گرد طواف کرنا - سب باتیں ایک ایک کر کے دل کی دُنیا میں ہلچل مچانے لگتی ہیں - معصوم شرارتیں - دلکش ادائیں - دلفریب لمحے - یاد کر کے گھنٹوں روتی رہی - اسی طرح صوفے پر لیٹ گئی - خواب میں بھی وہی اَن گنت باتیں پریشان کرتی رہیں - آخر اُٹھ بیٹھی - میز پر سے خط اُٹھا لیا - یہ تم نے کیا لکھ دیا کہ "تاجی" اُداس کیوں رہتی ہو - ناکتخدائی کا حسین دور سنجیدہ رہنے کا نہیں - کیا کسی کا دل چُرا لیا یا کسی کے تیرِ نظر کی گھائل ہو - تو درد کا درماں کروں - نرگسی! تمہارے اس التفات کا تہہ دل سے شکریہ - اس دور اندیشی خداداد ذہانت کی داد دیتی ہوں - "دل چُرانا" کیا کہا تم نے - سچی بات ہے سچ

"فقیروں سے اچھی نہیں دل لگی"

مجھ بے نوا کو کسی کا دل چُرانے سے کیا کام - دل چُرانا تو عیش پرست - رنگیلی سجیلی - دوشیزاؤں کے کام ہیں نہ کہ مجھ جیسی بے بس ناتواں - ایسی توقع مہمل سی گفتگو ہے - کاش نرگسی! تمہیں میری پرائیویٹ لائف کے حالات معلوم ہو جاتے تو تمہیں معلوم ہوتا کہ میں کس نازک دور سے گزر رہی ہوں - کون سا دریا عبور کر رہی ہوں - کس منزل پر ہوں - میری غمگسار نرگسی! کچھ نہ پوچھو میں ایسے پُل صراط سے گزر رہی ہوں جو بال سے باریک - تلوار سے تیز ہے - جس کے دائیں کانٹوں کی باڑ - بائیں دل کو جھلس دینے والے آتشیں شعلے - آگے سیلاب بہانے کو تیار - پیچھے آندھی کے جھونکے - لوگ سے پنی زد میں کرنے کو کوشاں - کشتی بیچ کھیور میں موج حوادث سے ٹکرا کر بُری طرح پھنسی ہے کہ بس نہ پوچھو سے

سفینہ ہائے کس ناشد کو ڈوبتے دیکھا ہے
کہ جیسے اپنا سر ٹکرا رہی ہے آج ساحل سے

ہاں! میں تمہیں مبارک باد تو دینا بھول ہی گئی - زیبا دی بکواس میں اس قدر محو ہو جاتی ہوں کہ آئی - مت بھول جاتی ہوں -

www.taemeernews.com

نوراں! اپریل کے آخری ہفتہ میں آپ "مس" سے "مسز" بن جائیںگی۔ ایک عدد شوہر باسر تاج کی مالک۔ خدا تمہاری یہ ازدواجی زندگی راس لائے اور تم مسرت سے ہم کنار ہو۔ پھلو۔ پھولو ؎

یہ سادہ سادہ سی آرزوئیں جو تم آباد کر رہی ہو
اگر انہی سادہ آرزوؤں پہ حرف آیا تو کیا کرو گی

اس منزل میں سنبھال کر قدم رکھنا۔ خدا تمہاری کشتیٔ حیات کو ساحلِ مسرت پر لگائے اور تم کو ہر خارِ راہ سے محفوظ رکھے۔ کیا کہا۔ یہ شادی مرضی کے خلاف کی جا رہی ہے۔ یہ والدین تم پر ظلم کر رہے ہیں۔ خدا ان پر رحمت کرے ؎

بجا کہ تنگ آ چکی ہو تم بھی سکوتِ ہستی کی تلخیوں سے
اگر زمانہ کی گردشوں سے بھی کچھ نہ پایا تو کیا کرو گی

دلنواز نرگسی! صبر و استقلال کو ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ اچھا پیاری رخصت۔ اب کچھ آئندہ لکھوں گی۔ رات کے دو بج کا عمل ہے۔ چاند پورے شباب پر ہے۔ ایسے میں کاش! تم میرے پاس ہوتیں۔ خدا حافظ۔

تمہاری دردانہ تاج انور

۲۲ مارچ۔
ایک خوشگوار سحر۔

سراپا محبت ـــــ نرگسی! مزاج اچھا؟

بھئی! اس وقت جب میں ناشتہ تیار کرنے میں ہمہ تن مصروف تھی کہ "پوسٹ مین" نے صدائے احتجاج بلند کی۔ "ڈاک لے لیجئے" سچ کہتی ہوں۔ دل بلیوں اچھلنے لگا۔ بادِ صرصر کے نازک جھونکوں سے تمہارا عطر بیز خط ہمدست ہوا۔ پھر تم نے وہی ختم نہ ہونے والا راگ چھیڑ دیا۔

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضانِ محبت عام تو ہے عرفانِ محبت عام نہیں

کیا کرو گی تم پوچھ کر۔ سوئے ہوئے جذبات کو بیدار کرنے سے فائدہ۔ یہ گتھی اس قدر الجھی ہوئی ہے کہ سلجھ نہیں سکتی۔

کم سن نرگسی! اس معاملے کو یہیں ختم کر دو۔ تم اس دردبھرے نغمہ کو سن کر کوئی فرحت آمیز راگ نہ الاپ سکو گی۔ آہ! میرے شکستہ زنگ آلود تاروں کو نہ چھیڑو۔ پیاری نرگسی! مجھے اسی طرح تڑپنے دو۔ تلملانے دو۔ رونے دو۔ نرگسی! فلک مجھ پر جفا کر رہا ہے۔ کرنے دو۔ ع

اک وہ ہی ناخدا نہیں۔ ظالم۔ خدا بھی ہے۔

آہ! دنیا والے۔ سماج۔ سوسائٹی سب مجھ بدنصیب پر ظلم ڈھا رہے ہیں۔ آہ! کیا کرو گی تم حرماں نصیبہ تاج کی داستانِ غم سن کر۔ ع

یہ قصۂ دل ہے ناصحا! طور کی داستاں نہیں

اچھا! جب نہیں مانتی ہو تو لو سنو اور عبرت حاصل کرو۔ تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ بھولی نرگسی! حقیقت میں کسی کے تیرِ نظر کی گھائل اور کسی کی زلفِ گرہ گیر کی اسیر ہوں۔ میں بچپن ہی سے حسن و عشق کا مرقع ہوں۔ نرگسی! ع

عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا

پہلے میں سمجھتی تھی کہ عشق و محبت میں صرف دل بہلانے کے کھیل ہیں۔ شیریں فرہاد۔ قیس و لیلیٰ ـــ وامق و عذرا۔ کی داستانیں عشق ہزار داستاں سے کم نہیں۔ آہ! نرگسی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ عنفوانِ شباب میں ہر مرد و عورت کی زندگی میں ایک ایسا بھی وقت آتا ہے جب اُس کی راتوں کی نیند اور دن کا چین حرام ہو جاتا ہے۔ رات بھر اختر شماری دن آہ و زاری میں صرف ہوتا ہے۔ آہ معصوم جب مجھ کو محبت کی مصیبتیں پڑ رہی ہیں تو حسن و محبت کے انداز و ناز مری سمجھ میں آ رہے ہیں۔ ع

عشق آساں بھی ہے محال بھی ہے

خدا بچائے ہر ذی روح کو۔ میری اچھی سہیلی! میں تم کو ایک سچے راہ نما حقیقی ہمراز کی حیثیت سے یہ نیک مشورہ دیتی ہوں کہ محبت نہ کرنا۔ حالانکہ میں جانتی ہوں کہ تم عنقریب شادی کے بندھن میں گرفتار ہو جاؤ گی اور سماج پر سے قربان ہو کر پردۂ عالم پر معصومیت و مظلومیت کا زندہ جاوید

رتحفہ پیش کروں گی۔ لیکن پیاری عشق و محبت کی کوئی حد و بندی نہیں ہے
شادی سے قبل اور شادی کے بعد بھی محبت کی جا سکتی ہے محبت
پر کوئی کنٹرول نہیں ہے کہ شادی شدہ محبت نہیں کر سکتے ......
یہ تو نگاہ و انتخاب ہے ...... دل جس کو منتخب کر لے .... محبت تو
ایک روحانی جذبہ ہے جو دو روحوں کے باہمی رابطہ سے پیدا ہو جاتی
ہے۔ نرگسی! جب ہم کسی خوب صورت کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت
دیکھتے ہیں تو رعب حُسن سے دل اس کی طرف رجوع ہو جاتا ہے
اور ہمیں اعتقاد ہو جاتا ہے کہ جب یہ چیز اتنی حسین ہے تو
اس کا صنّاع کتنا حسین ہو گا۔ اس طرح ہم وحدت کے قائل ہو جاتے
ہیں۔ مری نرگسی! میرا مقصد یہ نہیں کہ تم مردوں سے نفرت
کرو یا دور رہا کرو۔ نہیں! پیاری۔ محبت زندگی کا اہم جزو ہے۔
بغیر محبت کے انسان نامکمل رہ جاتا ہے۔ زندگی میں ایک بار
محبت ضرور کرنا چاہئے۔ جو محبت نہیں کرتا۔ میری نگاہ میں اس کی
وقعت حیوان سے کم نہیں۔ محبت عبادت ہے۔ خدا خود قرآن
میں فرماتا ہے کہ اے مومنین عورتوں جو مرد تم کو پسند ہوں منتخب
کرو۔ پھر اسی طرح مردوں سے ارشاد فرمایا کہ اے مومن مردوں
جو عورتیں تمہیں مرغوب ہوں۔ پسند کرو۔

پھر ہم کیوں نہ خدا کے احکام کی پابندی کریں۔ محبت کرنی
عیب نہیں۔ جرم نہیں۔ پاپ نہیں۔ اگر پاپ ہوتا تو حضرت
زلیخا کیوں حضرت یوسفؑ کے حُسن لاثانی پر فدا ہوتیں۔
نرگسی! دُنیا میں انسان عشق مجازی سے تجربہ اُٹھاتا ہے
پھر عقبیٰ میں عشق حقیقی سے لُطف اندوز ہوتا ہے۔ دل
ایک وہ چیز ہے جس پر کسی طرح قابو نہیں۔ اچھا نرگسی!
میرے آئندہ خط کا انتظار کرو۔ اس وقت میرے جذبات
میں تلاطم برپا ہے۔ الوداع۔ پیاری رُخصت!

تمہاری مجبور　تاج انور

اپریل ۲۵۔

ایک دل فریب صبح۔

سرمایۂ ناز..... نرگسی..... سلام شوق۔

کل جس وقت تم رخصت ہو کر اپنے حجلۂ عروسی میں جا رہی ہو گی
عین اسی وقت تمہاری پیاری پیاری شیریں زحمت
آگیں تحریر پیغام بر بن کر آ گئی۔ آہ! رونق جان نرگسی
اس وقت کا عالم نہ پوچھو۔ افسوس! میں رسم رخصتی میں
بھی شریک نہ ہو سکی۔ آہ! سماج۔ اور اس کی بیہ کاریاں
آہ! کتنی مجبور ہوتی ہے۔ بے دست و پا ہندی لڑکی۔
خدا رحم فرمائے۔ نرگسی! تم باز نہیں آؤ گی ناحق تم اپنی خوشی
میں میرے غم کو شریک کر رہی ہو لعنت خدا۔ اچھا لو دیکھا
نہ ہو میری عزیز محسنہ! اپنی بنّو کو ناراض نہ ہونے دوں گی
سمیع میری زندگی میں پہلی مرتبہ بہار بنکر آئے اس وقت میں
بہت کم سن تھی۔ حتیٰ کہ عشق و محبت کی چاشنی سے
بھی نابلد۔ آہ نرگسی! میں نہیں جانتی تھی کہ لفظ "محبت"
میں کون سا جذبہ موجزن ہے۔ سمیع جان بھیا کے
قلبی دوست تھے وہ روزانہ آتے تھے۔ اس لئے کہ وہ
بھیا کے کلاس فیلو تھے۔ میں نہیں کہہ سکتی۔ نرگسی وہ کتنے
اچھے تھے۔ حُسن سیرت۔ حسن صورت میں یکتا تھے۔ قسم
کی اُن کی پاکبازی پر فرشتوں کو ناز اور خوبصورتی پر حور
کو فخر تھا۔ بعض اوقات تو دن میں دو دو پھیرے کرتے
شام کو ہاکی۔ فٹ بال وغیرہ کھیلتے۔ خدا جانے نرگسی
میں بچپن ہی سے کیوں اُن سے اس قدر مانوس تھی۔ میرا دل
چاہتا کہ جب وہ آئیں تو میں ان کی دلکش صورت کو
تکتی رہوں۔ کاش! میں ہمیشہ بچہ ہی رہتی تو وہ ہر لمحہ
میری نگاہوں کے سامنے تو رہتے اور مجھ سے زیادہ اس
دنیا میں کوئی بشر نہ ہوتا۔ جب وہ آتے ہیں تو میں تمام شا
چھوڑ چھاڑ اُن کے پاس آ جاتی۔ گردش ۔۔ چہرہ ۔ بال
ایک دوسرے سے بڑی طرح ہم آغوش۔ اُن کو دیکھ کر
مجھے ابدی سکون اور خوشی محسوس ہوتی۔ ورزش
وجذبۂ شوق سے میرا خون منجمد ہوتا۔ جب تک وہ ۔۔
میں اُن کے شہابی رنگ ۔۔ سے مجبور ۔۔
جبکہ ارمجبوری آنکھوں کو ۔۔ ۔۔

انقلاب آیا اور گزر گیا .... زمانے نے پلٹا کھایا اور بس .... اب تاج وہ معصوم تاج نہ تھی۔ بڑی تھی۔ کافی بڑی۔ اب نہ گرد میں اٹا چہرہ تھا نہ بکھرے بال۔ آہ نہ وہ آزادی تھی نہ بے پردگی۔ خدا جانے یہ ہندوستانی ماں باپ اتنی جلدی پردے میں کیوں بٹھاتے ہیں۔ اُف نرگسی! اب میں اُس بھوری آنکھوں والے شہزادۂ حسن کے سامنے بھی نہیں آسکتی۔ نرگسی! مجھے رو لینے دو تھوڑی دیر .... تاکہ دل کی بھڑاس دور ہو۔ اُن پیاری صورت دیکھنے کو میری آنکھیں ترس گئی تھیں۔ اب میرا یہ عالم تھا جب وہ آتے ہیں دُنیا جہان کی خوشیوں کو پامال کر کے جھروکے میں کھڑی ہو جاتی۔ آہ صورت نہ سہی کم از کم آواز اور سُنہرے رو پہلے قہقہوں سے ہی دل مضطر کو تسکین ہوتی۔ اے کاش! خدا رحم کرتا۔

میں اُن کے لئے چلنے پان کا خاص لحاظ رکھتی۔ وہ کھیلنے کو چلے جاتے۔ میں بھی کسی نہ کسی بہانے فٹ بال کھیلنے چلی جاتی۔ کھیلنی تو نماک تھی۔ ہاں مجھے سمیع کو دیکھنے کا بہت اچھا موقع ملتا۔ میری سہیلیاں کہتیں۔ تاج! تم کیوں اس طرح ... تھکی ہو؟ اگر تم ذرا بڑی ہوتیں تو ہم کہہ دیتے کہ ضرور تم اسیرِ ستم ہو۔ اور میں "ہاں ہوں" کہہ کر خاموش ہو جاتی۔ اب میری زندگی میں تغیر و تبدل ہو رہا تھا ہر کام سے بیزاری تھی کھانے پینے کا بھی ہوش نہ تھا۔ نرگسی! سہ

جب دردِ محبت میں یہ لذت ہے تو یارب
ہر عضو میں ہر جوڑ میں کیوں دل نہیں ہوتا

خدا جانے مجھے کیا ہو گیا تھا۔ ایک درد تھا۔ خلش تھی۔ کرب تھی لیکن اسی میں دُنیا کی ساری لذتیں سمٹ آئی تھیں نرگسی ہے

آنکھ میں آنسو۔ جگر میں داغ دل میں غم ہوا

محبت دن بہ دن بڑھتی جا رہی تھی۔ خدا جانے ان کو بھی مجھ سے محبت تھی یا نہ تھی۔ وہ بھی میری قدر کرتے۔ آہ!

نرگسی۔ مجھے بعد میں معلوم ہوا کہ وہ بھی مجھے چاہتے ہیں۔ نرگسی! وقت کم گفتگو ختم۔ پھر لکھوں گی۔

شکستہ جذبات تاج ابرز

یکم مئی۔

پُر بہار شام۔

مجسمۂ ناز نرگسی! مسرت سے ہمکنار ہو۔ دن گزرتے گئے اور میں صرف "اُن" کے لئے زندہ تھی اور صرف اُن ہی کے لئے زندہ رہنا چاہتی تھی۔ بجز اُن کے اُن کی یاد تصور کے دُنیا کی ہر چیز سے بے نیاز تھی۔ ہر رنگینی ہر دلچسپی میری نگاہ میں بے کیف۔ بے لوث تھی۔ سہ

حقیقت کھول دی آئینہ وحدت نے دونوں کی
نہ تم ہم سے جدا ٹھہرے نہ ہم تم سے جُدا ٹھہرے

آخر ایک دن وہ بھی آیا جبکہ وہ آ رہے تھے اور میں انتظار میں پاکھر کے نیچے کھڑی تھی۔ وہ آ گئے میرے اس قدر قریب افسوس! شوق کو دیکھئے کہ لب سل گئے۔ سراپا بید مجنوں کی طرح کانپ رہی تھی۔ جذبات میں ارتعاش تھا۔ خون منجمد ہو گیا۔ دل کی دھڑک دھڑک میں اضافہ ہو گیا۔ میں متحیر نگاہوں سے اُن کے رُخِ روشن کو دیکھ رہی تھی۔ کچھ دیر وہ بھی بُت بنے دیکھتے رہے۔ پھر آہستہ سے بولے۔

"جاوید ہیں؟"

"نہیں" میری آواز تھرتھرا رہی تھی۔

"کہاں گئے ہیں؟" تبسم ریز لہجے میں بولے۔

"پکنک منانے" میرا دوپٹہ سر سے ڈھلک گیا اور میں اُٹھا بھی نہ سکی۔ وہ دیکھ رہے تھے۔ مسکرا رہے تھے۔ اور خرمنِ دل پر بجلیاں گرا رہے تھے۔

"کیا تم وہ تاج ہو جو ننھی سی میری پاس آتی تھی؟"

"شاید" اور میں دور کہیں اس قانسے جوڑے کو دیکھنے لگی جو آپس میں عشق و محبت کے شیریں راگ الاپ رہے تھے اور بدمست تھے۔

www.taemeernews.com

"اچھا اب جب جاوید آجائیں تو کہہ دینا کہ 'ہم' آئے تھے۔"
اور وہ مسکرانے لگے
"ہم کون" میں شوخی سے بولی۔
"ایک انسان" وہ تمسخر سے بولے۔
"انسان تو سبھی ہوتے ہیں"
"اچھا میں تمہاری نظر میں کون ہوں"
"فرشتہ اور کون؟" اور میں فرطِ شرم سے جھک گئی۔
اور وہ چلے گئے۔ میں اسی طرح ساکت کھڑی رہی۔ کتنے اچھے تھے وہ۔ بے اختیار مجھے امیر مینائی کا شعر یاد آگیا ؎

لوٹ ہو جس پہ تبسم وہ دہن کس کا ہے
باتیں سنہ چو میں وہ اندازِ سخن کس کا ہے

نرگسی! اب اکثر چوری چھپے ملاقاتیں ہوتیں۔ میں نے بہت کوشش کی کہ اظہارِ تعشق نہ ہو۔ لیکن ؎

پھر کہیں چھپتی ہے جب ظاہر محبت ہو چکی

نیا ولولہ۔ نئی اُمنگ۔ تمناؤں، حسرتوں، آرزوؤں کا ہجوم تھا ہجوم نرگسی! ہر وقت یہی فکر تھی کہ کسی صورت سے وصالِ یار ہو اور شبِ فرقت کا منہ کالا ہو۔ لیکن ایسے بلند بخت کہاں۔ نرگسی! تھوڑی دیر کو اجازت۔

حسرت و یاس کا مجسمہ تاج انور

---

۸ مئی۔
ندی کنارے سنہری سحر۔
شوخ نرگسی .... رازو نیاز۔ آج صبح ہی صبح میری طبیعت گھبرائی تو نمازِ فجر سے فارغ ہو کر ندی کنارے اپنے مضمحل دل" آہ! کم بخت دل کو بہلانے چلی آئی۔ لیکن حرماں نصیب تاج کو چین کہاں۔ ماضی کی یاد بے چین کرنے لگی۔ ہاں! تو کچھ دنوں کے بعد ہم سب وطن واپس آگئے۔ آہ! نرگسی۔ وہ دلخراش منظر بھی نہ پوچھو۔ جب ہم رخصت ہو رہے تھے اور اسٹیشن پر کسی کی نگاہیں مجھے تلاش کر رہی تھیں۔ دُور چمپا کے پھولوں کے پاس سمیع کھڑے ہوئے مجھے حسرت و یاس سے تک رہے تھے۔ اُن کی آنکھیں سیّال موتی رول رہی تھیں۔ میری بھی آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھڑی لگی تھی۔ اشارے سے اُن کو بُلایا۔ وہ آئے۔ اور چمپا کا زرد پھول دیتے ہوئے اُن کا ہاتھ کانپ رہا تھا۔ بمشکل اتنا کہہ سکے۔

"تاج! آخری ہدیۂ محبت قبول ہو"

میں بے تاب ہوگئی۔ میرا دل چاہا کہ اُن سے لپٹ کر رونے لگوں۔ مگر ابّا میاں کی موجودگی نے قاصر رکھا۔ آہ! ایک مجبور لڑکی ؎

مسرت آہ تو بستی ہے کن ستاروں میں
زمیں پہ عمر کٹی تیری جستجو کرتے

نرگسی! میں آنے کو تو آگئی۔ مگر۔ دل۔ دماغ۔ روح۔ مسکراہٹ سب کچھ اُن کے پاس چھوڑ آئی۔ میری صحت دن بدن خراب ہوتی گئی۔ اب میں مکمل بیمارِ محبت تھی۔ اسی عرصہ میں میری ملاقات نجمی سے ہوگئی اور وہ میری رازدار بن گئی۔ اس کے ذریعہ سے میری سمیع سے خط و کتابت ہوتی رہی۔ سمیع نے بھی اپنے خطوط میں بہت بے قراری ظاہر کی تھی۔ بہت ہی شد و مد سے اظہارِ تعشق کیا تھا۔ قسم خدا کی نرگسی! میری مُردہ روح میں نئی حسرت پیدا ہوگئی۔ مجھے پھر زندہ رہنے کی تمنا ہوگئی۔

آخر کار وہ اپنی والدہ کے ساتھ یہاں آئے۔ انہوں نے امّی سے شادی کی نسبت کا ذکر کیا۔ آہ نرگسی! کاش! فلک یہ منحوس جملہ سننے کو مجھے زندہ نہ رکھتا تو آج فلک کا مجھ پر یہ احسان ہوتا۔ کاش! یہ روزِ بد دیکھنے کو میں زندہ نہ رہتی۔ ابّا میاں نے بڑی بے دردی۔ سفاکی اور بے رحمی سے سمیع غریب کی تمناؤں کا خون کر دیا۔ حسرتوں کو پامال اور آرزوؤں کو برباد کر دیا۔ اُمیدوں کا گلا گھونٹ دیا۔ دل بات مچلتے رہے۔ ارمان سسکتے رہے۔

آہ نرگسی! کس طرح کہوں کہ ابّا میاں نے شادی کو منع نہیں کیا بلکہ تاج کو ہمیشہ کے لئے موت کی بے رحم آغوش

میں دے دیا۔ کاش! وہ شادی کو راضی ہو جاتے۔

سمیع مجروح دل۔ شکستہ جذبات کے ساتھ واپس ہوگئے۔ وہ تانگہ میں سوار ہو رہے تھے۔ میں جھروکے میں کھڑی تھی۔ حسرت و یاس سے میری طرف دیکھا۔ میرے لب کپکپا رہے تھے۔ بمشکل رومال اُن کی طرف بڑھایا۔

"سمیع! کسی بدنصیب کا آخری تحفۂ محبت قبول ہو"

انہوں نے رومال لے لیا اور سنہری رسٹ واچ میری کلائی پہ باندھتے ہوئے بولے:۔

"تاج! ہراساں نہ ہو۔ میں تمہارا ہوں۔ صرف تمہارا ہی رہوں گا"

وہ چلے گئے نرگسی! تاج کو تلملاتا۔ تڑپتا۔ مچلتا چھوڑ کر۔ کاش! وہی خوش رہتے تو صبر تھا۔

کچھ دنوں کے بعد میری نسبت کیپٹن جمیل سے طے ہوگئی۔ میں نے مجبور ہو کر سمیع کو لکھا کہ:۔

"خدا کے لئے آجاؤ۔ تمہارے لئے والدین سے ہر طرح کی بغاوت کرسکتی ہوں"

جس کا جواب یہ دیا:۔

"میری۔ صرف میری تاج!۔ تاج تم شریف لڑکی ہو۔ ممتاز بھائی کی بہن۔ قسم خدا کی تاج! میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مجھے تم سے ازحد محبت ہے۔ خدا تمہاری ازدواجی زندگی مسرت سے ہم کنار کرے۔ میرا آخری سلام محبت لو۔ تمہاری محبت دیا دکا سہارا لے کر دُور۔ سماجی دنیا سے دُور جا رہا ہوں۔ صرف تمہارا سمیع"

آہ نرگسی۔ پھر کسی نے اُن کو نہیں دیکھا۔ خدا جانے کہاں گئے اور مجھے برباد کر گئے۔ حسرتیں مُردہ ہو چکی ہیں۔ دن رات روتی ہوں۔ سب بے کار۔ میرا سمیع نہیں ملتا۔ جب تک زندہ رہوں گی سمیع کی یاد میں بسر کروں گی۔

اب تم سمجھ گئیں: میرے اُداس رہنے کا سبب کیا ہے۔

آہ رنج و غم کا پیکر
تاج انور

میرے پسندیدہ اشعار

مُرتّبہ:۔ ساجدہ نازؔ ۔ بدایونی

ایسا مزا ملا ہے تڑپ میں کہ ہے دُعا
بڑھ جائے اور طول شبِ انتظار کا
(امیرؔ مینائی)

برق کو اب کیا غرض کیا رہ گیا کیا جل گیا
جل گیا خرمن میں جو کچھ تھا مری تقدیر کا
(فانیؔ)

جس کا علاج ہو سکے درد وہ درد ہی نہیں
جس کو سکوں نصیب ہو ایسی تو زندگی نہیں
(بیدمؔ)

یہ تو ہے اپنا اپنا ظرف اس کا مجھے ہو کیوں گلہ
اس نے مجھے بھلا دیا میں نہ اُسے بھلا سکی
(طالبؔ)

مجھ کو تو ہوش نہیں تم کو ہو شاید خبر
لوگ کہتے ہیں تم نے مجھے برباد کیا
(جوشؔ)

دل کو ٹھکراتی ہوں میں تیرے بغیر
اور تجھ بن مجھ کو ٹھکراتا ہے دل
(نورؔ)

اک تم کہ وفا تم سے نہ ہوگی نہ ہوئی ہے
اک ہم کہ تقاضا نہ کیا ہے نہ کریں گے
(حسرتؔ)

نقاب اُلٹ دیا موسیٰ نے طور پر اُن کا
گنہ اگر ہو سلیقے سے تو گناہ نہیں
(سیمابؔ)

www.taemeernews.com

خاتون سنو

چہرے کے داغ دھبے دُور کرتی ہے۔ رُخساروں کے کیل، مُہاسوں کے نشان صاف کرتی ہے مسلسل استعمال سے چہرے پر ملاحت اور خوب صورتی آجاتی ہے۔ حُسن کو بڑھانے والی بہت خوشبودار خوشرنگ

"سنو"

پیکنگ اور شیشی خوب صورت

قیمت ایک شیشی بارہ آنے (۱۲/)

محصول ایک شیشی پر دس آنے۔ دو شیشیوں پر ایک روپیہ دو شیشی سے کم ارسال نہ ہوں گی۔

ملنے کا پتہ

دفتر "خاتون سٹور" اردو بازار دہلی نمبر ۶

دفتر "خاتون سٹور" دہلی کی ایجاد

بیگم ہیئر آئیل

سر کے بالوں کے لئے بہترین مقوی دماغ خوشبودار روح پرور اور بالوں کو بڑھانے والا اعلیٰ قسم کا تیل۔ بالوں کو دراز کرتا ہے مضبوط اور چمکدار بنا کر گرنے سے روکتا ہے کیونکہ اس میں روغن بادام بھی شامل کیا گیا ہے بیگم ہیئر آئیل سے نیند بھی آتی ہے۔ خوبصورتی اور چہرے کی رونق میں اضافہ کرتا ہے۔ اسکی خوشبو دیر تک قائم رہتی ہے۔ بیگمات مشرق کے لئے خاص طریقہ سے تیار کیا گیا ہے۔ شیشی اور پیکنگ دیدہ زیب۔

قیمت فی شیشی ایک روپیہ آٹھ آنے (۱؍۸)

محصول ایک شیشی پر ایک روپیہ اور دو شیشیوں پر بھی ایک روپیہ کم سے کم دو شیشیاں روانہ کی جاتی ہیں۔

ملنے کا پتہ

دفتر "خاتون سٹور" اردو بازار دہلی نمبر ۶

ذرا میرا بھی تو خیال کیجئے

میری مندرجہ ذیل دوائیں نہایت مفید ثابت ہوئی ہیں، پھر بھی اگر فائدہ نہ ہو تو لکھئے۔ تلافی کرنے کو تیار ہوں۔ دل دُکھا کر پیسے لینا نہیں چاہتی۔ میں تو آپ کو دُکھ درد سے محفوظ رکھنا اور دغاباز اشتہار دہندوں کی لوٹ مار سے بچانا چاہتی ہوں کاش آپ بھی میرا خیال کریں اور دوائیں خرید کر میری حوصلہ افزائی فرمائیں۔ صرف ایکبار تجربہ تو کیجئے پچھتانا نہیں پڑیگا۔

مروارید پلز یہ گولیاں بچوں کی کھانسی، بخار، ہرے پیلے دستوں، آنا، پیاس کی بھڑک، دُودھ ڈالنے اور دانت نکلنے کی تکالیف کو شرطیہ دور کرتی ہیں۔ سوکھا مسان کے لئے اکسیر ہیں۔ کمزور اور دُبلے بچے صحتیاب ہو کر موٹے تازے ہو جاتے ہیں۔ گرمیوں میں ان کا استعمال بچے کو پیاس اور دستوں کی بیماری سے محفوظ رکھتا ہے۔ قیمت پچاس گولی دُو روپے بارہ آنے مع محصول۔

تریاقِ پائیوریا یہ پائیوریا کی مخصوص دوا ہے جو دانت ہلنے لگے ہوں اُنکو توجاتی نہیں باقی دانتوں کی جملہ شکایتوں مثلاً پانی کا لگنا۔ روٹی کا نہ چبانا۔ درد ہونا۔ خون نکلنا۔ مسوڑھوں کی سوجن اور منھ کی بدبو دُور کر دیتی ہے۔ روزانہ کے استعمال سے دانت چمکدار ہو جاتے ہیں۔ اُن کی جڑیں مضبوط ہو جاتی ہیں۔ قبل از وقت نہ ہلتے ہیں اور نہ کوئی دانتوں کا مرض ہوتا ہے۔ خوشبودار منجن ہے۔ قیمت فی شیشی دُو روپے آٹھ آنے (۲؍۸) مع محصول۔

سردار ہیئر پوڈر یہ بالوں کے امراض کی معتبر دوا ہے۔ دیسی دواؤں، جڑی بوٹیوں اور مغزیات کا سفوف ہے جس سے تیل تیار کیا جاتا ہے۔ تجربہ شدہ فوائد مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) بالوں کو بڑھاتا اور گرتے ہوئے بالوں کو جلد سے جلد روک دیتا ہے۔ (۲) بالوں کی جڑوں کو مضبوط بناتا ہے تاکہ آئندہ نہ جھڑیں۔ (۳) قبل از وقت سفید ہونے نہیں دیتا۔ لیکن سفید بالوں کو کالا نہیں بناتا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ سفید ہونے کی رفتار میں کمی پڑ جاتی ہے۔ (۴) پُرانے نزلہ، چکر، دردِ سر، نیند کی کمی اور دماغی کمزوری دُور کرنے میں بے مثل ہے۔

قیمت

چار روپے آٹھ آنے (۴؍۸)

مع تمام اخراجات

بلبل کریم مُہاسے۔ چھیپ۔ داد۔ دور کرنے میں اکسیر ہے۔ قیمت دُو روپے آٹھ آنے (۲؍۸) محصول معاف۔

ملنے کا پتہ:۔ بیگم۔ ایم۔ اے زبیری۔ ٹاؤن امروہہ ضلع مراد آباد (یو۔پی)

افسانہ

بدقسمت

سکندر بیگم برادر نواب شاہ نور اسٹیٹ

پیاری آمنہ!

تمہارا خط بہت عرصہ کے بعد آج شام کی ڈاک سے موصول ہوا۔ تم نے خط نہ لکھنے کی شکایت کی ہے۔ ہاں آمنہ! تمہارا لکھنا درست ہے۔ باوجود کوشش کے میں تم کو بہت عرصہ سے خط نہ لکھ سکی۔ لیکن شاید تمہیں معلوم نہیں۔ کہ میں اپنی زندگی کے روز و شب کس طرح گذار رہی ہوں۔ اور شاید یہ میں خود بھی نہیں جانتی۔ بھابی کی جھڑکیاں سہتے سہتے عاجز آگئی ہوں۔ بھائی بھی اب پہلے جیسے نہ رہے۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ کہتے رہتے ہیں۔ گھر کا سارا کام بچوں کا کام مجھے کرنا پڑتا ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ ماما اور بچوں کی آیا بنی رہتی ہوں۔ پہلے تو بھائی ایسے نہ تھے۔ اب خدا جانے اُن کو کیا ہو گیا ہے؟ مجھے اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ بھابی تو ہر وقت بھائی کے کان بھرتی رہتی ہیں۔ ابھی ایک ماہ کی ہی بات ہے کہ بھابی کی ایک سہیلی اُن سے ملنے آئی ہوئی تھیں۔ بے چاری نے پوچھا "یہ کون ہیں؟" بھابی نے بے پروائی سے جواب دیا۔ بچوں کی آیا ہے۔ کیا بتاؤں آمنہ اُس وقت میرے دل پر کیا گذری۔ بھائی بھی اس وقت موجود تھے لیکن انہوں نے اتنا تک نہ کہا کہ یہ میری بدنصیب بہن ہے۔ بھابی، بھائی اور بھابی کی سہیلی میز پر بیٹھے ہوئے ناشتہ کر رہے تھے اور میں..... میں کھڑی ہوئی آیا کا کام انجام دے رہی تھی۔ بھابی اُس وقت زرق برق لباس زیب تن کئے ہوئے تھیں۔ اور میں ایک پھٹی ہوئی ساڑی جس میں ہزاروں پیوند لگے ہوئے تھے۔ پہنے ہوئے تھی۔ اب تمہیں کہاں تک اپنی مصیبتوں کی داستان سناؤں۔ ایکدفعہ بھابی سے کہا بھی کہ مجھے اور ایک ساڑی دیدو۔ یہ ساڑی بہت پھٹ گئی ہے۔ تو کہنے لگیں۔ تمہارے لئے روز نئی نئی ساڑیاں کہاں سے لاؤں۔ کیا تمہارے ابا مرتے وقت خزانہ چھوڑ گئے تھے۔ جو تم کو آرام سے بیٹھے کھلاتی پہناتی رہوں۔ اب تم کو ایک پھٹا ہوا کپڑا بھی نہیں ملے گا۔ رہنا چاہتی ہو تو رہو نہیں تو دوسری جگہ تلاش کرلو۔ جی میں تو آیا کہ کہدوں۔ اباجان بھائی کو وہ خزانہ دے گئے ہیں جسے کبھی چور بھی نہیں چرا سکتے۔ پھر خیال آیا کہ باپ کی ہی قدر نہیں بھائی اور بھابی نے جب نہ کی تو میری تو کیا بساط ہے۔ یہی سوچ کر خاموش ہو گئی۔ بھابی نے تو مجھے ہر ایک بات سے تنگ کر رکھا ہے۔ اور اب تو مجھے گھر سے بھی نکلوانا چاہتی ہیں۔ آہ میری قسمت! آمنہ اگر میری تقدیر اچھی ہی ہوتی تو یہ در در کی ٹھوکریں کیوں کھاتی۔ ماں باپ بھی زندہ نہ رہے کہ اپنی بدنصیب بیٹی کو سہارا دے سکتے۔ اور امجد بھی نہ رہے۔ آہ! جس دن سے امجد اس دنیا سے سدھارے مجھے کبھی چین نصیب نہ ہوا۔ اماں جان (ساس) کے جلے کٹے فقرے ابھی تک میرے کانوں میں گونجتے رہتے ہیں: "منحوس کم بخت جس دن سے گھر میں آئی ہے میرے گھر کا صفایا ہی کر ڈالا۔ کلموہی جس دن سے تیری صورت دیکھی ہے مجھے کبھی خوشی میسر نہ ہوئی۔ ہٹ جا میرے سامنے سے تیری صورت سے مجھے زہر لگتی ہے۔ آہ میرا بچہ" یہ کہکر وہ مجھے بھوکی شیرنی کی طرح گھورنے لگتیں۔ مجھے وہ دن اچھی طرح یاد ہے۔ آمنہ جب ایکدن ابا نے ... تمہارا ...

ذرا میرا بھی تو خیال کیجئے

میری مندرجۂ ذیل دوائیں نہایت مفید ثابت ہوئی ہیں۔ پھر بھی اگر فائدہ نہ ہو تو لکھئے۔ تلافی کرنے کو تیار ہوں۔ دل دُکھا کر پیسے لینا نہیں چاہتی۔ میں تو آپ کو دُکھ درد سے محفوظ رکھنا اور دغاباز اشتہار دینڈوں کی لوٹ مار سے بچانا چاہتی ہوں کاش آپ بھی میرا خیال کریں اور دوائیں خرید کر میری حوصلہ افزائی فرمائیں۔ صرف ایکبار تجربہ تو کیجئے پچھتانا نہیں پڑیگا۔

مرواریدی پلز یہ گولیاں بچوں کی کھانسی، بخار، ہرے پیلے دستوں کا آنا۔ پیاس کی بھڑک۔ دُودھ ڈالن اور دانت نکالنے کی تکالیف کو شرطیہ دور کرتی ہیں۔ سُوکھا سان کے لئے اکسیر ہیں۔ کمزور اور دُبلے بچے صحتیاب ہوکر ہٹے کٹے ہوجاتے ہیں۔ گرمیوں میں ان کا استعمال بچہ کو پیاس اور دستوں کی بیماری سے محفوظ رکھتا ہے۔

قیمت پچاس گولی دُو روپے بارہ آنے مع محصول۔

تریاقِ پائیوریا یہ پائیوریا کی مخصوص دوا ہے جو دانت ہلنے لگے ہوں اُنکو تو جما تی ہیں باقی دانتوں کی جملہ شکایتوں مثلاً پانی کا لگنا۔ روٹی کا نہ چبنا۔ درد ہونا۔ خون نکلنا۔ مسوڑھوں کی سوجن اور منھ کی بدبو دُور کردیتی ہے۔ روزانہ کے استعمال سے دانت چمکدار ہوجاتے ہیں۔ اُن کی جڑیں مضبوط ہوجاتی ہیں۔ قبل از وقت نہ ہلتے ہیں اور نہ کوئی دانتوں کا مرض ہوتا ہے۔ خوشبودار منجن ہے۔ قیمت فی شیشی دُو روپے آٹھ آنے (عہ۲/) مع محصول۔

سرداہیر پوڈر یہ بالوں کے امراض کی معتبر دوا ہے۔ دیسی دواؤں، بوٹیوں پھولوں اور مغزیات کا سفوف ہے جس سے تیل تیار کیا جاتا ہے۔ تجربہ شدہ فوائد مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) بالوں کو بڑھاتا اور گرتے ہوئے بالوں کو جلد سے جلد روک دیتا ہے۔ (۲) بالوں کی جڑوں کو مضبوط بناتا ہے تاکہ آئندہ نہ جھڑیں۔ (۳) قبل از وقت سفید ہونے نہیں دیتا لیکن سفید بالوں کو کالا نہیں بناتا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ سفید ہونے کی رفتار میں کمی پڑجاتی ہے۔ (۴) پُرانے نزلہ۔ چکّر۔ دردِ سر۔ نیند کی کمی اور دماغی کمزوری دُور کرنے میں بے مثل ہے۔

قیمت

چار رُوپے آٹھ آنے (عہ۴/)

مع تمام اخراجات

نیشنل کریم مُہاسے۔ چھیپ۔ داد۔ دور کرنے میں اکسیر ہے۔ قیمت دُو روپے آٹھ آنے (عہ۲/) محصول معاف۔

ملنے کا پتہ:۔ بیگم۔ ایم۔ اے زبیری۔ ٹاؤن امروہہ ضلع مرادآباد (یو۔پی)

افسانہ

بدقسمت

سکندر بیگم برادر نواب شاہ نور اسٹیٹ

پیاری آمنہ !

تمہارا خط بہت عرصہ کے بعد آج شام کی ڈاک سے موصول ہوا۔ تم نے خط نہ لکھنے کی شکایت کی ہے۔ ہاں آمنہ ! تمہارا لکھنا درست ہے۔ باوجود کوشش کے میں تم کو بہت عرصہ سے خط نہ لکھ سکی۔ لیکن شاید تمہیں معلوم نہیں۔ کہ میں اپنی زندگی کے روز و شب کس طرح گذار رہی ہوں۔ اور شاید یہ میں خود بھی نہیں جانتی۔ بھابی کی جھڑکیاں سہتے سہتے عاجز آگئی ہوں۔ بھائی بھی اب پہلے جیسے نہ رہے۔ ہر وقت کچھ نہ کچھ کہتے رہتے ہیں۔ گھر کا سارا کام بچوں کا کام مجھے کرنا پڑتا ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ ماما اور بچوں کی آیا بنی رہتی ہوں۔ پہلے تو بھائی ایسے نہ تھے۔ اب خدا جانے اُن کو کیا ہو گیا ہے ؟ مجھے اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔ بھابی تو ہر وقت بھائی کے کان بھرتی رہتی ہیں۔ ابھی ایک ماہ کی ہی بات ہے کہ بھابی کی ایک سہیلی اُن سے ملنے آئی ہوئی تھیں۔ بے چاری نے پوچھا "یہ کون ہیں ؟" بھابی نے بے پروائی سے جواب دیا۔ بچوں کی آیا ہے۔ کیا بتاؤں آمنہ اُس وقت میرے دل پر کیا گذری۔ بھائی بھی اس وقت موجود تھے لیکن انہوں نے اتنا تک نہ کہا کہ یہ میری بدنصیب بہن ہے۔ بھابی، بھائی اور بھابی کی سہیلی میز پر بیٹھے ہوئے ناشتہ کر رہے تھے اور میں ..... میں کھڑی ہوئی آیا کا کام انجام دے رہی تھی۔ بھابی اُس وقت زرق برق لباس زیب تن کئے ہوئے تھیں۔ اور میں ایک پھٹی ہوئی ساڑی جس میں ہزاروں پیوند لگے ہوئے تھے۔ پہنے ہوئے تھی۔ اب تمہیں کہاں تک اپنی مصیبتوں

کی داستان سناؤں۔ ایکدفعہ بھابی سے کہا بھی کہ مجھے اور ایک ساڑی دیدو۔ یہ ساڑی بہت پھٹ گئی ہے۔ تو کہنے لگیں۔ تمہارے لئے روز نئی نئی ساڑیاں کہاں سے لاؤں۔ کیا تمہارے ابا مرتے وقت خزانہ چھوڑ گئے تھے۔ جو تم کو آرام سے بیٹھے کھلاتی پہناتی رہوں۔ اب تم کو ایک پھٹا ہوا کپڑا بھی نہیں ملے گا۔ رہنا چاہتی ہو تو رہو نہیں تو دوسری جگہ تلاش کرو۔ جی میں تو آیا کہ کہدوں۔ ابا جان بھائی کو وہ خزانہ دے گئے ہیں جسے کبھی چور بھی نہیں چرا سکتے۔ پھر خیال آیا کہ باپ کی ہی قدر انہیں بھائی اور بھابی نے جب نہ کی تو میری تو کیا بساط ہے۔ یہی سوچ کر خاموش ہو گئی۔ بھابی نے تو مجھے ہر ایک بات سے تنگ کر رکھا ہے۔ ورنہ اب تو مجھے گھر سے بھی نکلوانا چاہتی ہیں۔ آہ میری قسمت ! آمنہ اگر میری تقدیر اچھی ہی ہوتی تو یہ در در کی ٹھوکریں کیوں کھاتی۔ ماں باپ ہی زندہ نہ رہے کہ اپنی بدنصیب بیٹی کو سہارا دے سکتے۔ اور امجد بھی نہ رہے۔ آہ جس دن سے امجد اس دنیا سے سدھارے مجھے کبھی چین نصیب نہ ہوا۔ اماں جان (ساس) کے جلے کٹے فقرے ابھی تک میرے کانوں میں گونجتے رہتے ہیں۔ "منحوس کم بخت جس دن سے گھر میں آئی ہے میرے گھر کا صفایا ہی کر ڈالا۔ کلموہی جس دن سے تیری صورت دیکھی ہے مجھے کبھی خوشی میسر نہ ہوئی۔ ہٹ جا میرے سامنے سے تیری [illegible] لگتی ہے۔ آہ میرا بچہ" [illegible] مجھے وہ دن اچھی طرح یاد ہے آمنہ جب ایکدن اپنا [illegible]

میں لکھا تھا جلد آؤ۔ تمہاری امی کی حالت بالکل خراب ہے۔ اس تار نے مجھے بے قرار کر دیا۔ میں دیوانی سی ہو گئی۔ اماں جان سے اجازت لے کر فوراً گھر آئی۔ امی بستر مرگ پر کروٹیں بدل رہی تھیں۔ صرف مجھ میں ہی ان کی رُوح رکی ہوئی تھی۔ صرف میرا نام ہی بار بار انکی زبان پر تھا دوسرے روز امی کا انتقال ہو گیا چہلم تک میں میکے میں رہی۔ پھر واپس چلی گئی۔ دل تو امجد کے مرنے سے ہی ٹوٹ چکا تھا۔ کہ یہ نئی افتاد پڑی یہاں آتے ہی اماں جان نے اور دل توڑ دیا۔ کہنے لگیں اب ماں کا بھی صفایا کر آئی۔ منحوس قدم۔

غرض دن رات اٹھتے بیٹھتے اسی قسم کی باتیں کر کر کے میرا کلیجہ چھلنی کر دیا۔ اماں کی موت کے چھ ماہ بعد ابا مجھے لینے آئے۔ اور اماں جان سے کہنے لگے۔ بہن اب بھتیجی کو تھوڑے دن کے لئے گھر لے جاتا ہوں کچھ دنوں کے بعد پھر آپ کی خدمت میں پہنچا دوں گا۔ اماں جان نے غصہ سے کہا۔ خدا کے واسطے اس کو ہمیشہ کے لئے یہاں سے لے جاؤ میرے گھر کا اس نے صفایا کر ڈالا ہے۔ ابا اس وقت خاموش ہو گئے۔ اور دوسرے روز ہم وہاں سے گھر آ گئے۔ اور ہمیشہ کے لئے میرے واسطے سسرال کے دروازے بند ہو گئے۔ ماں کی موت کے بعد ابا بہت کمزور ہو گئے تھے۔ ہر وقت اُداس نظر آتے تھے۔ ابھی امی کو گذرے پورے دو سال بھی نہیں ہوئے تھے کہ ابا بھی اس سے جا ملے۔ اب بھی جب ابا کی موت کا خیال آتا ہے تو کلیجہ پھٹ جاتا ہے۔ اور آنکھوں سے بیساختہ آنسو بہنے لگتے ہیں۔ آہ! وہ روح فرسا منظر جب ابا بیمار تھے۔ شدت کے بخار کی وجہ سے تین دن تک مسلسل وہ بے ہوش رہے۔ لیکن بھائی اور بھابی نے آکر جھانکا بھی نہیں۔ میرے پھوپھی زاد بھائی اکرم ڈاکٹر کو بلا لائے تھے۔ اور ان کی تیمار داری کرتے تھے حتیٰ کہ علاج کا خرچ اور ڈاکٹر کی فیس وہ خود ہی ادا کرتے تھے۔

چار روز کے بعد ابا کو ذرا ہوش آیا۔ ہوش آنے پر قریب بلا کر مجھ سے کہنے لگے۔ بیٹی تم جا کر ذرا اپنے بھائی کو بلا لاؤ۔ میں افضل کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ میں بھائی کے پاس گئی۔ اور ابا کی خواہش ظاہر کی تو بھائی کہنے لگے اس وقت تو مجھے فرصت نہیں ہے۔ اگر فرصت ہو جائے گی تو آجاؤں گا۔ میں واپس گئی تو ابا سمجھے کہ بھائی آ گئے۔ کہنے لگے بیٹا افضل آؤ۔ پھر مجھ کو تنہا دیکھ کر مجھ سے مخاطب ہوئے۔ افضل کہاں ہے بیٹی؟۔ میں نے کہا۔ آنے والے بھائی کہتے ہیں فرصت نہیں۔ اگر فرصت ملی تو آؤں گا۔ ابا یہ سنکر رونے لگے۔ اکرم بھائی نے انہیں پریشان دیکھ کر کہا۔ کہ ماموں جان آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں کیا میں آپ کی بہن کا بیٹا نہیں ہوں۔ بیٹے اور بھانجے میں فرق ہی کیا ہے؟۔ ابا بولے۔ سچ کہتے ہو بیٹا جیسے افضل ہے ویسے ہی تم بھی ہو۔ انتقال کرنے سے چند گھنٹے پیشتر ابا نے بہت ہی اصرار سے کہا۔ افضل کو بلاؤ۔ میں روتی ہوئی بھائی کے پاس گئی۔ بھائی اور بھابی بیٹھے شطرنج کھیل رہے تھے۔ میں نے جا کر بھائی اور بھابی سے کہا۔ ابا آپ کو بلاتے ہیں جلدی چلئے۔ تو بھائی نے بے پرواہی سے جواب دیا۔ تم چلو ہم آتے ہیں۔ میں بھائی کے قدموں پر گر گئی اور رونے لگی۔ بے حد منت وسماجت کے بعد بھائی اور بھابی آئے۔ اس وقت ابا جان کا آخری وقت تھا۔ ابا نے بھائی کو ہاتھ کے اشارے سے اپنے قریب بلایا۔ اور آہستہ آہستہ گھٹی ہوئی آواز سے کہا۔ افضل بیٹا...... اپنی بیوہ...... بہن کا...... خیال رکھنا...... کسی بات...... کی...... تکلیف نہ ہونے...... دینا...... اچھا بیٹا...... اکرم بیٹا کہکر ابا نے اکرم بھائی کو پکارا۔ اکرم بھائی نے کہا۔ کیوں ماموں جان۔ ابا نے کہا۔ اکرم تم نے میری بڑی خدمت کی...... خدا تم کو...... خوش وخرم رکھے...... پھر بھابی کی جانب دیکھتے ہوئے کہنے لگے۔ بیٹی!...... میرے نزدیک آؤ...... دور سے کیا تماشہ...... دیکھ رہی ہو...... پھر میرا ہاتھ پکڑ کر بھائی اور بھابی کی جانب بڑھایا۔ اور کہنے لگے...... بیٹی یہ تمہاری بہن ہے...... اس کا خیال...... اس کے بعد ابا خاموش ہو گئے۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ ہکلاتی ہوئی زبان سے بولے۔ بیٹی...... خدا...... حافظ...... ہے...... نی...... اتنا کہکر ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئے۔

ابا تو اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ اور میرے لئے ایک آفت نازل ہو گئی۔ وہ دن تھا اور آج کا دن ہے بھائی اور بھابی نے کبھی مجھ سے سیدھے منہ بات نہیں کی۔ ابا کے انتقال کے بعد اکرم بھائی ہفتہ میں دو چار بار آتے۔ اور مجھے تسلی دیتے۔ کہتے کہ بھتیجی بہن ہر وقت رونے اور غمگین رہنے سے کیا حاصل۔ دیکھو تو ہی تم نے غم سے اپنا کیسا حلیہ بنا رکھا ہے۔ خوش رہا کرو۔ ان کی تسلیوں سے کبھی کبھی میرا دل بہل جاتا تھا۔ طرح طرح سے وہ مجھ کو خوش رکھنے کی کوشش کیا کرتے تھے کبھی

www.taemeernews.com

اپنے کالج کی شرارتیں سُناتے کبھی لطیفے سُنا سُنا کر ہنساتے۔ میرے ساتھ بھائی اور بھابی کے برتاؤ کو دیکھ کر بہت برہم ہوتے۔ کبھی کبھی بھائی سے بھی لڑ پڑتے۔ اور کہتے۔ افضل تم کو شرم آنی چاہیئے۔ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوتے ہوئے بھی چھوٹی بہن کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہو۔ ہوش کی دوا کرو۔ بھائی جواب دیتے۔ تم کون ہوتے ہو میرے معاملہ میں دخل دینے والے اور بھابی نے تو یہاں تک کہہ دیا۔ مجھے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اکرم بار بار جو آتا ہے تو کچھ دال میں کالا ضرور ہے۔ اگر اس کا شادی کا ارادہ ہے تو کر کیوں نہیں لیتا۔ یہ کیا کہ ہماری عزت خاک میں ملانا چاہتا ہے۔

الٰہی کیا کہوں یہ سُنکر میرے دل پر بجلی گر پڑی۔ اور میں کانپ گئی۔ اکرم بھائی تو مجھے اپنی حقیقی بہن سمجھتے ہیں اور بھابی نے اتنا بڑا الزام لگا دیا۔ اس روز میں نے دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ کل اکرم بھائی آئیں گے تو اُن سے صاف صاف کہدونگی۔ اب آپ نہ آیا کریں۔

دوسرے دن اکرم بھائی اور بھائی کی آواز باہر سے آئی۔ بھائی کہہ رہے تھے۔ آج سے تم میرے گھر نہ آیا کرو۔ اکرم بھائی کی آواز تھی۔ مجھے ضرورت ہی کیا ہے تمہارے گھر آنے کی۔ جب ماموں زندہ تھے آتا رہا۔ اب بہن کے لئے آتا تھا۔ اب نہ آیا کروں گا۔ جیسا ماموں کا صبر کر لیا ایسا ہی بہن کو بھی صبر کر لوں گا۔ اور سمجھوں گا جیسے ماموں مر گئے ویسے ہی بہن بھی مر گئی۔

اس کے بعد اکرم بھائی کبھی نہ آئے۔ اور اب میں گھر کا سارا کام کرتی ہوں ہاتھ پاؤں میں ایسا درد ہوتا ہے کہ تکلیف بیان سے باہر ہے۔ رات کو بھابی کے پاؤں دباتی رہتی ہوں۔ بارہ ایک بجے جا کر بستر پر لیٹتی ہوں۔ نیند تو میرے مقدر میں کہاں ہے۔ ساری رات روتے روتے گذر جاتی ہے تم ہی بتاؤ آمنہ آخر صبر کہاں تک کروں؟۔ اس سے تو میں اب اس دنیا سے اُٹھ جاؤں تو بہتر ہے۔ پرسوں بھابی کے منہ دھونے کو پانی نیم گرم تھا۔ بھابی نے غصہ میں آکر سارا پانی میرے اوپر ڈال دیا۔ اور کہنے لگیں ایسے ٹھنڈے پانی سے منہ کیسے دھوؤں۔ پانی سے میرے سارے کپڑے تر بتر ہو گئے۔ پہلے سے ہی بیمار رہنے کی وجہ سے کمزور ہوں۔ اس پر ٹھنڈا پانی اور سردی کا موسم تھر تھر کانپنے لگی۔ سردی سے بچنے کے لئے باورچی خانہ میں جا کر آگ کے پاس بیٹھ گئی۔ بھیگے ہوئے کپڑے تھے۔ دوسرا جوڑا بھی میسر نہیں کہ بدل لیتی۔ ابھی آگ کے پاس بیٹھے ہوئے کچھ ہی دیر گذری تھی کہ بھابی کی گرجدار آواز نے چونکا دیا۔ وہاں سے اُٹھ کر آئی تو بھابی نے جوتے صاف کرنے کو کہا۔ جوتے صاف کر رہی تھی کہ بھائی آ گئے۔ سارے کپڑے بھیگے ہوئے تھے۔ سردی سے کانپ رہی تھی۔ بھائی نے دیکھا لیکن ایک لفظ تسلی کا نہ کہا۔ ہزار مرتبہ بھائی نے مجھے بھابی کے جوتے صاف کرتے دیکھا ہے۔ قسم لے لو جو انہوں نے کبھی مجھ سے یہ کہا ہو کہ چھوڑو صبیحہ یہ تمہارا کام نہیں۔ آہ! مجھے بھائی کے دو محبت بھرے لفظ سننے کی حسرت ہی رہ گئی۔ پندرہ روز سے مسلسل بخار آ رہا ہے۔ کل سے تو اس شدت کا بخار چڑھا ہوا ہے کہ اٹھ بھی نہیں سکتی۔ لیکن آہ ایک گھونٹ دوا تک میسر نہیں۔ بھائی تو مجھ بدنصیب سے نفرت کرتے ہیں۔ اور مجھے بھائی سے کتنی محبت ہے یہ میرا دل ہی جانتا ہے۔ خدا جانے سب بھائی ایسے ہی ہوتے ہیں؟۔ نہیں نہیں آمنہ امجد بھی تو آخر اپنی بہن کے بھائی ہی تھے۔ ان کو اپنی بہن سے کتنی محبت تھی۔ بہن کی موت کی خبر سُنکر وہ پاگل سے ہو گئے تھے۔ کل میں نے خواب میں دیکھا ہے جیسے ابا، امی اور امجد ایک خوشنما باغ میں بیٹھے ہیں۔ اور میں اس طرف جا رہی ہوں۔ ابا امی تو مجھے حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ اور امجد مجھے ہاتھ کے اشارے سے بلا رہے ہیں۔ میں دوڑتی ہوئی وہاں گئی۔ ابا اور امی نے مجھے سینے سے لگا لیا۔ اور امجد میرا ہاتھ پکڑ کر کہنے لگے۔ پیاری صبیحہ تم آگئیں۔ یہیں تک کہنے پائے تھے کہ میری آنکھ کھل گئی۔ آمنہ یقین جانو اب میرے مرنے میں بہت کم عرصہ رہا ہے۔ پیروں پر ورم آگیا ہے بہت لاغر ہو گئی ہوں۔ اُٹھ کر بیٹھنے کی طاقت نہیں۔ کیسے معلوم یہ خط تم تک پہنچنے سے پہلے ہی میرا خاتمہ ہو جائے۔ اب زندگی کی ذرا بھی اُمید نہیں۔ رو رو کر آنکھیں سُرخ ہو گئی ہیں۔

اچھا اب ختم کرتی ہوں۔ تم بھی پڑھتے پڑھتے اُکتا گئی ہو گی شاید۔

فقط والسلام!۔

جینے سے بیزار

تمہاری صبیحہ

ہر قسم کی کتابیں

دفتر خاتونِ مشرق دہلی سے خریدیئے

www.taemeernews.com

افسانہ

بانسری

مس سلمیٰ بانو نکہت زبیری میرٹھی

اس کا نام تھا کرشن۔ لیکن سب گاؤں والے بانسری کہا کرتے تھے۔ کیونکہ بانسری اس کی زندگی کا جزو بن کر رہ گئی تھی۔ وہ اس کے بجانے میں ماہر تھا۔ وہ اس کی جیون ساتھی تھی۔ وہ گھر میں ہوتا یا چراگاہ میں بانسری اس کے ہاتھ سے کبھی نہ چھوٹتی تھی۔ علی الصبح جب مہر عالمتاب رات کے سیاہ پردوں سے جھانکتا تو مسجد سے اللہ اکبر کی پُرکیف آوازوں کے ساتھ ہی اس کی بانسری کی میٹھی میٹھی تانیں بھی فضا میں تیرنے لگتیں اس کے بانسری بجانے کا انداز کچھ ایسا نرالا تھا کہ جوں جوں بانسری کی آواز فضا میں پھیلتی تو ہر چیز پر تھرتھری سی طاری ہونے لگتی۔ لہلہاتے ہوئے ننھے ننھے پھول اور بوٹے بیخود ہو کر رقص کرنے لگتے۔ طائرانِ خوش الحان سُر میں سُر ملا کر گانے لگتے۔

تھوڑی دیر بعد رادھا اسے ناشتہ کراتی۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر بانسری گائیں دوہتا۔ اور پھر کھیتوں پر چلا جاتا۔ دن کی روشنی پھیلتے ہی چراگاہیں گلزار بن جاتیں۔ کیونکہ گاؤں کی شوخ طرار گوالن لڑکیاں اور الھڑ لڑکے اپنی اپنی گائیں بیل لے کر آ موجود ہوتے۔ بانسری ایک درخت کی مضبوط شاخ پر بیٹھ جاتا۔ اور دھیمے دھیمے سُروں میں سنگیت کے تاروں کو چھیڑتا۔ گاؤں کی کنواریاں درخت کو ایک گھیرے میں لے لیتیں۔ اور رادھا کرشن کا کھیل ہونے لگتا۔ اس وقت واقعی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سچ مچ کرشن زمین پر اتر آئے ہیں۔

ایکبار پھر جمنا کی لہروں میں زندگی رقص کرتی نظر آنے لگتی۔ فضا میں محبت کے نغمے سنائی دیتے۔ اور آسمان سے مسرت جھانکتی ہوئی معلوم ہوتی۔ وقت پر لگا کر اُڑتا رہا۔ بانسری اور رادھا کی عمریں بھی وقت کے ساتھ ہی زندگی کی شاہراہیں طے کرتی رہیں۔

ایک روز جبکہ رادھا قریب کے تالاب میں نہا رہی تھی۔ بانسری نے رادھا کی ساڑھی چھپا دی۔ رادھا نے نہانے کے بعد کنارے پر ساڑھی نہ دیکھی تو وہ سمجھ گئی کہ یہ بانسری کی شرارت ہے۔ اس نے بڑی لجاجت سے کہا: "بانسری میری ساڑھی دیدو۔"

"نہیں" بانسری نے جواب دیا۔

"میں ہاتھ جوڑتی ہوں ایشور کے لئے ساڑھی دے دو۔" اس نے دونوں ہاتھ جوڑے۔

"نہیں دیں گے ہم" بانسری نے جواب دیا۔

"اگر کوئی دیکھ لے تو؟" رادھا نے گھبرا کر کہا۔

"دیکھ لے گا تو کیا ہوگا۔ ہم تو رادھا کرشن کا کھیل کھیل رہے ہیں کوئی گناہ تھوڑا ہی کر رہے ہیں" بانسری کو اس وقت رادھا کے ستانے میں لطف آ رہا تھا۔

"وہ دیکھو بانسری سامنے وہ پٹواری آ رہا ہے۔ جلدی سے دیدو"

وہ پھر چلائی۔

"آنے دو نہیں دیتے" وہ اتنا کہکر لاپروائی سے بانسری بجانے میں مشغول ہو گیا۔ اس وقت وہ اس دنیا میں پہنچ چکا تھا جہاں محبت ہر چیز پر قابض ہوتی ہے۔ جہاں محبت ثواب سمجھی جاتی ہے۔ جہاں محبت وفا کے ساز پر گائی جاتی ہے۔ اور پھر۔۔۔۔ پھر یکایک اس کا حبابِ تخیل پھوٹ گیا۔ ذہن نے ایک کروٹ لی اور وہ اس مادی دنیا

میں واپس آگیا جہاں محبت گناہ بھی جاتی ہے۔ اور جہاں محبت کے پھولوں کو سماج کے پیروں سے روندا جاتا ہے۔

"کیوں بے کمینے" پٹواری نے ایک ڈانٹ بتاتے ہوئے کہا "شرم نہیں آتی تجھے لڑکی سے چھیڑ کرتے ہوئے۔ اچھا ذرا گھر چل" اور وہ دانت پیستا ہوا کھیت کی جانب چلا گیا۔

"میں نہ کہتی تھی کہ پٹواری آرہا ہے اب کیا ہوگا؟" رادھا نے افسردہ انداز میں کہا۔

"ہوگا کیا، ہم نے کوئی گناہ کیا ہے۔ جب کنھیا جی اپنی گوپیوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے وہ بھی ایسے ہی کہا کرتے تھے" اس نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"وہ دن اب خواب ہوگئے بانسری" اور رادھا سارھی پہننے لگی۔

کیوں بے ذلیل میں نے تجھے اسی لئے پالا تھا کہ تو جوان ہوکر میری ہی آبرو پر کیچڑ اچھالے۔ میری ہی بہو بیٹیوں کی عصمت کا سودا کرائے اگر میں یہ جانتا تو باپ کے ساتھ ہی تجھے بھی گنگا میں بہا دیتا" رادھا کے باپ نے غصہ میں کانپتے ہوئے کہا۔" مجھے بھی کیا سوجھی تھی کہ" اس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "گینشا ٹھیک کہتا تھا کہ غیر کے بچہ کو پالنا آستین میں سانپ پالنا ہے"

"ایسا نہ کہو بابو" رادھا نے روتی صورت بنا کر کہا۔

"چپ رہ تو، اگر مجھے تیری کم ظرفی کا علم ہوتا تو پیدا ہوتے ہی تیرا بھی گلا گھونٹ دیتا" وہ غصہ میں چیخا۔

"اب چپ بھی رہو گے بچہ ہے بچے کھیل ہی کیا کرتے ہیں" رادھا کی ماں نے وکالت کرتے ہوئے کہا۔

"خوب بیس سال کا بوڑھا بچہ ہی ہے" بوڑھے دھیرنے منھ بناتے ہوئے کہا۔ اور غصہ میں کانپتا ہوا باہر چلا گیا۔

بانسری کی آنکھیں غیر ارادی طور پر پرنم ہوگئیں۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے اس کا باپ ابھی مرا ہو۔ وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا۔ کیا تجھے اس دن کے لئے زندہ رہنا تھا۔ کہ تیری غیرت پر ٹھوکر ماری جائے۔ اور تو خاموش رہے۔ کیوں نہ تو بھی باپ کے ساتھ ہی مر گیا تھا اس بے عزتی کے جینے سے تو ہزار دفعہ مرنا بہتر ہے۔ اور دو گرم گرم آنسو اس کے رخساروں پر ڈھلک گئے۔

تالاب کی خاموش سطح پر چاند کی روپہلی کشتی آہستہ آہستہ تیر رہی تھی۔ چاند کی دھیمی دھیمی روشنی حد نظر تک پھیلی ہوئی تھی۔ فضا میں سکوت کا ایک جال بچھا ہوا تھا۔ آج مینڈک بھی خلاف معمول خاموش تھے۔ بانسری ناریل کے درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔ اسی درخت کے نیچے جہاں ہر رات وہ بانسری کی لے سے دنیا کو شراب پلاتا تھا۔ گاؤں کی کنواریاں اپنے اپنے بستروں میں تڑپ رہی تھیں بانسری کے میٹھے میٹھے بول سننے کے لئے۔ رادھا کے کان بھی اپنے پریمی کے نغمے سننے کے لئے بیچین تھے۔

لیکن کسی کو کیا معلوم تھا کہ بانسری خود تڑپ رہا ہے۔ اس کے لئے جس سے موت کو نیند آجاتی ہے اور زندگی جاگ اٹھتی ہے۔ دوسری صبح بھی بانسری کی آواز سنائی نہ دی۔ سارا گاؤں حیران تھا کہ آخر بانسری خاموش کیوں ہوگیا۔ اور اسی روز جب گاؤں کی چرواہیاں بہت سویرے چراگاہ پہنچیں تو بانسری وہیں موجود تھا۔ جہاں چاند نے اسے دیکھا تھا۔ اسکے مسکراتے ہوئے ہونٹوں سے بانسری لگی ہوئی تھی۔ لیکن آج وہ بھی خاموش تھی۔

حسن پرست

ہر شخص فطرتاً حسن پرست ہے۔ فقیر ہو یا بادشاہ، امیر ہو یا غریب، مزدور ہو یا سرمایہ دار، مرد ہو یا عورت، کوئی بھی حسن کی کشش سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ حسن اور حسن کی یہ کشش انسانی زندگی کے گرد تانے بانے بنتی رہتی ہے۔ اور یہی تانے بانے عشق و محبت کی داستانیں اور شوق و آرزو کے افسانے بن جاتے ہیں۔ حسن پرست عشق و محبت شوق و آرزو اور جذبات و احساسات کی حسین زنجیروں کا نام ہے جن سے مشہور اہل قلم حضرت یزدانی جالندھری سابق مدیر "شاہکار" نے افسانوں کا یہ دلفریب مجموعہ مرتب کیا ہے۔ دلفریب و رنگین افسانوں کا یہ مجموعہ حسن و عشق کی رنگینی اور رومان و محبت کی دلکشی کیساتھ اپنے دامن میں درس بصیرت بھی لئے ہوئے ہے۔ کتاب اتنی دلچسپ ہے کہ شروع کرکے ختم کئے بغیر ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ کاغذ۔ کتابت۔ طباعت اعلیٰ۔ مجلد رنگین گردپوش

قیمت صرف دو روپے

پتہ :- دفتر خاتون مشرق اردو بازار۔ دہلی

www.taemeernews.com

اولاد کی تربیت

انجم ادب عارفہ بیگم انجم صدیقی

دراصل گناہ بچپن سے پیدا ہوتا ہے۔ اور ہر ایک قسم کی بدی سن بلوغ تک پہنچنے سے قبل انسان کے جسم میں موجود ہوتی ہے۔ بسا اوقات پیدا ہونے سے پہلے بعض بدیوں کی ابتدا شروع ہو جاتی ہے جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو تخم بدی پہلے ہی سے اس کے اندر مخفی ہوتا ہے۔ جو بعد میں درخت بن کر ظاہر ہوتا ہے۔ چونکہ اخلاق مادہ کی چند خاصیتوں سے پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ میلان بچپن میں خراب ہو جائے تو گو بچہ بالکل ہی بے گناہ کیوں نہ نظر آئے اس کے اندر گناہ کے ارتکاب کا پورا سامان موجود ہوتا ہے۔

گناہ ورثے میں پیدا ہوتے ہیں۔ جیسا بھی کسی قوم کا کام ہوگا اسی طرح کا میلان اسکی اولاد میں پایا جائیگا۔ بہادر لوگوں کی اولاد بھی بہادر اور بزدلوں کی اولاد بھی بزدل ہوتی ہے۔

پس جو لوگ قرآن و حدیث پڑھ کر بھی گناہ سے کلی طور سے نہیں بچ سکتے یا بزرگوں کے پند و نصائح پر عمل پیرا ہونے کی استعداد نہیں رکھتے وہ یہ کمزوریاں اور قوت ارادی کی کمی ابتدا ہی سے جذب کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ مذہب اسلام نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ کہ گناہوں کو نیست و نابود کیا جائے۔ بلکہ یہ بھی سکھایا ہے کہ کوشش کرو کہ گناہ ہی پیدا نہ ہوں کیڑے کے میلے ہونے سے پیشتر ہماری یہی کوشش ہونی چاہیئے کہ وہ میلا نہ ہو۔

گناہ، لالچ، ڈر، محبت اور غصہ خواہش کی زیادتی کی وجہ سے سرزد ہوتا ہے۔ اور یہ وہی عادت و خصائل ہیں جو بچے بچپن میں سیکھتے ہیں۔ اس وقت تو والدین کو یہ عادات معمولی اور بے ضرر معلوم ہوتی ہیں اور خوش ہوتے ہیں کہ بچہ ہے جو چاہے کرے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اسی زمانہ میں اس کے دل و دماغ پر اچھے بُرے نقوش جم جاتے ہیں۔ اسی طرح بچپن میں ماں سے بچہ قصے کہانیوں کے رنگ میں ناخوش طبعی کے طور پر بزدلانہ باتیں سنتا ہے تو بڑے ہو کر بھی اس کے قلب پر وہی خوف طاری رہتا ہے۔ میدان جنگ میں جانا تو کجا اپنے گھر کی تاریک کوٹھریوں میں بھی اُسے جن اور بھوت آنکھیں دکھا رہے ہوتے ہیں۔ جہاں وہ اکیلے جانے سے ڈرتا ہے۔ جو بچہ غذی ہو وہ بڑا ہو کر بھی لڑاکا نکلتا ہے۔

اس نقص سے اولاد کو محفوظ رکھنے کا پہلا علاج اسلام نے یہ بتایا ہے کہ جب میاں بیوی ہم صحبت ہوں تو یہ دعا پڑھیں جس کا ترجمہ یہ ہے یا اللہ ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد ہمیں دے اسے بھی شیطان سے محفوظ رکھ۔ یہ کوئی ٹونا اور جادو نہیں۔ اپنی زبان میں بھی یہی دعا مانگی جا سکتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس دعا کے پڑھنے سے جو بچہ پیدا ہوگا اسمیں شیطان کا دخل نہ ہوگا۔ اگر ہر وقت پاکیزہ خیالات نہیں رہ سکتے تو اس خاص وقت میں یہ دعا والدین کے خیالات میں ایک دیوار کی طرح حائل ہوگی۔

جو لوگ کہتے ہیں دعا تو پڑھی مگر نتیجہ نہیں نکلا ان پر واضح ہو کہ وہ لوگ دعا کو محض ٹونے کے طور پر نہ پڑھیں اس دعا سے سب گناہوں کا علاج نہیں ہوتا بلکہ صرف ورثہ کے گناہوں کیلئے ہے ورثہ کے گناہ کے بعد گناہ کی آمیزش انسان کے خیالات میں بچپن ہی کے زمانے سے ہوتی ہے اسلئے رسول کریم نے بچہ کی تربیت کا زمانہ اسکی پیدائش کے ہی روز سے قرار دیا ہے۔ چنانچہ پہلے ہی روز اس کے کان میں اذان دینے کا حکم دیا جو ٹونے کے طور پر نہیں بلکہ والدین کو یہ امر سمجھانا مطلوب ہے کہ بچہ کی تربیت کا زمانہ شروع ہو گیا۔

اس کے علاوہ رسول کریم نے بچپن ہی میں اولاد کو ادب سکھانیکا حکم دیا ہے نیز عملی طور پر اپنے عزیزوں کو بھی ادب سکھایا ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب امام حسینؑ دو برس ہی کے تھے کہ کھانے وقت آپنے اُنسے فرمایا دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے آگے سے کھاؤ۔ ہمارے ملک کی طرح نہیں کہ بچے دوسروں کے آگے سے بھی ہاتھ مار مار کر کھاتے ہیں۔ اپنے کپڑے ہی نہیں ساتھ والوں کے کپڑے بھی خراب کر دیتے ہیں۔ مگر ماں باپ ہیں کہ خوش ہوئے جاتے ہیں۔

غرض بچپن کی تربیت پر رسول کریم نے بہت زور دیا ہے حدیث مسلم، بخاری دونوں میں آتا ہے کہ رسول کریم نے فرمایا بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اسکے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔ ماں باپ اچھی باتیں نہ سکھائیں گے تو وہ دوسروں کی بُری باتیں سُنے گا۔ لہٰذا والدین اسے اچھی باتیں سکھائیں۔

www.taemeernews.com

محوِ خواب

ایک ماہتاب رُخ حسین دوشیزہ کو اب سے تین ہزار سال پیشتر مصر کے کاہنوں نے ایک خاص سائنٹیفک اصول سے سُلا کر ممی بنا دیا تھا اتفاق سے اُس راز کی ایک دستاویز ایک مردہ زبانوں کے ماہر کے ہاتھ لگ جاتی ہے اور وہ شخص اس تین ہزار سالہ دوشیزہ کو دوبارہ زندگی بخشتا ہے۔ اس کے بعد کیا ہوتا ہے۔ یہ "محوِ خواب" ناول پڑھ کر معلوم کیجئے جو انگریزی کے مشہور ناول کا ترجمہ ہے۔ قیمت تین روپے بارہ آنے۔

تلخیاں

مشہور شاعر ساحر لدھیانوی کا مجموعۂ کلام "تلخیاں" جو زندہ، جاندار، متحرک اور پائندہ ادب کا مثالی مجموعہ ہے۔ جو رنگین بھی ہے اور سنگین بھی ہے۔ قیمت تین روپے آٹھ آنے۔

۱۹۴۹ء کا بہترین ادب

یہ صرف ایک برس کا بہترین ادب ہی نہیں۔ تاریخ کا ایک اہم باب بھی ہے جسے ترقی پسند ادب کے بیباک علمبرداروں نے مل کر لکھا ہے۔ اور ہند کے چار نامور ادیبوں غلام ربانی تاباں، گوپال متل، کمال احمد صدیقی، اور پرکاش پنڈت نے ملکر مرتب کیا ہے۔ اور اب یہ تاریخی مجموعہ چھپ کر تیار ہو چکا ہے۔ قیمت چار روپے۔

ساتواں شاستر

انہیں دلفریب فاقے کھانے کو..... دلکش جھونپڑیاں رہنے کو..... دلنواز چیتھڑے پہننے کو ملتے تھے۔ اور فکر تونسوی نے اُن آزاد غلاموں کی داستانیں لکھیں: "ساتواں شاستر" فکر تونسوی کے طنزیہ مضامین کا مجموعہ، وہ زہر، جو مسکراہٹ، تبسم اور قہقہے کے رُوپ میں سکتا ہے۔

قیمت صرف دو روپے

اسٹینڈرڈ انگلش اُردو ڈکشنری

مولفہ بابائے اُردو ڈاکٹر عبدالحق جو کالج اور مدارس کے طالب علموں، عام پڑھنے لکھنے والوں نیز مترجموں کے لئے انتہائی کارآمد لغت ہے اب تک کوئی انگریزی اُردو لغت اس جامعیت اور صحت کے ساتھ ہماری کسی زبان میں نہیں لکھی گئی۔ ہندوستان بھر میں صرف ہم مہیا کر سکتے ہیں۔ بڑی کی قیمت تیس روپے۔ چھوٹی کی قیمت بیس روپے۔

ہندوستان پر اسلامی حکومت

ہندوستان پر مسلمانوں کے گیارہ سو سالہ دورِ حکومت کی تاریخ اس میں ڈھائی سو سے زیادہ شاہانِ اسلام کی زندگیوں کا مرقع ہے۔ یہ تاریخی تعصب سے بالکل پاک ہے مستند تاریخوں سے اس کو مرتب کیا گیا ہے۔ غلط تاریخوں سے بعض مسلمان بادشاہوں کو جو بدنام کیا گیا ہے اس کا دندان شکن جواب ہے۔ خوبصورت ڈسٹ کور۔ قیمت سوا چھ روپے۔

سیّدہ کا لال

کربلا کے میدانِ ستم میں خاندانِ رسالت کی بربادی، اور سرزمین نینوا کے جھلستے ہوئے ریگستان میں فاطمی شہیدوں کے بے گور و کفن لاشوں کے تڑپنے کا خونچکاں مرقع مظلوم کربلا میں کھینچا گیا ہے جس کا ایک ایک حرف محبانِ اہلِ بیت کے دامن کو اشکِ خونیں سے سُرخ کر دیتا ہے یہ کتاب شیعوں کے لئے بھی قابلِ دید ہے اور اہلِ سنت کے لئے بھی۔ اچھی لکھائی چھپائی۔ سفید چکنا کاغذ۔ ۲۷۵ صفحے۔ قیمت پانچ روپے۔

اصلی میلادِ اکبر

محفلِ میلاد، در محفلِ میلاد النبی کی مجلس میں پڑھنے کے لئے اکبر وارثی میرٹھی کا اصلی میلادِ اکبر ہے۔ ہر مضمون کے ساتھ نظمیں اور غزلیں بھی ہیں۔ قیمت ایک روپیہ۔

ملنے کا پتہ:۔ دفتر خاتون مشرق۔ اُردو بازار دہلی

پیارے بچوں کیلئے پیاری کتابیں

طلسمی لڑکا	۴ر	تازہ شکار	۲ر	بطخ شہزادی	۴ر	صبر بادشاہزادہ	۴ر
نقلی آدمی	۴ر	پرستان	۲ر	دلچسپ پہیلیاں	۴ر	شہزادہ نے نواز	۴ر
دو احمق	۴ر	شیر ماموں	۲ر	ٹڈے شاہ	۳ر	ٹھوری تارا ماتھے چاند	۴ر
جانثار گھوڑا	۴ر	گمی شکر	۸ر	آب حیات	۲ر	دریا کی شہزادی	۴ر
ننھے ہوا باز	۴ر	نئی کہانیاں	۸ر	دو پیسے	۵ر	لعل شہزادی	۴ر
خوفناک کشتی	۵ر	خونخوار دوست	۴ر	جادو کا جھونا	۶ر	شہزادہ گوہر	۵ر
نرالا انتقام	۴ر	۱۰۱ کارٹون	۸ر	آگ بیگم	۲ر	کالا دیو	۵ر
پری کی چھڑی	۴ر	تحفے	۸ر	بچوں کا تحفہ پہلا حصہ	۱۰ر	لال دیو	۵ر
تارا کا ڈنڈا	۳ر	روڈس کا اژدہا	۴ر	" " " دوسرا حصہ	۱۲ر	چتلا دیو	۵ر
بونے کا بٹوہ	۳ر	پاپ کی ناؤ	۵ر	اسلامی نظمیں	۱۰ر	ژالہ پری	۵ر
انار راجہ	۳ر	مزدور کا بیٹا	۷ر	چار بہنیں	۵ر	سبز پری	۵ر
پرستان کی سیر	۳ر	انوکھی چھتری	۶ر	بادشاہ کا انعام	۴ر	لالہ پری	۵ر
لاڈلا شہزادہ	۵ر	شہزادی حور بانو	۳ر	چور شہزادی	۴ر	گرم حلوہ	۵ر
تین شرطیں	۳ر	تاج میاں	۳ر	گھسیٹا کی بھتنا شاہی	۸ر	یاقوت کی ملکہ	۴ر
جادو کا شیشہ	۳ر	مزیدار پہیلیاں	۴ر	شریر لڑکا	۶ر	بہادر شہزادہ	۷ر
خالا بی	۶ر	ساجدہ	۳ر	جادو کی بنسری	۵ر	انقلابی مولوی	۵ر
فردوسی حور	۷ر	مرد زیادہ مکار ہوتے ہیں یا عورتیں	۶ر	ایک تھے انجمی ایک ننھے حکیم جی	۱۰ر	تارا کا ڈنڈا	۳ر

اسلامی سانچے میں ڈھالنے والی کتابیں!

اسلامی عقائد:- قرآن حدیث کی روشنی میں مسلمانوں کے عقائد کی تشریح عجر

اسلامی وظائف:- کتاب سنت سے ساڑھے چھ سو دعاؤں کا مجموعہ للعہ

بلاغ المبین:- اوہام پرستی کی تردید حضرت شاہ ولی اللہ کی تصنیف۔ ۱عہ

اسلامی صورت:- داڑھی بڑھانے کے ثبوت میں لاجواب ہے۔ ۱عہ

اسلامی توحید:- حضرت امام حسین کی سیرت اور غلط عقائد کی تردید۔ عہ

کتاب الجمعہ:- دیہات میں جمعہ کے جواز و عدم جواز پر مدلل بحث۔ عہ

اسلامی پردہ:- پردہ کا مفصل و مدلل بیان۔ ۱عہ

اسلامی تعلیم کا اردو قاعدہ:- بچوں کے لئے بہت مفید ہے۔ ۵ر

اسلامی تعلیم:- اسلام کے فروری مسائل عقائد اور اخلاق و تہذیب کو سوال و جواب کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔ حصہ اول عہ، دوم عہ، سوم ۱عہ، چہارم ۱عہ۔

ملنے کا پتہ:- دفتر خاتون مشرق۔ دہلی

بہن کیلئے بہن کا ایثار

نسیم ریاض نسیم۔ پرتاب گڈھ

جاڑوں کی تاریک رات تھی۔ ہر طرف ابر چھایا ہوا تھا۔ شہلا نے دریچے سے آواز دی ا۔

"خالہ جان! خالہ جان!"

لیکن کوئی جواب نہ پاکر شہلا نے پھر پکارا۔

"خالہ جان! خالہ جان!"

جواب میں کوئی شخص رضائی میں لپٹا ہوا دریچے کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔

"وہ تو ہیں نہیں۔ محلہ میں کسی کے ہاں گئی ہیں" ارشد نے جواب دیا۔

شہلا نے کہا "جب آئیں تو کہہ دیجئے گا امی نے بلایا ہے"

ارشد۔ "بہت اچھا حضور! لیکن آپ نے تو ہمارے بستر کے کانٹے ہی کانٹے بچھا دیئے ہیں۔ ہماری نہ رات کی نیند رہی نہ دن کا چین۔ کبھی پھولوں سے بھی ہمکنار ہونے دوگی؟"

شہلا (چونک کر) "کیا مقصد آپ کا؟ یہ آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں؟ کس نے اور کیسے کانٹے بچھا دیئے۔ میں تو نہیں سمجھی"

ارشد۔ "تم نے اور کس نے؟" (ذرا سنبھل کر) "لیکن آپ ہیں کون صاحبہ؟" "مجھے تو آپ دونوں کی آواز میں ذرا بھی امتیاز نہیں ہوتا"

شہلا۔ "میں شہلا ہوں"

ارشد۔ "مجھے دھوکا ہوا۔ معاف کیجئے گا۔ اماں آئیں گی تو کہہ دوں گا" اور ایک دم چلا گیا۔ شہلا بھی آکر لیٹ گئی۔ اس کا دل زور سے دھڑک رہا تھا۔ وہ سوچنے لگی۔ آج نہ جانے ارشد بھائی کیا جاگ رہا کیسی باتیں کر رہے تھے۔ اور ارشد کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجنے لگے "تم نے تو میرے لئے کانٹے ہی کانٹے بچھا دیئے ہیں نہ رات کی نیند رہی نہ دن کا چین" [illegible] بجی کے سوا کون ہو سکتا ہے اسی لئے وہ میرا نام سنکر فوراً چلے گئے۔ اسی اضطراب کے عالم میں شہلا سو گئی۔

صبح اٹھی تو پھر وہی الفاظ دماغ میں چکر لگانے لگے۔ آج بہن کی ایک ایک حرکت میں اس کو تبدیلی محسوس ہو رہی تھی۔ جو اس کو پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ خانہ کہ رات کی تاریکی میں اکثر عقیلہ اور ارشد کو اس نے دریچے سے منہ لگائے آہستہ آہستہ باتیں کرتے دیکھا تھا۔ اس [illegible] کے کچھ دن بعد کا ذکر ہے۔ شہلا نے عقیلہ سے خالہ کے یہاں چلنے کو کہا لیکن اس نے طبیعت کی ناسازگی کا عذر کرتے ہوئے انکار کر دیا۔ اور شہلا تنہا چلی گئی۔ شہلا کو وہاں گئے ہوئے مشکل سے ایک گھنٹہ ہوا ہوگا کہ ارشد نے کہا۔

"شہلا! تم ذرا اماں کے پاس بیٹھی رہنا۔ مجھے ایک لڑکے کے پاس کام سے جانا ہے"

شہلا۔ "لیکن ذرا جلدی آیئے گا۔ کبھی اماں میری اور آپ کی کھوپڑی پر ٹوٹ پڑیں۔ کیونکہ رات کافی ہو چکی ہے"

"نہیں! نہیں! [illegible] ہی گھنٹے [illegible] سلامت رہیں گے۔ میں آدھ گھنٹہ میں آیا"

کہہ کر تیزی سے چلا گیا۔ شہلا پھر باتوں میں مشغول ہو گئی۔

www.taemeernews.com

لیکن جب گھڑی نے گیارہ بجائے تو شہلا چونکی اور اسے وہاں کی ناپسندگی کا خیال ہوا۔ جب بچہ خالہ سے کہا:۔

"خالہ جان! ۱۱ بج چکے ہیں۔ ارشد بھائی اب تک نہیں آئے۔ مجھے اجازت دیجئے۔۔ امّی ناراض ہوں گی۔ انہوں نے جلدی آنے کی تاکید کی تھی۔ اور پھر ارشد بھائی بھی آتے ہوں گے۔"

خالہ۔" ارشد آجائے تو تم کو پہنچا دیگا۔ میں کہلا دونگی انہیں کہ تم آ رہی تھیں۔ لیکن میں نے روک لیا۔ اچھا تو میں اوپر جا کر دریچہ سے اُن سے کہہ آتی ہوں۔"

"نہیں خالہ! آپ سردی میں کہاں اوپر جائیں گی آپ ایسے ہی دائم المریض ہیں اور پھر دروازہ سے دروازہ ملا ہے میں خود امّی سے کہہ دونگی۔"

شہلا یہ کہہ کر وہاں سے جلدی سے چلی آئی۔

دروازہ میں پہنچتے ہی اس کے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی جب اُس کے پیروں کی آہٹ پا کر ارشد اک دم باہر نکلا۔ دروازہ کے کواڑ بند کر دیئے اور دوسرا ایک سایہ لپک کر اُس کے اپنے دروازہ میں گھس گیا۔ شہلا کو فوراً عقیلہ کا شک ہوا اور وہ بھی بیک وقت بھاگی۔ اُس نے دیکھا کہ واقعی عقیلہ بھاگی ہوئی جا رہی ہے۔ اس وقت اس کے دل کی کچھ ایسی کیفیت تھی کہ اُس نے زور سے چلّانا شروع کر دیا:۔

"بجّی! بجّی!!" لیکن بجّی نے کچھ جواب نہ دیا اور تیزی سے قدم بڑھاتی ہوئی پاخانہ میں گھس گئی۔

"کیا ہے شہلا؟" شہلا کی امّاں جان نے آواز دیکر پوچھا۔

شہلا یک لحت کمرے میں گھس گئی۔

"بجّی کہاں ہیں امّی؟" کانپتی ہوئی آواز سے پوچھا۔

"پاخانہ میں ہے شاید" انہوں نے جواب دیا۔ "آخر تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟"

شہلا (آہستہ سے) " امّاں جان! ارشد بھائی اور بجّی دروازہ میں تھے۔ میری آہٹ پا کر ارشد بھائی تو باہر نکل گئے اور بجّی پاخانہ میں گھس گئیں۔ مجھ سے ارشد بھائی نے کہا تھوڑی دیر تم اور بیٹھی رہنا میں ذرا ایک دوست کے پاس جا رہا ہوں۔ مجھے اسی لئے وہاں سے [illegible] ہو چکی۔ خالہ جان تو اب بھی نہیں آنے دے رہی تھیں۔"

شہلا اسی قدر کہنے پائی تھی کہ عقیلہ آ گئی اور کہا:۔

"کیا ہے شہلا؟"

شہلا۔" کیا آپ ہی تھیں صحن میں؟ میں تو ڈر گئی۔"

(بات بناتے ہوئے)

عقیلہ (بھرّائی آواز سے) "میں تو پاخانہ میں تھی۔ تمہیں وہم ہوا ہوگا۔" اور لحاف میں گھس گئی۔

شہلا نے دیکھا کہ عقیلہ بجائے اپنے خالد کے سلیپر پہنے ہوئے ہے کیونکہ باٹا سلیپرس کی آواز نہیں ہوتی۔ شہلا نے اپنی ماں سے جو کچھ کہا تھا۔ اب وہ پچھتا رہی تھی۔ آخر اس نے بہن کی بات کیوں کہہ دی۔

عقیلہ اور ارشد کی محبت روز بروز ترقی کرتی جا رہی تھی۔ اختر جہاں (شہلا کی والدہ) سب کچھ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں مگر زبان سے اُف نہ کر سکتی تھیں۔ بہن سے کہتیں تو وہ کب یقین کر لیتیں کہ ان کا بیٹا ایسا ہے پھر اولاد سے زیادہ بہن نہیں ہو سکتی تھی۔ اکبر جہاں (راشد کی ماں) میں برداشت کا مادّہ تو تھا ہی نہیں۔ غصّہ بے حد تھا۔ کسی کے منہ سے کوئی بات ان کے خلاف نکلی اور انہوں نے اسکو سُنانا شروع کیں۔ اس لئے انہوں نے سوچا کہ اب وطن میں رہنے کا ٹھکانا نہیں ہے۔ لہٰذا اب مرادآباد چلنا چاہیئے۔ جس قدر زیادہ قیام رہے گا۔ بات بڑھے گی۔ بہانہ بھی وہاں سے جانے کا ان کے پاس تھا۔ کیونکہ شہلا اس سال مرادآباد سے پرائیوٹ انٹر کا امتحان دینے والی تھی۔ کچھ دن بعد انہیں جانا تو تھا ہی لیکن اس بات سے انہوں نے اپنا زیادہ قیام ملتوی کر دیا۔ اور مرادآباد جانے کی تیاری شروع کر دی۔ اور یہ بہانہ کیا کہ یہاں شہلا کی پڑھائی ٹھیک نہیں ہو رہی ہے۔ مرادآباد جا کر ماسٹر سے پڑھواؤں گی۔ یہاں تو اب کر نہیں سکتی سب بُرا سمجھتے ہیں۔ نہ کچھ تھوڑی سی مدد اپنے والد سے بھی ملے گی۔ سب نے بہت کہا کہ یہاں آپ جو چاہیں کریں کوئی کچھ نہیں کہیگا۔ لیکن انہوں نے ایک نہ مانی اور وہاں سے چلی گئیں۔

www.taemeernews.com

روانگی کے وقت عقیلہ اور ارشد کی عجیب حالت تھی۔ دیکھنے والے سمجھ رہے تھے کہ خالہ زاد بہن بھائی ہیں۔ محبت بہت ہے اس لئے رو رہے ہیں۔ لیکن حقیقت سے صرف چار ہی آدمی واقف تھے۔ ارشد اور عقیلہ ابھی تک بے خبر تھے کہ ان کا راز دو ہستیوں پر افشا ہو چکا ہے۔

جس وقت سب لوگ مراد آباد پہنچے تو شہلا کے والد ان کی یک لخت آمد سے پریشان ہو گئے اور کہا۔

"آپ کا بغیر اطلاع کیسے آنا ہوا؟"

اختر جہاں: "کچھ نہیں شہلا کی طبیعت بہت گھبرا رہی تھی۔ دوسرے اس کی پڑھائی کا انتظام وہاں ٹھیک نہ ہوا۔ میں نے بہت کہا کہ کم از کم اپنے ابا کو اطلاع تو دے دو لیکن شہلا نہ مانی اور کہا کسی دوسری جگہ تو جانا ہے نہیں اپنے گھر جا رہے ہیں۔ خالد ساتھ ہیں ہی۔ کسی کو اسٹیشن آنے کی بھی ضرورت نہ ہو گی۔ بنگلہ قریب ہے۔ چلے جائیں گے۔ ابا کچھ نہیں کہیں گے۔ میری پڑھائی یہاں ٹھیک نہیں ہو رہی ہے۔ میں پھر کیسے امتحان دوں گی۔"

ضیاء (شہلا کے والد) "بہت اچھا ہوا تم سب آ گئے۔ کل سے ایک گریجویٹ ماسٹر کا انتظام کر دوں گا۔ رات کو مجھ سے پڑھ لیا کرنا۔ تم نے مجھے لکھا کیوں نہیں؟ تاکہ تم لوگ پہلے ہی آ جاتے۔"

شہلا: "ابا جان! میں برابر محنت کرتی رہی۔ مدد دینے والا کوئی وہاں تھا نہیں۔ دوسرے وطن میں ماسٹر سے لڑکیوں کا پڑھنا ہمارے خاندان والے بہت معیوب سمجھتے ہیں۔ چھٹیوں کے بعد داخلہ لینے کا وہاں ارادہ تھا تو امی نے کہا کہ مراد آباد ہی جا کر لینا۔ پھر امی کی طبیعت خراب ہو گئی۔ یہاں آنا ملتوی کر دیا گیا۔ ادھر داخلہ کا وقت نکل گیا۔ میں نے سوچا کہ پرائیویٹ امتحان میں بیٹھ جاؤں گی۔ لیکن وہاں اس کا بندوبست نہ ہو سکا۔ مجھے اپنے وقت کے ضائع ہونے کا بے حد قلق تھا۔ لہٰذا میں نے یک لخت یہاں آنے کا ارادہ کر لیا اور امی سے مصر ہو کر فوراً یہاں آ گئی۔"

ضیاء: "مجھے بہت خوشی ہوئی کہ تم کو اپنی تعلیم کا بہت خیال ہے۔ خدا تم کو کامیابی دے۔ بہرحال فارم تمہارا نومبر میں جا چکا ہے۔ امتحان میں بیٹھنا لازمی ہے۔"

اتنا کہہ کر باہر چلے گئے۔

مراد آباد پہنچ کر عقیلہ پر جو کچھ بیتی اُس کو وہ ہی جانتی تھی۔ لیکن زبان سے کیا کہتی۔ اُس کی وہی مثل تھی ؎

"بات کچھ بگڑی ہے ایسی کہ بنائے نہ بنے" (غالبؔ)

بہت کوشش کے بعد عقیلہ نے اپنے کو سنبھالا لیکن اس میں وہ بات ہی نہ تھی جیسے لکھنؤ میں ہر وقت مسرور رہتی تھی۔ اُس کی تمام شرارتیں، شوخیاں اور ہنسی شاید لکھنؤ ہی تک تھیں۔ اب تو کھانے پینے، گھومنے اور کسی کے ہاں جانے تک کو اُس کی طبیعت نہ چاہتی تھی۔ ہر وقت مضمحل رہتی تھی۔ اپنے کمرے میں مسہری پر لیٹی ہوئی کسی کی یاد میں کھوئی ہوئی۔ تخیلات کی دنیا اب اُسے کھوئی رہتی تھی۔ شہلا بھی بہن کی حالت دیکھ کر بہت افسردہ رہتی تھی اکثر کہہ دیا کرتی:۔

"بجی! آخر تم کو کیا ہو گیا۔ دن بدن دُبلی ہوتی جا رہی ہو۔"

عقیلہ (شہلا کو انجان سمجھ کر) "کچھ بھی تو نہیں ہوا۔ دیکھو کس قدر موٹی ہوتی جا رہی ہوں۔ تم کو پڑھنے سے فرصت نہیں ملتی بولوں کس سے؟"

شہلا نے بھی کبھی زور نہ دیا کیونکہ اُس کو بہن کی خلش کا علم تھا۔

شہلا کے امتحان کا زمانہ قریب آ گیا تھا وہ خوب محنت کر رہی تھی۔ رات کو سونا بہت کم کر دیا تھا۔ سب بہت سمجھاتے کہ صحت پر اثر پڑے گا۔ لیکن اس مرتبہ تو اس نے یہ مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ یو۔ پی۔ (ممالک متحدہ آگرہ و اودھ) کے طلبا کو شکست دے گی۔ چنانچہ امتحان شروع ہوئے۔ اُس کے پرچے امید کے خلاف بے حد اچھے ہوئے۔ جس دن نتیجہ نکلا تو ضیاء صاحب کی خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی جب انہوں نے گزٹ میں دیکھا کہ اُن کی شہلا فرسٹ آئی ہے۔

نتیجہ نکلنے سے تیسرے دن کا ذکر ہے کہ سب لوگ

www.taemeernews.com

ابھی ناشتے سے بھی فارغ نہ ہوئے تھے کہ ضیاء صاحب یہ کہتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے:

"اجی مٹھائی کھلاؤ۔"

اختر جہاں: "اے کاہے کی؟ کیا ہوا؟ کچھ بتائیے تو؟"

ضیاء: "پہلے مٹھائی کھلاؤ تب بتائیں گے۔ بہت بڑی خوشی کی بات ہے۔"

اختر جہاں، شہلا، خالد، اور عقیلہ (ذرا آہستہ سے) چلا اٹھے:

"جلدی سے بتائیے۔ آخر کیا بات ہے؟"

ضیاء (اخبار کو بیوی کے سامنے کرتے ہوئے) "اس تصویر کو پہچانتی ہیں آپ؟" (مسکراتے ہوئے)

اختر جہاں (غور سے دیکھتے ہوئے) "اے یہ تو میری شہلا کی ہے۔"

خالد: "بڑے تعجب کی ہے ذرا مجھے تو دکھائیے۔"

اس نے زور سے تصویر کے نیچے تحریر شدہ جملے کو پڑھنا شروع کیا:

"شہلا خاتون عمر ۱۸ سال بنت ضیاء الاسلام صاحب ڈپٹی کلکٹر آف مراد آباد۔ جنہوں نے اس کے امتحان میں ہر مضمون میں امتیازی درجہ (Distinction) میں کامیابی ہوئی ہیں اور پورے یوپی کے اچھے طلباء سے سبقت (فرسٹ آ) لے گئی ہیں۔"

اختر جہاں نے اتنا سنتے ہی اٹھ کر جلدی سے بیٹی کی بلائیں لیں اور جاکر سجدے میں گر گئیں:

"اے خدا میں اس قابل نہ تھی۔ تیری عنایات کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں۔"

اتنے میں ڈاکیہ نے آواز دی۔ خالد بھاگا ہوا گیا اور ایک گلابی رنگ کا لفافہ لاکر باپ کے ہاتھوں میں دیا۔ سب اُن کو دیکھنے لگے۔ انہوں نے خط پڑھ کر بیوی کی طرف بڑھاتے ہوئے خوش ہو کر کہا:

"بیگم! مبارک ہو ارشد بھی ایم اے میں فرسٹ ڈویژن میں پاس ہو گیا ہے۔"

سب بہت خوش ہوئے اور تمام دن اسی میں گزر گیا۔

نتیجے کے کچھ دن بعد کا تذکرہ ہے کہ رات کو سب لوگ اپنے اپنے بستروں میں لیٹ چکے تھے۔ خالد اور عقیلہ سو چکے تھے۔ شہلا ابھی جاگ رہی تھی اُس کا کمرہ بالکل اپنے والد اور والدہ کے کمرے سے ملا تھا۔ اتنے میں ضیاء نے بیوی سے کہا:

"آپ نے کچھ اور بھی سنا۔ آج لکھنؤ سے آپ کی بہن کا خط آیا ہے۔"

بیوی (پریشان ہو کر) "اے کیسا خط ہے؟ اکبر کی طبیعت تو اچھی ہے؟ کچھ بتاؤ تو سہی۔ میرا تو دل باہر نکلا آتا ہے۔"

ضیاء (مسکرا کر) "تم عورتوں کی بھی کیا باتیں ہوتی ہیں ذرا خط کا نام سنا کلیجہ، جگر، دل اور گردے سب باہر نکلنے لگتے ہیں۔ خط خوشی کا ہے۔"

بیوی: "آخر آپ کچھ بتائیں گے بھی یا یونہی پریشان کئے جائیں گے؟"

ضیاء: "آپ کی بہن نے شہلا کے لئے پیغام دیا ہے آپ کی کیا رائے ہے۔ میرے خیال میں تو ہاں کر دینا چاہئے۔ لڑکے کی بابت معلومات کرنا تو ہے نہیں۔ اپنے گھر کا لڑکا ہے اور پھر شہلا سے اختر جہاں بے حد محبت کرتی ہیں۔ شہلا بھی ان سے مانوس ہے۔"

بیوی: "آپ کے مزاج میں اس قدر جلدی کیوں ہے؟ شہلا کہیں جا رہی ہے۔ اور پھر شادی بیاہ کرنا کوئی گڑیا کا کھیل نہیں ہے۔ کسی دوسرے سے مشورہ بھی تو لینا چاہئے۔"

ضیاء: "مشورہ کسی سے بھی لینے کی ضرورت نہیں۔ کیا ارشد کی نیکی میں بھی کسی کو شبہ ہے اس جیسا لڑکا شاید ہمارے خاندان میں کوئی نہ ہوگا۔"

بیوی: "میں کب اس کو برا کہہ رہی ہوں۔ لیکن آپ کے مزاج میں اس قدر ہر کام کی جلدی کیوں ہے؟ میں ذرا سوچ کے جواب دوں گی۔"

شوہر نے "بہت اچھا! سوچ لو"

کہہ کر ناول پڑھنے میں مصروف ہو گئے۔ لیکن اختر جہاں کو ایک عجیب کش مکش میں مبتلا کر دیا۔ وہ کسی گہرے سوچ میں غرق تھیں۔ ان کو ارشد اور عقیلہ کے تمام حالات معلوم تھے۔ لیکن زبان سے ایک لفظ بھی نہ کہہ سکتی تھیں۔ شوہر سے کہنے میں بھانجے کی بے عزتی کا خیال تھا اور شہلا کی شادی نہ کرنے سے بہن کے دل بُرا ہونے کی وجہ تھی۔ وہ بہن سے بے حد محبت کرتی تھیں۔ ان کا دل توڑ نہیں سکتی تھیں۔ ہاں اگر کرتی تھیں تو شہلا اور عقیلہ دونوں کی زندگیاں برباد ہوتی تھیں۔ وہ سوچ رہی تھیں کاش! اگر اکبر جہاں عقیلہ سے پیغام دیتی تو میں اس اُلجھن میں گرفتار نہ ہوتی۔ اے خدا! میری سُن لے اور مجھے اس مصیبت سے نجات دلا دے۔ اس رات کو انہوں نے بہت کوشش کی کہ کسی طرح نیند آ جائے۔ لیکن شاید نیند اُن سے کوسوں دور بھاگی جا رہی تھی۔ اسی اُلجھن میں صبح کی اذان ہو گئی۔

دوسرے کمرے میں شہلا بھی تمام رات بے چینی سے کروٹیں بدلتی رہی تھی۔ والدین کی گفتگو سُن کر اس کا دم گھٹنے لگا۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی بہن کی زندگی اس کی وجہ سے خراب ہو جائے۔ مگر بے زبان شہلا کر بھی کیا سکتی تھی۔ رسم و رواج کی آہنی زنجیروں میں جکڑے ہوئے انسانوں کے سامنے اپنے پاکیزہ خیالات کا اظہار کرنا محض بے حیائی ہی نہیں بلکہ چلّو بھر پانی میں ڈوب مرنے کی جگہ ہے۔ حالانکہ اسلام نے ہر بات کی آزادی دی ہے۔ بے بس شہلا کیسے والد سے کہتی جب کہ ماں نے سب کچھ معلوم ہونے پر بھی کچھ نہ کہا۔

اختر جہاں جب کچھ فیصلہ نہ کر سکیں تو انہوں نے شوہر سے کہہ دیا کہ:-

"آپ کی مرضی ہے۔ آپ سرپرست ہیں جو چاہیں کریں۔ خدا اس شادی کو مبارک کرے۔ آمین"

شوہر تو بیوی کے فیصلہ کے منتظر تھے۔ انہوں نے اسی دن لکھنؤ خط لکھ دیا کہ:-

"شہلا اور ارشد دونوں تمہارے ہیں۔ مجھے کیا انکار ہو سکتا ہے۔ نیک ساعت دیکھ کر تاریخ مقرر کر لیجئے"

جب شہلا کو باپ کے فیصلہ کی خبر ہوئی تو اسکی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا۔ اور زار و قطار رونے لگی اور خدا سے دعا کی کہ:-

"اے ربّ العزت تو میری ہستی کو کسی کی بربادی کا داغ نہ لگانا۔ بہن کی دُنیا میری وجہ سے بگڑ رہی ہے۔ تو مجھے اتنا استقلال دے کہ میں مستقبل کے تمام آلام کو ثابت قدمی سے انجام دے سکوں"

عقیلہ جو ابھی تک بالکل بے خبر تھی آج اُس کو بھی اپنی دُنیا لُٹنے کا علم ہوا۔ لیکن غریب نے خندہ پیشانی سے سہا مگر دل پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اور اس کی صحت پر بڑا اثر پڑا۔ وہ بظاہر ہنسنے کی کوشش کرتی تھی مگر ؎

اب تو دل روتا ہے کیا روتی ہے ہونٹوں پہ ہنسی
(نرگس)

ادھر ارشد بھی اس شادی پر آنسو بہا رہا تھا۔ والدین کا اکلوتا بیٹا تھا۔ وہ بھی والدین کو رنج پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کی تمام خوشیاں اسی سے وابستہ تھیں۔ ارشد نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ وہ شادی کرے گا تو عقیلہ سے ہی۔ اس کو ہو جانے دو۔ میں اس کو بہن ہی سمجھوں گا اور اس سے اپنی عقیلہ کی بھیک مانگوں گا۔

غریب شہلا اس شادی کے ہیبت ناک انجام سے بالکل بے خبر تھی لیکن اُس کی خواہش یہی تھی کہ یہ شادی اُس سے نہ کی جائے مگر وہ مجبور تھی کس سے کہتی۔

غرضیکہ شہلا کی شادی کی تاریخ ۱۲ اکتوبر مقرر ہوئی اور بی شہلا دلہن بن کر سسرال پہنچیں۔ رونمائی ہونے کے بعد دلہن کو سجا یا گیا اور ایک کمرے میں بٹھا دیا گیا۔ تقریباً رات کے دس بجے ارشد کو بھی بھیجا گیا۔ کیا ارشد پیکر حسن شہلا کو دیکھ کر مسرور ہوا؟ نہیں! بلکہ غصہ میں کرسی پر بیٹھ گیا۔ اسکی آنکھیں غصہ سے سُرخ ہو رہی تھیں حالانکہ اس کا غصہ بے جا تھا۔ شہلا کا کیا قصور تھا۔ یہ والدین سے انکار کر دیتے۔ دو گھنٹے اسی طرح

ہو گئے۔ آخر شہلا سے نہ رہا گیا وہ اُٹھ کر ارشد کے پاس آئی اور کہا۔

"کیا آپ اس شادی سے ناخوش ہیں جو ایسے بیٹھے ہیں؟"

ارشد:" میری مرضی کب تھی مگر مجبور تھا کیا کرتا "۔

"لیکن اب نکاح ہو چکا ہے۔ کیسے آپ کی خواہش پوری ہو سکتی ہے آپ نے انکار کر دیا ہوتا!" شہلا نے کہا۔

ارشد:" میرا نکاح نہیں ہوا تم سے۔ یہ سب زبردستی کی شادی تھی میری مرضی نہ تھی میں تو تم کو بہن سمجھتا ہوں"۔

شہلا:" مجھے خوشی ہے کہ آپ نے اپنی زندگی کو جہنم نہیں بنایا۔ لیکن آپ چاہتے کس سے ہیں؟"

ارشد:" تمہاری بہن عقیلہ سے"

شہلا:" بجی سے؟" (بے ساختہ اسکی زبان سے نکلا)

ارشد:" ہاں!"

شہلا:" لیکن اب... کیسے... ہو... سکتا... ہے؟"

ارشد:" تم اگر کچھ قربان کرو؟"

شہلا:" کیا؟"

ارشد:" اپنا سہاگ۔ اپنی خوشی"

شہلا (جوش میں)" اگر میری قربانی سے کسی کی زندگی بن سکتی ہے تو میں تیار ہوں اور آپ کی دُنیا اپنے کو مٹا کر بناؤں گی لیکن ایک دن اس معاملہ کو ایسے ہی رہنے دیجئے۔ میرے مراد آباد پہنچنے کا انتظار کیجئے!"

اگلے دن شہلا مراد آباد پہنچی۔ ماں نے چہرے کا رنگ دیکھ کر سب کچھ تاڑ لیا۔ اور شہلا کی بربادی کے نقوش آنکھوں میں پھر گئے شہلا نے ماں سے کہا۔

"امی! آپ مجھے کوئی سوتی جوڑا لا دیجئے۔ میری طبیعت گھبرا رہی ہے!"

اختر جہاں:" ریشم میں آ کر بہت دل گھبرانے لگا ہے۔ اب بھی سوتی پہنو گی تو ریشمی کب پہنو گی؟"

شہلا:" امی آپ لا دیجئے۔ مجھے ابا جان کے سامنے جاتے ہوئے شرم آتی ہے"

تب مجبوراً اختر جہاں کپڑے لائیں۔ شہلا نے نہا کر کپڑے تبدیل کئے تھے کہ ملازم نے آ کر کہا:۔

"شہلا بی بی: سرکار آپ کو بلا رہے ہیں"

شہلا فوراً باپ کے کمرے میں گئی۔ سلام کیا۔

ضیاء۔ (شہلا کو سوتی کپڑوں میں دیکھ کر)" ارے شہلا! یہ تم کس حالت میں میرے پاس آئی ہو؟ (خود ہی) شاید میری بیٹی کو شرم آئی سُرخ کپڑوں میں آتے ہوئے۔ آؤ بیٹھو بیٹا!"

شہلا کچھ دیر خاموش رہ کر اس طرح مخاطب ہوئی:۔

"ابا جان! آپ نے ہمیشہ میری ہر خواہش کو پورا کیا۔ کیا آپ میری ایک 'آخری' (زور دیتے ہوئے) خواہش کو بھی پورا کرنے کی تکلیف فرمائیں گے؟"

ضیاء۔ بیٹا! یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟ تمہاری اور آخری خواہش؟ خدا مجھے اور تمہیں دونوں کو زندہ سلامت رکھے۔ تم مجھ سے خواہشمند ہو اور میں اس کی تکمیل کروں۔ شہلا! تم عقلمند ہو کر ایسی باتیں کرتی ہو"

شہلا۔" ابا جان! جو کچھ میں آپ سے کہنے والی ہوں اس لحاظ سے میرے الفاظ درست ہیں۔ کیا میں اُس کو ظاہر کرنے کی جُرأت کر سکتی ہوں؟ تاہم آپ کو میری خواہش اور خوشی کی خاطر اُس کو پورا کرنا ہوگا۔ چاہے خوشی سے چاہے ناراضگی سے!"

ضیاء (گھبرا کر) بیٹا! کچھ کہو تو سہی"

شہلا:" آپ بجی... کا... نکاح... ارشد بھائی سے کر دیجئے۔ کیونکہ مجھ سے اُن کی مرضی نہ تھی۔ وہ مجھ کو اپنی بہن سمجھتے ہیں"

ضیاء (غصہ میں کھڑے ہو کر) نہیں ہرگز نہیں ہوگا جس نے ایک کو شکوہ نہ دیا اُس سے دوسری کو ملنے کی کیا توقع کی جا سکتی ہے؟"

شہلا:" لیکن ابا جان! آپ کو اب ضرور کرنا ہوگا؟ مجھے مجبوراً کہنا پڑ رہا ہے کہ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو بجی کی زندگی ناممکن ہے"

ضیاء:" کچھ بھی ہو۔ میں ہرگز ایسا نہ کروں گا"

شہلا نے پاؤں میں سر رکھ کر باپ سے گڑگڑا کر کہا۔

" ابا جان! خدا کے لئے میری لاج رکھئے۔ میں ارشد بھائی سے وعدہ کر چکی ہوں۔ میری زندگی تو شد مر جائے گی۔ کیا آپ بجی

کی زندگی بھی برباد کریں گے؟"

ضیاء:۔ "لیکن بیٹا! بدنامی جو ہوگی؟"

شہلا:۔ "میں اس بدنامی کو اپنے سر لوں گی۔ ہر ایک سے کہوں گی کہ مجھے پسند نہیں آیا دولہا۔ اس لئے ابا جان نے بجیّ کی شادی کر دی۔"

ضیاء:۔ "تم کہہ رہی ہو۔ لیکن تمہاری بدنامی بھی تو میری بدنامی ہے؟"

شہلا:۔ "ابا جان! بدنام آدمی ہی ہوتا ہے۔ حیوان نہیں ہوتے۔ اگر میری بدنامی سے دو زندگیاں بن سکتی ہیں تو پھر کیا حرج ہے۔ خدا کے یہاں تو وہ نیک نامی کے ساتھ پکاری جائیگی۔ دُنیا چند روزہ ہے۔ مجھے خدا کی خوشنودی سے واسطہ ہے۔"

"بیٹا! میں صرف تیری خوشی کی وجہ سے ایسا کرنے پر آمادہ ہو رہا ہوں۔ ورنہ اس احمق کو تڑپاتا۔" باپ نے کہا۔

شہلا فرطِ مسرت سے باپ کو لپٹ گئی اور کہا۔

"ابا جان! آپ کتنے اچھے ہیں۔ خدا آپ کو ہمیشہ خوش رکھے۔"

ضیاء الاسلام اُٹھ کر بیوی کے پاس آئے اور تمام ماجرا بیان کیا۔ اختر جہاں تو ششدر سر پکڑ کر بیٹھ گئیں اور شہلا کے خیال اور محبت کی دل ہی دل میں داد دینے لگیں۔ ان کو اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا کہ انہوں نے رشتہ کے وقت کیوں نہ شہلا سے کہہ دیا۔ نتیجہ وہی ہوا۔ اب زیادہ بدنامی ہوگی۔ پہلے صرف دو گھروں میں ہی یہ بات معلوم ہوتی پھیلتی نہ۔ اب شہلا کی زندگی خراب ہوگی۔ وہ استقلال سے اس وقت کام لے رہی ہے پھر بھی احساس تو اپنی زندگی برباد ہونے کا اس کو بھی ہوگا۔ لیکن

"پھر پچھتائے کیا ہوت ہے جب چڑیاں چُگ گئیں کھیت"

تا آں آخر شام کو نکاح عقیلہ سے ہوا اور اگلے دن صبح کو وہ نئی دلہن کو لے کر لکھنؤ روانہ ہوگئے۔ وہاں پہ سب لوگ شہلا کے بجائے عقیلہ کو دُلہن بنا دیکھ کر بہت تعجب میں ہوئے۔ ارشد نے تمام قصہ بتایا۔ سب کو بے حد حیرت ہوئی۔ لیکن سوائے اکبر جہاں کے اور سب سے شہلا کا بنا ہوا بہانہ کیا گیا۔

شہلا نے بہن کے سب کاموں کو خوشی خوشی انجام دے کر رخصت کیا۔ لیکن اس کے بعد وہ اپنے دل پر قابو نہ پا سکی اور آ کر لیٹ گئی۔ تھوڑی دیر میں اُس کو ایسا محسوس ہوا جیسے اُس کے جسم میں سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں اُس نے اُٹھنے کی کوشش کی لیکن اُس کی طاقت جواب دے چکی تھی۔

تقریباً ایک ڈیڑھ گھنٹے کے بعد ضیاء الاسلام اُس کے کمرے کی طرف سے گزرے۔ انہوں نے دیکھا کہ شہلا بہت بے چینی سے کروٹیں بدل رہی تھی۔ اُس کا چہرہ سُرخ ہو رہا تھا۔ وہ فوراً اندر چلے گئے اور اس کی پیشانی کے بالوں کو ٹھیک کرنے لگے۔ جیسے ہی انہوں نے پیشانی پر ہاتھ رکھا تو ایسا محسوس ہوا جیسے جلتے توے پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔ وہ بہت متفکر ہوئے اور بیوی کو آواز دی۔

"ذرا تھرمامیٹر لے کر جلدی سے آؤ۔"

شہلا۔ "ابا جان! آپ تھرمامیٹر کس لئے منگا رہے ہیں۔ مجھے بخار نہیں ہے۔"

ضیاء:۔ "نہیں بیٹا! ایسے ہی دیکھ رہا ہوں۔" اتنے میں اختر جہاں تھرمامیٹر لے کر آ گئیں اور شہلا کو دیکھ کر پریشان ہو گئیں۔ لیکن شہلا کے والد نے اشارے سے منع کر دیا کہ اس کے سامنے پریشانی کا اظہار نہ کرو۔ حرارت ۱۰۶ ڈگری تھی۔"

"کتنی حرارت ہے ابا جان!؟" شہلا نے پوچھا۔

باپ:۔ "۱۰۰ ہے۔ تم کام کرتے کرتے تھک گئیں۔ یہ سب تکان کی وجہ سے ہوا۔"

شہلا:۔ "لیکن ابا جان! آپ تو بہت زیادہ مضمحل ہیں۔ آپ کو آج خوش ہونا چاہئے کہ آپ کی بیٹی نے آج وہ کام کیا ہے جس کی مثال دنیا میں کم ملیگی۔ اس کا وجود کسی کی بربادی کا سبب نہیں ہوا۔ بلکہ اس نے دو دلوں کو ملایا ہے۔ ایسے واقعات ذرا کم ہوتے ہیں۔ اگر کسی کی زندگی کی قربانی سے دو دل خوش ہوسکتے ہیں تو کیا جنت اقلیم میسر ہونے سے کم ہے؟ آپ کیوں رنج

www.taemeernews.com

کرتے ہیں۔ آپ مجھے دیکھئے کہ میں کس قدر خوش ہوں۔ مجھے ذرا بھی افسوس نہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ میری بچی کی دُنیا آباد ہو گئی۔ ورنہ ان کی زندگی خطرے میں ہو جاتی۔ آپ کو فخر ہونا چاہیے کہ آپ کی بیٹی اس دُنیا سے ایک قربانی دے کر جا رہی ہے۔"

اور یہ کہتے کہتے اس کی آواز بھرا گئی۔ باپ نے جلدی سے حرارت دیکھی تو بدن تپ رہا تھا۔ اس نے جلدی سے نوکر کو آواز دی کہا۔

"ڈاکٹر کو جلدی لے کر آؤ!"

ستہلا "ڈاکٹر کے جھگڑے میں نہ پڑیئے۔ اب مجھ میں کچھ نہیں ہے۔ خدا کے لئے میری خطاؤں کو آپ دونوں معاف کر دیجئے۔ اور دُعا کیجئے کہ قبر میں آرام کی نیند سو سکوں۔"

والدین پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے اور کہا:-

"خدا کے لئے ستہلا ایسا نہ کہو"

لیکن ستہلا کو جواب میں صرف ایک ہچکی آئی اور یک وقت اُس کی روح جسم سے پرواز کر گئی۔ اور اس کی گردن تکیہ سے نیچے ڈھلک گئی۔

کاش! اگر اختر جہاں شروع ہی میں اپنے شوہر کو اور بہن کو اس سے آگاہ کر دیتیں تو غریب ستہلا اس طرح موت کے آغوش میں وقت سے پہلے نہ سو جاتی ✦

شاہنامہ اسلام

از ابوالاثر حفیظ جالندھری

اُردو زبان میں سچے رزمیہ کارناموں کی اوّلین مثنوی جس میں پیغمبر اسلام اور آپ کے صحابہ کرام کے اخلاق حسنہ اور مجاہدین و شہدائے اسلام کے سرفروشانہ کارنامے۔ عام فہم اور ولولہ انگیز زبان میں نظم کئے گئے ہیں۔ چار جلد فی جلد پانچ روپے۔ کامل بیس روپے (عہ)

ملنے کا پتہ: دفتر "خاتون مشرق" اُردو بازار۔ دہلی نمبر۶

ہدایت نامہ مسلمان خاوند

(شادی شدہ مسلمان مردوں کیلئے لاجواب کتاب)

عقل۔ تہذیب۔ اخلاق۔ اطاعت۔ جاں نثاری سکھانے والی وہ کتاب جس کو پڑھکر ہر مسلمان خاوند اپنی بیوی بچّوں کا بے دام غلام بن کر اللہ اور اُس کے رسولؐ کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔ زن و شوہر کے تعلقات اور ازدواجی زندگی پر دورِ حاضرہ کی بے مثل کتاب۔ ۳۲۸ صفحے۔ سفید کاغذ۔ لکھائی چھپائی اچھی۔ مجلد خوشنما۔ رنگین سرورق۔ قیمت ساڑھے تین روپے

ملنے کا پتہ

دفتر "خاتون مشرق" اُردو بازار دہلی نمبر۶

ہدایت نامہ مسلمان بیوی

(شادی شدہ مسلمان خواتین کیلئے ایک ضروری نایاب کتاب)

محبت۔ اطاعت۔ خاوند کی دلجوئی۔ غمگساری اور ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑنے والی ایسی کتاب جسکو پڑھکر ہر مسلمان بیوی اپنے شوہر کی اطاعت گزار اور بچّوں کی انتہائی جاں نثار بنکر اللہ اور اُس کے رسولؐ کی رضا حاصل کر کے دُنیا میں بھی آرام سے رہ سکتی ہے اور دین بھی خرید سکتی ہے۔ میاں بیوی کے ظاہری و باطنی تعلقات پر موجودہ زمانہ کی بے حد ضروری کتاب ۴۱۶ صفحے کی مجلد خوب صورت کتاب۔ سرورق رنگین خوشنما سفید کاغذ۔ قیمت ساڑھے چار روپے (للعۂ)۔

ملنے کا پتہ

دفتر "خاتون مشرق" اُردو بازار دہلی نمبر۶

ایک سچّی کہانی

سیّدہ بیگم کی آپ بیتی

صفیہ خاتون گجر کے نام

نوشتہ ادیبۂ ہند حق پسند صاف گو سیدہ بیگم قتیل بی۔ اے

سیدہ بیگم کی آپ بیتی کا ایک دردناک حصہ "خاتون مشرق" کے سالگرہ نمبر بابتہ ۱۹۵۰ء میں ۲۹ مارچ ۱۹۵۰ء کو شائع ہو چکا ہے۔ جو بہنیں سالگرہ نمبر بابتہ ۱۹۵۰ء خریدنا اور اس آپ بیتی کو پڑھنا چاہیں وہ سالگرہ نمبر دفتر خاتون مشرق سے ایک روپیہ میں خرید سکتی ہیں۔ سالگرہ نمبر بابتہ ۱۹۵۰ء پونے دو سو صفحات پر رنگین اور باتصویر شائع ہوا تھا۔

یادگاریں دل پژمردہ کی ہیں سوہانِ حیات
شکر ہے ایسے بھی کچھ رنج ہیں جو یاد نہیں

سیدہ نواز صفیہ، میری مخلص صفیہ، جانِ ادیبہ صفیہ اور پیاری صفیہ!

آخر تم اب مجھ سے اور کیا پوچھنا چاہتی ہو۔ میری "آپ بیتی" زندگی کے وہ اوراقِ پارینہ، وہ داستانِ خونچکاں، جس کے ہر ہر نقطہ میں میرے دلِ صد پارہ کے خون آلودہ ٹکڑے پیوست تھے۔ وہ بچپن کی درد انگیز کہانی۔ یتیمی کے صدمے، غریبی کی گھٹن میں دنیا کے سامنے پیش کر چکی۔ اپنا بھرم کھو چکی۔ آج ساری دنیا جانتی ہے کہ میں کس طرح عالمِ غربت میں پیدا ہوئی۔ فاقوں میں پلی۔ خودداری اور خودستائی کے سانچے میں ڈھلی۔ بھوک اور پیاس میں پرورش پائی۔ کلیجہ کو چباتی۔ آنسوؤں سے پیاس بجھاتی زندگی کے طوفانوں سے ٹکرائی۔ موجوں سے الجھتی، ڈوبتی، ابھرتی کسی طرح مصیبت کے دن کاٹتی رہی۔ تاآنکہ بچپن کا دورِ غم آخرین ختم ہو گیا۔ اب میرے پاس باقی کیا رہ جاتا ہے جو تم تک پہنچا سکوں۔

میری عزیز صفیہ!۔ یہ تم ہو۔ تمہارا لامتناہی خلوص، تمہاری بے پناہ عقیدت۔ بے لوث ارادت۔ اور پُرخلوص محبت۔ جس سے مجبور ہو کر میں نے دوبارہ قلم اٹھایا۔ تمہارا یہ خیال کہ دنیا کی ہر عورت نے میری آپ بیتی پر خون کے آنسو بہائے۔ کسی نے پڑھ کر کلیجہ تھام لیا۔ کسی کو غش آگیا۔ اور کوئی میز پر سر رکھ کر عالمِ یاس و حسرت میں ڈوب گیا۔ نہ صرف تم کو بلکہ مجھے بھی غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لئے ایک نقش بر آب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ آپ بیتی کی یہ دوسری قسط میری زندگی کی پہلی لغزش ہے۔ جو اپنے اندر بیک وقت سمندر کی طوفان بدوش موجیں اور رنگین شعلوں کی تپش پوشیدہ رکھتی ہے اسے صرف وہی سراہ سکتا ہے جس کے سینے میں دل اور دل میں درد ہو۔ بچپن کے حالات گزشتہ کے بعد میرے پاس صرف تین سوالات ہیں۔ جن کو تمہارے سامنے پیش کرتی ہوں۔

(۱) کالج کی زندگی۔ مردوں کے متعلق میرا اٹل نظریہ۔

(۲) پھول اور کانٹے کا فیصلہ۔ شادی۔ اس کی اہمیت۔ اور ایک خوشنما فریب۔

(۳) شادی کے بعد۔ امور خانہ داری۔ اور تجربات زندگی۔

قاعدہ کلیہ کے مطابق سوال نمبر ایک یعنی اپنی کالج کی زندگی کے متعلق مجھے بالتفصیل روشنی ڈالنی چاہیئے تھی۔ مگر تمہارا اشتیاق۔ اور تمہارے خطوط کی بھر مار۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ سب سے پہلے میں اپنی شادی کے متعلق طوعاً وکرہاً وہ سب بیان کر دوں جو نہ میں سنانا چاہتی ہوں اور نہ تم سن سکتی ہو۔ یہ راز میں اپنے ساتھ قبر میں لے جانا چاہتی تھی۔ پھر خیال آتا ہے کہیں ایسا نہ ہو تم مجھے بزدل کہو۔ اور یہ سوچنے پر مجبور ہو جاؤ کہ سیدہ میں اتنی بھی ہمت نہ تھی۔ کہ وہ اپنی کمزوریوں اور لغزشوں کو دنیا کے سامنے پیش کر سکے۔ جو مستقبل میں آنے والی نسلوں کے لئے داستان عبرت ہو۔ پس قبل ازیں کہ موت کا فرشتہ سکون ابدی کا پیام لا دے چاہتی ہوں کہ آج میں تم سے وہ سب کہہ ڈالوں جو میں نے کبھی کسی سے نہ کہا۔ اور نہ کہنا چاہا۔ وہ بھی صرف اسی لئے کہ میری موت کے بعد دنیا میں کوئی تو ایسا ہو جو میرے متعلق سب کچھ جانتا ہو۔ اس وقت جبکہ میرا وجود اس دنیائے فانی سے مفقود الخبر ہو جاوے گا۔ کوئی تو ایسا ہوگا جو میری لاش پر صدق دل سے دو آنسو بہائے گا۔ ممکن ہے میرے مُردہ جسم کے ساتھ میری یہ زندہ داستان بھی قبر میں دفن ہو جائے۔ لیے سوائے تمہارے اور کون ہے جو کسی نہ کسی طرح یاد تو کرے گا۔

اس داستان دلفریب کے تذکرے کے لئے میرے پاس حسن بیان نہیں۔ میری کہنہ ڈائری کے چند اوراق پارینہ ہیں جس کو ترتیب دینے کے لئے پھر ایک نئی زندگی درکار ہے۔ کیا تم وہ بھی مجھ سے سننا چاہتی ہو۔ اگر ایسا ہے تو مجھے زندگی کی اس منزل پر جہاں میں اس وقت ہوں۔ ہزاروں میل واپس آنا پڑے گا۔ اتنا طویل سفر، وہی ایک چلی ہوئی راہ۔ کیا تم پھر اسی راستے پر مجھے چلانا چاہتی ہو۔ کیا تم بھی پھر مجھے اسی خوشنما فریب کا شکار دیکھنا چاہتی ہو۔ اگر ایسا ہے تو پھر تم سیدہ سے بجائے محبت کے نفرت کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ مجھ پر لعنت بھیجو۔ نفرین کرو۔ طعن و تشنیع سے کام لو۔ کیونکہ میں اپنی شرم و حیا کا پردہ چاک کر کے تمہارے سامنے آ رہی ہوں۔ میں آج اپنا بھانڈا پھوڑ رہی ہوں۔ اگر تم کو یہی منظور ہے تو لو۔ اب تم میری داستان محبت سنو۔

نہ دنیا میں پھول اور کانٹے پیدا ہوتے اور میرے ساتھ یہ رنگین حادثہ پیش آتا۔ عام طور سے دنیا کا خیال ہے کہ سیدہ پھول اور کانٹے کی بحث میں ہار گئی۔ جس کی وجہ سے اس نے شادی کر لی۔ بعض کا خیال ہے کہ شادی کی شرط ہی یہی تھی۔ بعض کا خیال ہے کہ سیدہ ایک فرضی عورت کا نام ہے۔ اس کا وجود ہی اس دنیا میں نہیں۔ مگر وہ دن دور نہیں جب دنیا والوں کو میرا وجود تسلیم کرنا پڑے گا۔ یہ پھول مرجھانے والے ہیں۔ ان کانٹوں کی نوک نشتر بن کر ان کے کلیجہ میں ایک دائمی خلش پیدا کرے گی۔

اس رنگین حادثے کی وجہ تسمیہ کالج کے وہ کلاسیز ہیں جہاں میں مردوں کے خلاف لڑکیوں کے درمیان باغیانہ لکچرس دیا کرتی تھی۔ اس کالج کی زندگی کے چند معرکۃ الآرا واقعات میں عقب سے تحریر کروں گی۔ میرا بی۔ اے کا آخری سال تھا۔ میں اردو لٹریری سوسائٹی کی صدارت کے لئے مسٹر ستار صدیقی کے مقابل کھڑی ہوئی۔ الیکشن کے دن مجھے اپنی کامیابی کی قطعی امید تھی کہ ستار کو بُری طرح شکست ہوگی۔ مگر ووٹ پڑنے سے ایک یوم قبل مجھے معلوم ہو گیا کہ ستار نے اپنے بھائی قتیل باندوی کو اپنے الیکشن کی مدد کے لئے بلوا لیا ہے۔ اور اس نے یہ کہکر کہ بزم ادب کی صدارت کے لئے اور اردو کی ترقی کیلئے ایک عورت کا انتخاب بالکل تماشہ ہے۔ میری اسکیم کو پلٹ دیا۔ میں نے میری تمام معاونین نے چھپ کر میرے خلاف جو میٹنگ ہو رہی تھی سُنا۔ قتیل کو میں نے پہلی بار اس میٹنگ میں دیکھا جہاں وہ میرے خلاف تقریر کر رہا تھا۔ لڑکے اس کو اس طرح گھیرے ہوئے تھے کہ جیسے سب کے سب اس کے حلقہ بگوش غلام ہیں۔ اور وہ ایک پُر زور دھواں دھار تقریر کئے جا رہا تھا۔ اس کی گفتگو میں بیحد جوش اور ہنگامہ تھا۔ اُس کا چہرہ اتنا وجیہہ اور ساحرانہ تھا کہ ہر شخص اُس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ اُس کی شخصیت میں اہمیت اور ہمت میں یقین جھلکتا تھا۔ گویا وہ اٹل نظریوں کا مالک ہے۔ جس کے خدوخال بہت نمایاں اور غیر معمولی نقوش کے حامل۔ اور اُس کے لہرائے ہوئے بالوں میں صد ہا زنجیریں پیوستہ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں گول گول سیاہ پتلیاں زندگی کی روشنی دکھا رہی تھیں۔ ایکمرتبہ تو میں اس کو دیکھکر لرز گئی۔ وہ تقریر کرتا رہا۔ اس کی آواز تیز تر ہوتی چلی گئی۔ تاآنکہ اُس نے

www.taemeernews.com

طلبہ کے دلوں کو مسحور کر لیا۔ اور انہوں نے میرے خلاف ووٹ دینے کا قطعی فیصلہ کر لیا۔ میں اس حادثے کی تاب نہ لا سکی۔ میں بُری طرح وہاں سے بھاگ آئی۔

میں نے فوراً ہی خود کو سنبھالا۔ اور ستار کو بلا کر بذاتِ خود اس سے گفتگو کی۔ میں نے کہا۔

"ستار تم نے انسانیت کے اصول کے خلاف ایک غیر متعلق شخص کو اس الیکشن میں شامل کر کے میری تمام اسکیم کو اُلٹ دیا ہے تم نے ایمانداری اور سچائی کا گلا گھونٹ دیا ہے۔ بھلا اس طرح کامیابی حاصل کر کے تم ایک عورت کو شکست دے کر کیا دائمی خوشی حاصل کر سکو گے۔ بھلا ایک پبلک کے آدمی کو ہمارے الیکشن سے کیا سروکار تم خوشی کے ڈنکے بجاؤ۔ آسمان پر اپنی فتح کے جھنڈے گاڑ دو۔ اور خوش ہو کر اعلان کر دو کہ میں نے ایمانداری اور اعتدال کو ہاتھ سے کھو کر، فریب اور جھوٹ کو فروغ دے کر ایک عورت کو شکست دی۔ ورنہ ان سیاسی چالوں سے باز آ جاؤ۔ اور قتیل کو اپنے راستے سے الگ کر دو۔"

اُس نے جواب دیا "ہاں ہاں، تم گوشت کو ناخن سے الگ کرنا چاہتی ہو۔ وہ نہ صرف میرا بھائی ہے بلکہ میرا سچا دوست۔ میرا مشیر کار اور زندگی کا ازلی ساتھی ہے۔ میں خود کبھی صدارت کا طلبگار نہ ہوتا۔ اگر تم اپنے باغیانہ لکچر سے دستبردار ہو جاتیں۔ میں آج بھی برطرف ہونے کو تیار ہوں۔ بشرطیکہ تم صرف مردوں کے خلاف بغاوت سے باز آ جاؤ۔"

میں:۔ تو تم یہ چاہتے ہو کہ عورت کی قوم ہمیشہ کے لئے پستی کے غار میں مُردہ دفن ہو جائے۔ اس کو ترقی دی ہی نہ جائے۔ مرد ہمیشہ ان پر بے جا حکومت ہی کیا کریں۔ عورت فطرت کا وہ رنگین پھول ہے جس کے پہلو میں مرد نے سینکڑوں کانٹے پیوست کر دیئے ہیں۔ کیا وہ اپنا جگر خون ہی کیا کرے۔ میں پھولوں کو کانٹوں سے پاک کر دوں گی۔ چاہے میری انگلیاں لہو لہان ہو جائیں۔

ستار:۔ عورت اور مرد، پھول اور کانٹے، سعیدہ حد اعتدال سے آگے نہ بڑھو۔ اپنے باغیانہ ارادے سے پہلے بہتر ہے کہ پھول اور کانٹے کی تفوق کی جنگ کا تصفیہ کر لیا جاوے۔ کیا تم مرد اور عورت کی اہمیت پر بحث کرنے کو تیار ہو۔ اگر ایسا ہے تو میں صدارت سے دستبردار ہوتا ہوں۔

میں:۔ میں ہر طرح سے تیار ہوں۔ یہ بحث تحریری ہوگی تاکہ کوئی اپنی تحریر سے پھر بعد میں منکر نہ ہو سکے۔ میں مباحثہ کو تیار ہوں۔ مناظرہ کو مباہلہ کو ہر طرح سے تیار ہوں۔

ستار:۔ اگر اس بحث میں تم کو شکست ہوئی تو پھر انجام کار کیا ہوگا؟

میں:۔ تو پھر تمہاری ہر تجویز میری قسمت کا اٹل فرمان ہوگی۔ میں تم کو قول دیتی ہوں۔ میں پھول اور کانٹے شروع کرتی ہوں۔ کیا تم بحث کرو گے؟

ستار:۔ نہیں یہ بحث قتیل اپنے ہاتھ میں لے چکے ہیں۔ میں اُس کی طرف سے تمہارے ہاتھ میں ہاتھ مار کر خود کو الیکشن سے برطرف کرتا ہوں۔ صدارت تم کو قبول ہو۔ تو سب سے پہلے میں تم کو مبارکباد دیتا ہوں۔

"وہ مارا" پہلا معرکہ صدارت میرے ہاتھ تھا۔ بے وقوف لڑکا عورت کی ایک چال میں آ گیا۔ وہ ووٹنگ سے پہلے ہی ہار گیا۔

جانم صفیہ! کسے خبر تھی کہ میری یہ فتح میری ازلی شکست۔ میری زندگی کی ہار کا پیش خیمہ ہے۔ میرا یہ عروج انتہائی پستیاں لئے ہوئے ہے۔ ستار جو کہ میرا ہم جماعت تھا۔ کسے خبر تھی کہ میرا دیور بنے گا۔ ستار اور قتیل، قتیل اور ستار دونوں میری زندگی کو کچل دینے کے لئے تُلے ہوئے تھے۔ اور میرے خلاف زبردست سازش کر رہے تھے۔

پھول اور کانٹے کی بحث شروع ہو گئی۔ خط آتے رہے جاتے رہے۔ بات میں بات بڑھتی رہی۔ اُلجھتی رہی۔ مباحثہ زور پکڑ تا گیا فیصلہ کس کے حق میں ہوگا کون جانے۔ عزت و آبرو خدا کے ہاتھ تھی میں نے امتحان بھی پاس کر لیا۔ بحث جاری رہی تا آنکہ ایک دن وہ آیا۔ کہ میرے خطوط کا جواب آنا بند ہو گیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ قتیل جو کہ اپنی دانست میں میرے سوالات کا دنداں شکن جواب دے رہا تھا۔ عرصہ تین ماہ سے صاحبِ فراش ہے۔ اور پنڈارواڈ سینی ٹوریم میں زیرِ علاج ہے۔ وہ توازن دماغ، قنوطیت، اور مایوسی کے گرداگرد ذہنی طور پر بیمار ہے۔ اور بسترِ علالت ہی سے وہ بحث کرتا جا رہا تھا۔ بحث نامکمل طور پر ختم ہوئے

ہی میں نے سمجھ لیا کہ وہ لاجواب ہو گیا۔ وہ ہار گیا۔ وہ زچ ہو گیا۔ اب وہ جواب نہ دے سکیگا۔ اُس کی خاموشی ہی اُس کی شکست کی دلیل ہے۔ اور میں ایک مغرور فتح یاب سپاہی کی طرح اپنی جگہ پر یہ کہہ کر مطمئن ہو گئی "چلو خس کم جہاں پاک" چنانچہ میں نے اس بحث کا آخری خط بطور فیصلہ کے تحریر کیا اور ثابت کر دیا کہ میں حق بہ جانب ہوں۔

ناگہاں اسی خط کے جواب میں ستار کا خط موصول ہوا۔ جس میں تحریر تھا کہ وہ جو تمہارے خطوط کا جواب دینا تھا اس کو ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے۔ وہ کسی نہ کسی طرح اپنی زندگی کے دن پورے کر رہا ہے۔ کاش اس کی زندگی وفا کرتی۔ اور اس مسئلہ لاینحل کا کسی نہ کسی عنوان فیصلہ ہو سکتا۔ اب آپ بحث جاری رکھنے کی تکلیف گوارا نہ کریں۔ وہ بستر علالت پر دم توڑ رہا ہے۔ نہ معلوم کس وقت باد اجل کا ایک جھونکا اس کی شمع حیات گل کر دے۔ کاش اس چراغ کی آخری لو تمہاری زندگی کو منور کر سکتی۔

"وہ مارا" قدرت نے ہی میرے حریف کی دائمی شکست کے سامان پیدا کر دیئے۔ خدا کرے وہ سکون کی موت نہ مر سکے۔ "حق کی ہر طرح فتح ہو۔" میں نے جی میں کہا۔ اور مجھے قدرے سکون ہو گیا۔ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔ عورت کا بول بالا۔ خود غرض کا منھ کالا۔ اب کس میں ہمت ہے جو میرے دعوے میں اپنا جواب پیش کر سکے گا۔ میرا قلم، قلم نہیں میری تلوار ہے۔ جو میرے حریف کے لئے موت کا سامان بنی۔ "وہ مارا" اب وہ قطعی طور پر مر جائے گا۔

اسی درمیان میں مجھے اپنی محسنہ اور مربی مادر اینڈرسن کے ہمراہ بمبئی جانا پڑا۔ جو ہندوستان کو خیرباد کہہ کر اپنے ملک کو واپس جا رہی تھیں۔ مجھے ان کی رفاقت اور فرقت کا بے حد افسوس تھا۔ اور کیوں نہ ہوتا آخر ماں کی طرح مجھے پالا تھا۔ میری تعلیم، میرا عروج، میری سربلندی سب اُنہیں کے دم سے تھی۔ وہ اپنی سروس پوری کر کے واپس جا رہی تھیں۔ جاتے جاتے اُنہوں نے مجھ سے تاکیداً فرمایا۔ "سعیدہ تم ہندوستان میں انجمن تحفظ حقوق نسواں کی بنیاد اپنی زندگی میں قائم کرنا۔ اور عورت کو اس کی حقیقت سے آشنا کرنے کے بعد ایک عرفانی موت مرنا۔ ورنہ میں خیال کروں گی کہ میری تعلیم بے کار ہے۔"

اور میں نے جواب دے دیا یہ ہو کر رہے گا۔

بمبئی سے واپسی پر نہ جانے کیوں میرے دل میں خیال پیدا ہوا چلو راستہ ہی میں تو پنڈرا سینی ٹوریم پڑے گا۔ کیوں نہ تقیل بانو دی کی ایک بیمار کی حیثیت سے عیادت کروں۔ اور عورت کے اخلاق کا بلند کردار پیش کروں۔ اور اپنے حریف کو اپنی آنکھوں سے دم توڑتے دیکھوں۔ جو میری فتح کا ارمان اپنے دل کے دل ہی میں لئے عدم آباد کی تیاریاں کر رہا ہوگا۔ وہ ایک ناکامی کی موت مر رہا ہوگا۔ مجھے دیکھ کر وہ شرم و ندامت میں ڈوب جائے گا۔ اگر وہ کسی طرح زندہ بھی بچ گیا تو اب نہ بچ سکے گا۔ میں جا کر اُس کا شانہ ہلاؤں گی اور کہوں گی۔ آج وہ حوصلہ، وہ ارمان، وہ جوش کیا ہوئے۔ تو آج کالج کے نوجوانوں میں سیکر خلاف دھواں دھار تقریر کیوں نہیں کرتا۔ میرے دعوے اور دلیل میں اپنے اٹل نظریوں کے ثبوت کیوں نہیں پیش کرتا۔ تو جھوٹ اور بہتان، لغو اور فریب کے مزے سے آشنا ہو کر اپنی موت کو کیوں بھول گیا تھا۔ کیا تجھے خبر نہ تھی کہ ایک دن انصاف ہو کر رہتا ہے خدا کا قانون دنیا کے لئے اٹل ہے۔ اور نہ جانے کیا کیا سوچتی ہوئی میں سینی ٹوریم میں داخل ہوئی۔ میرے ہمراہ میری ملازمہ سلونا بھی تھی۔

ڈاکٹر نے اپنے آفس کی گھنٹی بجا کر ستار کو مریض کے کمرے سے بلایا۔ جو خلاف اُمید میری آمد پر حیران و سراسیمہ تھا۔ اُس نے کہا۔ کہ "اس وقت مریض کی حالت نازک ہے وہ ہائی بلڈ پریشر کے دورے میں مبتلا ہو کر فرط کرب سے کروٹیں لے رہا ہے۔ ایسی حالت میں تمہارا وہاں جانا مناسب نہیں۔ نہیں معلوم تمہاری ملاقات کیا صورت اختیار کرے۔"

میں نے کہا: "میں اس کو اس کی زندگی میں زندہ دیکھنا چاہتی ہوں میں مریض کی عیادت کے لئے اپنی والدہ کی مقدس مرضی کے خلاف یہاں آئی ہوں۔ تم سلونا کو میرے اسباب کے ساتھ مہمان خانے میں پہنچا دو۔ میں اس کے کمرے میں جا رہی ہوں۔" چنانچہ میں نے اپنے کو ہر طرح مسلح کر لیا اور روانہ ہوئی۔

میں اُس کے کمرے میں پہنچی۔ اس کو دیکھا۔

دیکھتے ہی میری کیا حالت ہوئی۔ میں نے کیا دیکھا۔ میں کس دنیا میں پہنچ گئی۔ یہ نہ پوچھو۔ آج بھی میرا دل بھر آتا ہے۔ میرے جسم کا رواں رواں

www.taemeernews.com

ٹھہرا جاتا ہے۔ کاش میں نے یہ غلطی نہ کی ہوتی۔ کاش میں اپنے ارادے سے باز رہتی۔

میں نے دیکھا ایک نرس اس کی چارہ گری میں منہمک تھی۔ ستار سر بالین بیمار کھڑا خدا کی مرضی کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ مریض سے زیادہ بیمار معلوم ہوتا تھا۔ میں نے دیکھا ایک مریض خستہ حال، پریشان حال بستر علالت پر دم توڑ رہا ہے۔ آہ! اس میں ایک مسلے ہوئے پھول سے زیادہ دلکشی نہ تھی۔ کچھ دیر میں نے اسکو عالم بدحواسی میں بغور دیکھا۔ وہ بُری طرح تپ میں گرفتار تھا۔ اس کا وہ سرخ تابناک چہرہ زرد ہو چکا تھا۔ اُس کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں۔ اور وحشیوں کی طرح پھیل چکی تھیں۔ وہ ایک ٹوٹے ہوئے تارے سے زیادہ روشن نہ تھیں۔ ایک خوبصورت موتی جو کہ کھرل کر ڈالا گیا ہو۔ اس کے وہ لہرائے ہوئے سیاہ سیاہ گھنے بال جیسے پیچ و خم کھاتی ہوئی تیرہ و تار گلیاں اس کے ہونٹ ایک گل ناشگفتہ کی طرح مرجھائے ہوئے خشک خشک اُس کے ناخن پیلے پڑ چکے تھے۔ اور اس کے چہرے پر مُردنی چھائی ہوئی تھی۔ وہ تیز تیز سانس لے رہا تھا۔

میں نے اُس کو پکارا "تبیل تبیل" (یہ زندگی میں پہلی بار میں نے اس کو اس کا نام لے کر پکارا) میرا دل آج میری اس حرکت پر نفرین کرتا ہے۔ کہ آخر میں نے ایک نامحرم کا نام کیوں لیا۔ میری آواز سُنکر وہ چونکا۔ وہ ایک دم توڑتی ہوئی ہرنی کی طرح مجھے دیکھ رہا تھا۔ جیسے اس کی آنکھیں پھٹ پڑی ہوں۔ نہ جانے کیوں وہ نگاہوں ہی نگاہوں میں مجھ سے نہ جانے کیا کہہ رہا تھا۔ حیرت کی یہ ایک عجیب بات ہے۔ مجھے دیکھتے ہی بیک وقت اس کی آنکھوں میں آنسو بھی آئے اور لبوں پر تبسم بھی۔ وہ بولا۔

"تم آگئیں۔ آہی گئیں تم۔ میں تو ناامید ہو چکا تھا" اسکو ہچکیاں آنا شروع ہو گئیں۔ تاہم اس نے ایک باریک اور خفیف آواز میں کہا "اچھا ہوا تم آگئیں۔ اب میں آسانی سے جان دے سکوں گا" اس نے یہ کلمہ کچھ اس حسرت و یاس سے ادا کیا کہ میں لرز گئی۔ میں نے پوچھا۔

"کیا تم نے مجھے پہچان لیا؟"

اُس نے جواب دیا "ہاں ہاں کیوں نہیں۔ تم کوئی اور نہیں ہو سکتیں۔ تم وہی ہو میری "آسمانی تتلی" ہو نا میری آسمانی تتلی جس کا میں شدت سے انتظار کر رہا تھا۔ اچھا ہوا تم آگئیں۔ اب تو میں بہت آسانی سے جان دے سکوں گا" اس نے دہرایا۔ پھر اُس نے اپنے بھائی سے کہا "ستار تم نے دیکھا۔ تم یقین نہیں کرتے تھے۔ دیکھو میری آسمانی تتلی۔ میرے خوابوں کی دنیا۔ میری رُوح کی ازلی تسکین آگئی۔ اب مجھے کسی کی ضرورت نہیں۔ کسی کا انتظار نہیں"

میں حیران اور پریشان تعجب اور استعجاب کے عمیق دریا میں غوطے کھانے لگی۔ میں نے گھبرا کر کہا۔ "تم نے مجھے پہچانا نہیں"

اُس نے چیخ کر جواب دیا "غلط فہمی میں ہنوز مبتلا ہو تم سب۔ مجھ میں ہوش و حواس۔ تمیز اور امتیاز کی صلاحیت باقی ہے۔ میرا دل میرا دماغ آخر وقت تک غلطی نہیں کر سکتا۔ سچ بتاؤ کیا تم سیدہ بیگم نہیں ہو۔ میں نے آج تک غلطی نہیں کی۔ تم سیدہ بیگم ہو۔ عورت قوم کی باغی سردار۔ حقیقتوں کی منزل سے دور۔ گم کردہ راہ کی علمبردار۔ خواتین مشرق کی ٹوٹی ہوئی کشتی کی ناخدا۔ جو طوفان و تلاطم سے ناآشنا موجوں کو ساحل سمجھ کر اس پر ہاتھ ٹیک رہی ہو۔ خیر تم کچھ بھی ہو۔ مگر میرے لئے میری آسمانی تتلی ہو۔ میرے خوابوں کی رنگین تعبیر۔ میری رُوح کی ازلی تسکین"

اس کے آخری جملوں سے میں کانپ کانپ گئی۔ کیا واقعی میں اس کے خوابوں کی دنیا ہوں۔ اس کی رُوح کی تسکین ہوں۔ کیا خط و کتابت کے تحت پھول اور کانٹے کے پردے میں مجھ سے محبت کرتا تھا۔ کیا یہ بھی جنسیات کے حسین فریب میں مبتلا۔ کالج کے ہزارہا طالب علموں کی طرح جنسی بھوک کا شکار۔ غائبانہ طور پر میرا پجاری ہے۔ میرے جسم کا طلبگار ہے۔ آہ کتنا نازک موقعہ تھا۔ میرے لئے یہ ایک سب سے بڑی اُلجھن تھی۔ میں نے گھبرا کر بھاگ جانا چاہا۔ مگر میں اپنی جگہ سے جنبش نہ کر سکی۔ میں نے محسوس کیا میرے پاؤں بوجھل ہیں۔ بے حد وزنی۔ وہ ایک ایک من کے ہو چکے ہیں۔ اور اٹھائے نہیں اُٹھتے۔ میں ہل نہیں سکتی۔ چل نہیں سکتی۔ بھاگ نہیں سکتی۔

پھر اُس نے فوراً بحث شروع کر دی۔ اور کہا۔

"سیدہ! میں چاہتا ہوں کہ پھول اور کانٹے کی بحث اب جلد ختم کر دی جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ میں تمہارے سوالات کا جواب دینے کے لئے ہنوز زندہ ہوں۔ میری موت اس وقت تک میرا انتظار کریگی۔

www.taemeernews.com

تا آنکہ میں اپنی زبان سے سُن لوں ۔ تم نے سپر ڈال دی ۔ چنانچہ اُس نے زور زور سے بلا اکراہ و کسل بولنا شروع کر دیا : مرد کا وقار، اسکی سربلندی اس کا مرتبہ ایک فطری ودیعت ہے ۔ وہ قدرتی طور پر عورت کے مقابلہ میں قوی و توانا ، سربلند و دانشمند ہے ۔ عورت اس کے قوی بازو کا سہارا لے کر اپنی زندگی اُس کے رحم و کرم پر بسر کرتی ہے ۔ تم اپنے خدا سے بغاوت کرو ۔ خدا کے قوانین کے خلاف چیخو ، چلاؤ ، روؤ ، اس قدر روؤ کہ نظر کی قوتیں گھٹنے لگیں ۔ اتنا چیخو کہ پھیپھڑے پھٹنے لگیں قدرت کے اٹل قانون کے خلاف فریاد کرو ۔ مرد نے تمہارا کیا بگاڑا ہے اُس نے کب تم سے تمہاری قوتیں چھین لیں ۔ اس نے کب تم کو کمزور بنایا ۔ جواب دو ۔ بولو ، بولو ۔ مرد نے تم کو کب عورت بنایا ؟"

وہ صرف اسی قدر کہہ پایا تھا کہ میں نے اُس کی بات کاٹ دی ۔ میں موقعہ کی نزاکت کو سمجھ چکی تھی ۔ میں نے سوچا موقعہ اچھا ہے حریف کو طیش آ چکا ہے ۔ وہ بیمار ہے ۔ اس کے ہوش و حواس مختل ہیں ۔ لاؤ میں آج قطعی طور پر فیصلہ کر دوں ۔ آج میں اپنا سارا ترکش خالی کر دوں ۔ کوئی حربہ ، کوئی ہتھیار باقی نہ رہے ۔ وہ بحث کرتا چلا گیا ۔ میں اپنا ہر حربہ ہر وار استعمال کرتی چلی گئی ۔ میں نے اپنی بھرپور طاقت سے تیر چلائے ۔ مگر میری شمشیر کی باڑھ کند پڑ گئی ۔ میں نے اپنا خنجر چلایا ۔ بیمار کا سینہ تھا یا لوہے کا توا ۔ فولاد کی سل ۔ میرے خنجر کی نوک ٹیڑھی پڑ گئی ۔ میں نے اپنا گرز اٹھایا ۔ میری کلائی موچ کھا گئی ۔ میری کمان ٹوٹ گئی ۔ میرے ترکش کے سارے تیر ختم ہو گئے ۔ اور ایک بھی نشانہ پر نہ بیٹھا ۔ میرے دعوے کی دلیل کے لئے اُسے کتابوں اور تواریخوں کی ضرورت نہیں پڑی ۔ وہ فلسفہ اور منطق سے میری گردن مروڑتا رہا ۔ اس نے کس کس کر میرے سارے جسم میں چٹکیاں لیں ۔ اور میری زلفوں کو نچوڑ ڈالا ۔ بحث جاری رہی ۔ بات بڑھتی رہی ۔ بات میں بات نکلتی رہی ۔ وہ گرجتا رہا گونجتا رہا ۔ اُس نے مجھے زچ کر دیا ۔ میں پسپت پڑ گئی ۔ عزم و حوصلہ کے پتوار ٹوٹ گئے ۔ میری کشتی گرداب میں چکرانے لگی ۔ وہ پُرجوش تقریر کر رہا تھا ۔ وہ شیر کی طرح دہاڑ رہا تھا ۔ میں کھسیانی دیونی کی طرح اپنی تھکی آواز سے چیخ رہی تھی ۔ ناگاہ ڈاکٹر دوڑا ہوا آیا ۔ اُس نے مریض کا منھ بند کر دیا ۔ اور ستار میرے سامنے لوہے کی دیوار بن کر کھڑا ہو گیا ۔ مریض کو بُری طرح پسینے آ رہے تھے وہ تیزی سے ہانپ رہا تھا ۔ وہ دقت سے سانس لے رہا تھا ۔ وہ منھ بند ہونے پر بُری طرح کروٹیں لینے لگا ۔ وہ ڈاکٹر سے مزاحمت کرنے لگا ۔ وہ چلّاتا رہا چیختا رہا ۔

"ڈاکٹر ۔ بے وقوف ڈاکٹر ۔ تم میرا گلا نہ گھونٹو ۔ مجھے بولنے دو ڈاکٹر ۔ مجھے بول لینے دو ۔ ڈاکٹر ۔ میری یہ آواز زندگی کی آخری آواز ہے ۔ پھر اُس کے بعد میں ہمیشہ کے لئے چُپ ہو جاؤں گا ۔ ڈاکٹر میں نے میدان جیت لیا ہے ۔ صرف ایک حرف ۔ بس ایک حرف ۔ آخری حرف ۔ ارے ارے ۔ دیکھتے نہیں میری آواز سُن کر چٹانوں کو پسینہ آ گیا ہے ۔ وہ دیکھو پہاڑوں سے پتھر ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے ہیں ۔ آج ہمالیہ کا سینہ پگھل رہا ہے ۔ وہ دیکھو جوالا مکھی پھٹ پڑا ہے ۔ ارض و سما کی کمر لچک رہی ہے ۔ توڑنے دو ۔ مجھے یہ پہاڑ ڈھا لینے دو ۔ مرنے دو ۔ مجھے آسانی سے مر جانے دو ۔ میں ایک فاتح کی طرح ظفریاب کامیاب موت مر رہا ہوں ۔ مرنے دو ڈاکٹر ۔ بس ایک حرف ۔ بس ایک لفظ ۔ میں جیت گیا ۔ میں جیت گیا ۔"

وہ قریب قریب پاگل ہو چکا تھا ۔ آگ کے تپتے ہوئے توے پر سیماب کے چند قطروں کی مانند وہ بُری طرح تڑپ رہا تھا ۔

نرس میرا منھ بُری طرح داب ے تھی ۔ وہ ایک خوفناک دیونی اور چڑیل معلوم ہو رہی تھی ۔ ستار میرے سامنے کھڑا تھا ۔ اس کی آنکھوں میں دو بڑے بڑے انگارے دہک رہے تھے ۔ اُس نے میرا ہاتھ پکڑا ۔ اور بُری طرح مجھے کھینچتا ہوا مہمان خانے میں لے آیا ۔ معلوم نہیں میں کب تک بُت بنی بیٹھی رہی ۔ وہ دن تمام ہو گیا ۔ آفتاب غروب ہوا ۔ وہ آفتاب میرے مقدر کا میری زندگی کا آخری آفتاب تھا ۔ جو ایسا غروب ہوا کہ آج تک نہ اُبھرا ۔ ستار نے آکر دوبارہ کہا ۔

"ستیدہ مریض کے عالم نزاع کا تماشہ کبھی نہ دیکھا ہو تو چلو یہ تماشہ دیکھ لو ۔ دیکھ لو وہ کس طرح کڑیل جوانی میں دم توڑ رہا ہے ۔ تمہارے قدم مبارک ، تمہاری بحث نیک ۔ وہ مر رہا ہے اور ڈاکٹر ۔ ڈاکٹر کورامن کے انجکشن پر انجکشن دیتا چلا جا رہا ہے ۔ ستیدہ آؤ سیر کر لو تم نے دو حقیقی بھائیوں میں مفارقت پیدا کر دی ۔ میری دوست ۔ تم نے میرے بھائی کو مار ڈالا ۔ مار ڈالا ۔"

میں بُت بنی خاموش بیٹھی رہی ۔ وہ مر رہا ہے ۔ اب اُس کی توبہ میرے کس کام کی ۔ وہ ایک غیر فانی موت مرے گا ۔ اور میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۰۵ پر دیکھئے)

www.taemeernews.com

شاندار معجز نما قرآن مجید مترجم

جو بہ لحاظ حسن کتابت وطباعت ممتاز درجہ رکھتا ہے اور ان لوگوں کے لئے جو قرآن شریف حفظ کرنا چاہیں ہر رکوع کی شمار آیات کو آسانی کے ساتھ ضبط میں لانے کے لئے ہر رکوع کی تمام آیات پر ہندسے لگا دیئے گئے ہیں۔ اس کی صحت میں پورا اہتمام کیا گیا ہے۔ اس کا رسم خط منشی ممتاز علی مرحوم کے خاتم المصاحف کے تصحیح کردہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ہے۔ زیر متن حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ ہے۔ جو ہندوستان میں مقبول ہے اور حاشیہ پر آسان اور سلیس زبان میں مناسب مقامات کی وضاحت کی گئی ہے۔ ہندوستان کے مشہور خطاط جناب مولانا اشتیاق احمد صاحب نے اس کی کتابت فرمائی ہے۔ ہدیہ گلیز کاغذ مجلد دس روپے۔ چمڑے کی جلد والا قیمت ساڑھے نو روپے رف کاغذ مجلد آٹھ روپے آٹھ آنے۔

شاعر مشرق علامہ اقبال کی مشہور اور مقبول کتابیں

بانگ درا قیمت مجلد ساڑھے چار روپے

بال جبریل قیمت مجلد ساڑھے چار روپے

دونوں کتابیں خرید کر پڑھیے۔ اور اپنے دل، دماغ اور روح کو بیدار کیجئے تاکہ آپ ملک کی رہبری کر سکیں یا پاسبان ملت کے سچے مقتدی بن جائیں۔

ملنے کا پتہ

دفتر رسالہ خاتون مشرق اردو بازار دہلی

www.taemeernews.com

سُرخ آنچل

بارہ ممتاز افسانہ نگار خواتین عصمت چغتائی، رشید جہاں، ہاجرہ مسرور، خدیجہ مستور، سرلا دیوی، صدیقہ بیگم، قرۃ العین حیدر، ممتاز شیریں، کوشلیا اشک، شکیلہ اختر، تسنیم سلیم چھتاری، اور ناہید عالم کے منتخب افسانوں کا مجموعہ جس میں ان کی تصاویر بھی شامل ہیں۔ قیمت مجلد تین روپے بارہ آنے۔

رضیہ سُلطانہ

سلطان شمس الدین التمش کی بہادر بیٹی شہنشاہ رضیہ سلطانہ کی سوانح عمری جس نے تخت دہلی پر بیٹھ کر کئی سال تک سارے ہندوستان پر ایک بے مثال حکومت کی اور رہتی دنیا تک اپنا نام لوگوں کی زبان پر چھوڑ گئی۔ اُس کے انداز جہانبانی کی پوری تاریخ اس کتاب میں پڑھیے۔ خوشنما ٹائیٹل۔ قیمت آٹھ آنے۔

قرآنی دُعائیں

جب مایوسیوں کے تیر سے کلیجہ چھلنی ہو رہا ہو تو خداوند کریم کی اس کتاب سے رجوع کیجئے۔ ہم نے نہایت محنت سے قرآن مجید کی وہ تمام دعائیں یکجا کر دی ہیں۔ جو مختلف مقاصد کیلئے تیر بہدف ہیں۔ دنیا کا ہر کام ان تیر بہدف دعاؤں سے سرانجام ہو سکتا ہے۔ قیمت ۱۳ر

صلاح الدین ایوبی

مجاہد اعظم حضرت صلاح الدین ایوبی کی مکمل سوانح عمری۔ سلطان نے اپنے بلند اخلاق سے کس طرح عیسائیت اور اس کے صلیبی جوش کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ یہ اللہ کا سپاہی انسانیت نواز، رحم دل، مہذب، شریف، غیر مسلم بچوں اور خواتین کے لئے باپ اور بھائی سے زیادہ رفیق تھا۔ ۲۰۰ صفحات۔ شروع میں سلطان کا فوٹو۔ قیمت تین روپے چار آنے۔

انسپکٹر سلیم

یہ ایک جاسوسی ناول ہے۔ اس میں جانفشانی بہادری، اور سراغ رسانی کے لرزہ خیز واقعات کو انسپکٹر سلیم نے بہترین پیرائے میں ادا کیا ہے۔ مجلد۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔

سَیف اللہ

اسلام کے نڈر، جنگجو، اور بہادر سپہ سالار حضرت خالد بن ولید کی سوانح عمری۔ خالد سیف اللہ کی بے پناہ یلغاروں اور محیر العقول طریقوں سے کامیاب ہونے کے حالات۔ ۵۰۰ صفحات۔ خوشنما جلد۔ قیمت دو روپے۔

گیتانجلی

رابندر ناتھ ٹیگور کی مشہور نظموں کا اُردو نثر میں ترجمہ۔ از نیاز فتح پوری۔ قیمت ایک روپیہ۔

ستارۂ صبح

دنیا کے ہر ملک کے بہترین افسانہ نگاروں کا ایک ایک عشق و محبت میں ڈوبا ہوا افسانہ منتخب کرکے اس کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔ قیمت دو روپے۔

فیروز اللغات اُردو

یہ اردو زبان میں لغت کی سب سے بڑی اور مستند کتاب ہے۔ ۱۰۲۶ صفحے۔ عمدہ جلد۔ قیمت دس روپے

شہزادی شب نور

غلام کبریا ڈاکو نے شہزادی شب نور کو کس طرح قید کیا۔ اور پھر اس کے خزانہ پر قبضہ کرنا چاہا۔ مگر اسکول کے ایک طالب علم کی بہادری اور عقلمندی کی بدولت خزانہ محفوظ رہا۔ عجیب غریب دلچسپ ناول اور نہایت حیرت انگیز قیمت دو روپے

غوث الاعظم

گیارہویں شریف کی محفلوں کو بابرکت بنانے کے لئے حضرت غوث الاعظم کی سیرت پاک پڑھیے۔ اس کتاب میں آپ کی کرامات کا تذکرہ ہے۔ قیمت تین روپے۔

تسخیر القلوب

مرد، عورت، بیوی، خاوند، حاکم، دوست، بزرگ غرض یہ کہ ہر ایک کے دل پر قابو حاصل کرنے کے لئے یہ کتاب منگائیں۔ قیمت بارہ آنے۔

ملنے کا پتہ

دفتر رسالہ خاتون مشرق اُردو بازار دہلی

www.taemeernews.com

کیا واقعی میں ہار گئی۔ کیا درحقیقت میری شکست ہو گئی۔ میں نے دیوانہ وار کمرے میں ٹہلنا شروع کیا۔ میں یہاں کیوں آئی۔ کیا سمجھ کر آئی کس کے حکم سے آئی۔ میں نے اپنا منہ پیٹ ڈالا۔ بال نوچ ڈالے۔ میں نے پھر ایک بار سنبھل کر کوشش کی کہ میں بھاگ جاؤں۔ مگر میرے پاؤں برف کی طرح جامد بے حس تھے۔ میں پھر نہ بھاگ سکی۔ جیسے کسی نے میرے سینے پر ہمالیہ پہاڑ توڑ دیا ہو۔ میرا دل بیٹھا جا رہا تھا۔ کوئی میرے دماغ پر ہتھوڑے مار رہا تھا۔ اور کہہ رہا تھا۔ تو ہار گئی۔ بہت بُری کی۔ تو شکست کھا گئی۔ تجھ پر لعنت ہے۔ تھو ہے۔ تو ذلیل ہے تیرے غرور کی کمر ٹوٹ گئی۔ تیری خودداری کا سر نیچا ہو گیا۔ تو کم ظرف ہے۔ تو نری عورت ہے۔ کمزور ناتواں عورت۔ یکایک جیسے کسی نے مجھ کو بے ستون سے اٹھا کر نیچے پٹک دیا۔ آسمان ٹکڑے ٹکڑے ہو کر مجھ پر ٹوٹ پڑا۔ زمین اپنے محور پر بری طرح چکر کھا رہی تھی۔ دنیا کی کل کائنات چکر کھا رہی تھی۔ میرا سر چکرا رہا تھا۔ میں بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

کچھ عرصے کے بعد جب مجھے ہوش میں لایا گیا تو میں نے معلوم کیا کہ میں مریضوں کے وارڈ میں ہوں۔ میں ایک ٹھنڈی سانس کے ساتھ اُٹھ بیٹھی۔ درد سے میرا سارا بدن چور چور تھا۔ جیسے کسی نے مجھے تپتی ہوئی آگ کی زنجیروں میں جکڑ دیا ہو۔ میں نے سلونا کو آواز دی۔ وہ بری طرح روتی ہوئی آئی، اور مجھ سے لپٹ گئی۔ میں نے اُسے دلاسا دیا، اور رونے کا سبب پوچھا۔ اُس نے جواب دیا: "بٹیا یہاں سے بھاگ چلو۔ مجھے ہول دلی ہو رہی ہے۔ یہاں جتنے ہیں سب کے سب بیمار ہیں۔ اور جو اچھے ہیں وہ بھی برسوں کے مریض معلوم ہوتے ہیں!" نرس نے مجھے تازگی حواس کی ایک خوراک دوا پلائی۔ میں نے سلونا سے کہا: "جلد میرا بستر کر دو۔ میں آج کھانا بھی نہیں کھاؤں گی۔ مجھے سو جانے دو۔ سب کو منع کر دو۔ کوئی بھی مہمان خانے میں داخل نہ ہو"۔

تمام رات بستر پر کروٹیں بدلتے کچھ سوتے کچھ جاگتے گذاری معلوم نہیں وہ خواب تھا یا عالم بیداری۔ تعبیر تو آج تک معلوم نہیں ہاں وہ عجیب و غریب خواب ضرور یاد ہیں، جو میں اُس رات رات بھر دیکھتی رہی۔ یعنی میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ وہ ہمالیہ پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا سر کے دقار اور عظمت کا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ اُس نے پہاڑ کا سینہ کھنگھول ڈالا ہے۔ بڑی بڑی ٹکڑوں، چٹانوں کو کاٹ کر پھینک دیا ہے۔ گویا کہ وہ جوئے شیر نکال رہا ہے۔ اور میں اُس میں اپنا منہ دھو رہی ہوں۔

میں نے گھبرا کر آنکھ کھولی۔ چاروں طرف اُٹھ کر دیکھا اور پھر کروٹ بدل کر سو گئی۔

میں نے پھر خواب دیکھا کہ اس کمرے کے چاروں طرف آگ لگ گئی۔ ہر طرف شعلے ہی شعلے، دھواں ہی دھواں، میرا کمرہ، تمام کمرے کا سامان، میرا بستر، میرا پلنگ بری طرح جل رہا ہے۔ دھوئیں سے میرا دم گھٹا جاتا ہے۔ ہر طرف سے چیخ و پکار کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ ناگہاں میں نے دیکھا وہ شعلوں کو چیرتا ہوا کمرے کے اندر گھس آیا۔ اور اپنے مضبوط اور قوی بازوؤں میں اُٹھا کر مجھے باہر نکال لایا۔

میری آنکھ کھل گئی۔ پھر میں تمام رات نہ سو سکی۔ ساری رات بستر پر بیٹھے بیٹھے سوچتے سوچتے گذار دی۔ کیا سوچ کر آئی تھی کس حوصلے سے آئی تھی۔ کس فخر و مباہات کے ساتھ کس غرور و تمکنت کے ساتھ آئی تھی۔ اور کیا ہو گیا۔ اور اب کیا ہو گا۔ اسی حل و عقد میں سویرا ہو گیا۔ آفتاب، فوقِ مشرق پر جلوہ گر ہوا۔ یہی وہ آفتاب ہے جو میری زندگی کا پہلا آفتاب ہے۔ جو آج تک جلوہ گر ہے۔ اسی کی میری شمعِ حیات روشن ہے۔ کبھی کبھی یہ شمع اس قدر روشن اور تابناک ہو جاتی ہے۔ کہ تمام فضا جگمگا جاتی ہے۔ اور کبھی کبھی یہ احساس ہوتا ہے کہ چراغِ زندگی بس بجھا ہی چاہتا ہے۔ چاروں طرف اُداسی اور مایوسی ڈیرے ڈال دیتی ہے۔

صبح جب میں منہ دھونے بیٹھی تو مجھے رات کا وہ خواب یاد آیا کہ میں کس طرح پہاڑوں کی رنگین وادیوں میں جوئے شیر کے کنارے اپنا منہ دھو رہی تھی۔ میں سوچتی رہی اور کُلیاں کرتی رہی۔ پھر میں نے اور ستارہ نے صبح کی چائے پی۔ چائے کے دوران میں ستارہ نے مجھ سے کہا۔

"ستیدہ تم نے ایک مریض کی عیادت کے سلسلے میں جس پُرخلوص انسانیت، دردمند اخلاق کا ثبوت دیا ہے اس کے لئے میرے

www.taemeernews.com

میں الفاظ نہیں کہ تمہارا شکریہ ادا کرسکوں۔ یہ بات دیگر ہے کہ بات وہ پیدا ہو گئی جس بات کا وہم و گمان بھی نہ تھا۔ کل شام جو تم کو تکلیف ہوئی اس کا مجھے بے حد افسوس اور سخت ملال ہے پھول اور کانٹے کی بحث میں میں صرف اسی قدر کہوں گا کہ تم دونوں اپنی اپنی جگہ درست ہو۔ تمہارا نظریہ قطعی درست۔ اس کا زاویۂ نگاہ بالکل صحیح۔ صرف الفاظ کا پھیر ہے۔ تم دونوں کی منزل ایک ہی ہے راستہ بھی ایک۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ تم مغرب سے چلیں۔ اور وہ مشرق سے۔ بیچ میں دونوں کا تصادم ہو گیا۔ تمہارا قدم جوانی کے جوش میں ایک الھڑ یا تجربہ کار عورت کا والہانہ قدم تھا اور اس کا قدم ایک گرگ باراں دیدہ کی طرح پُرسکون مضبوط اور مستحکم تھا۔ ظاہر ہے بساط سے زیادہ تیز چلنے والا منہ کے بل گرتا ہے تم نے بھی پھر اسی طرح کی ٹھوکر کھائی ہے۔ مگر تمہاری ہمت قابلِ داد ہے۔ کہ تم نے تن تنہا اتنا طول طویل اور خوفناک سفر اختیار کیا۔ کیوں نہ تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ایک ہی راستہ پر گامزن ہو جاؤ۔ اور کیوں نہ دنیا والوں کو دکھا دو کہ تم دونوں نے وہ راستہ تلاش کر لیا جہاں مرد اور عورت کا تصادم ناممکن ہے میں قسم کھاتا ہوں۔ وہ تمہارا بہترین ہم سفر اور ایک معتبر ساتھی ثابت ہوگا۔ مجھ پر بھروسہ رکھو۔ میں تمہارا ہم جماعت ہوں۔ میں اسے جلد ہموار کر لوں گا۔ کہ وہ تمہارا ساتھ دے سکے۔ مگر ابھی نہیں۔ وہ بیمار ہے مجھے قطعی اُمید ہے کہ وہ جلد اب اچھا ہو جائیگا۔"

"وہ کیا بیمار ہے؟" میں نے پوچھا "وہ کب سے اس کی یہ حالت ہے؟"

اُس نے جواب دیا "بظاہر وہ اختلاجِ قلب اور ہائی بلڈ پریشر کا مریض ہے۔ اکثر اُسے غشی اور بے ہوشی کے دورے آتے ہیں۔ دراصل اُس کا مرض کیا ہے۔ ڈاکٹر کی بھی سمجھ میں نہیں آتا۔ شاید کسی صدمہ کی وجہ سے اس کا دماغ ماؤف ہو چکا ہے۔"

"صدمہ، کیسا صدمہ؟" میں نے پوچھا۔

اس نے جواب دیا "یہ ایک راز ہے جو وقت آنے پر تم کو خود معلوم ہو جائے گا۔ جب سے وہ گھر سے بغاوت کر کے فرار ہوا۔ اس وقت سے ایک عرصہ تک لاپتہ رہا۔ اور پھر میں نے اُسے بسیار تلاش کے بعد اسی سینی ٹوریم میں پایا۔ جہاں سے وہ تم کو جواب دیتا رہا۔"

"بغاوت۔ کیسی بغاوت؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

اُس نے جواب دیا "یہ بغاوت بھی ایک راز ہے۔ وقت آنے دو۔ وقت تمہیں سب کچھ بتا دے گا۔"

میں نے کہا "ستار یہاں سب کچھ راز ہی راز ہے۔ انکشاف کسی بھی چیز کا نہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر یہ معمہ کیا ہے؟ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں نے مل کر میرے خلاف کوئی زبردست سازش کی ہے۔"

اُس نے جواب دیا "سازش کیسی۔ یہ کونسی ایسی جنگ ہے جہاں سازش کا کام ہو۔ غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو۔ دنیا بذاتِ خود ایک معمہ ہے جسے فرشتے آج تک حل نہ کر سکے۔ تم پر خود واضح ہو جائیگا۔ کہ میں نے نیک مشورہ دیا تھا۔"

میں نے پوچھا "تمہارے بھائی کی حالت کیسی ہے۔ رات پھر کیا حال رہا؟"

"رات بھر ڈاکٹر انجکشن دیتا رہا۔ وہ نرس جو ضرورت سے زیادہ مہربان ہے رات بھر نہیں سوئی۔ مریض کو بارہ بجے ہوش آیا۔ لیکن فوراً ہی ڈاکٹر نے نیند کی دوا دی تاکہ وہ سو جائے۔ اور جو کچھ گذرا ہے وہ بھول جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ آج وہ ضرورت سے زیادہ اچھا ہے۔ اس قسم کے مریضوں کا ایسے حادثے سے یہی نتیجہ ہوتا ہے۔ موت یا پھر زندگی۔ اسی لئے ڈاکٹر نے اتنا بڑا خطرہ مول لیا تھا اور اُس نے تم کو ملاقات سے روکا نہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ تمہاری آمد اُس کی صحتِ کلی کی موجب ہے۔ تمہارے قدموں کی برکت مبارک ہے۔ وہ آج اس قدر مطمئن اور سکون پذیر ہے کہ جیسے کبھی بیماری نہ تھا۔ صرف کمزوری اور نقاہت باقی ہے۔ تم چاہو تو اس سے مل سکتی ہو۔"

ابھی ہم یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ شفا خانے کا ملازم ایک پرچہ لے کر داخل ہوا۔ جس پر ٹوٹے پھوٹے قلم سے یہ شعر تحریر تھا۔

بہ لبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم
پس ازاں کہ من نمانم بہ چہ کار خواہی آمد

(ترجمہ:- میری جان ہونٹوں تک کھنچ کر آچکی ہے۔ اے دوست تو

آجاکر میں زندگی پاؤں۔ پس اگر میں مر ہی گیا تو پھر تو آکر کیا کرے گا؟)
جس طرح ایک شکست خوردہ ہزیمت یافتہ سپاہی غلامی کی زنجیروں میں اسیر کسی فاتح کے سامنے جاتا ہے۔ میں اس کے پاس پہنچی۔ میں نے ہاتھ اٹھاکر اسکو سلام کیا۔

"کہیئے نصیب دشمناں اس وقت مزاج کیسا ہے؟" میں نے پوچھا۔ "سُنا ہے کہ آج طبیعت بحال ہے؟"

اُس نے برجستہ یہ شعر پڑھا۔

"اچھے عیسیٰ ہو مریضوں کا خیال اچھا ہے
ہم مرے جاتے ہیں تم کہتے ہو حال اچھا ہے"

میں نے کہا "شاعری برطرف۔ کل کا ڈرامہ ایک ہولناک سین کے ساتھ ختم ہوچکا۔ اب اس کھیل کو دوبارہ نہ شروع کریں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آج ڈاکٹر کو اطمینان ہے۔ ویسے بھی چہرے پر بحالی اور صحت کے آثار ہیں"

اُس نے کہا۔

"اُن کے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے"

میں نے کہا "ڈاکٹر نے زیادہ بات کرنے کے لئے منع کیا ہے مریض کو زیادہ نہ بولنا چاہیئے"

وہ:- "اونہہ، یہ ڈاکٹر واکٹر سب ناکارے ہیں۔ وہ مجھ کو نہیں سمجھ پاتے۔ میرا مرض کیا خاک ان کی سمجھ میں آوے گا اور وہ نرس؟۔ وہ تو مدتوں کی بیمار ہے۔ اُسے یہی اندیشہ ہے کہ کہیں میں اچھا ہوکر سینی ٹوریم چھوڑ کر بھاگ نہ جاؤں۔ جو خود بیمار ہو وہ میری تیمار داری کیا کرے گی۔ میں تو اسی ایک آسرے پر زندگی کے دن پورے کر رہا ہوں ؎

دیکھئے پاتے ہیں بیمار بتوں سے کیا فیض
اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے"

میں:- "یہ بیکار کی شاعری پھر شروع ہوگئی۔ دیکھئے میں جاتی ہوں"
اور میں اُٹھکر چلنے کے لئے تیار ہوئی۔

"ٹھیرو ٹھیرو" اس نے گھبراکر پکارا۔ تعجب اور حیرت ہے کہ وہ مریض جو بغیر سہارے کروٹ نہ لے سکتا ہو۔ از خود اُٹھکر زمین پر کھڑا ہوگیا۔ مگر فوراً ہی اس کا پاؤں کانپا۔ وہ لڑکھڑایا۔ وہ گرنے ہی والا تھا کہ میں نے دوڑکر اس کو پکڑ لیا۔ اور سنبھال کر بستر پر لٹا دیا۔

اس نے کہا "تم نے ایک گرتے ہوئے کو سنبھالا دیا ہے۔ تم میرا سہارا معلوم ہوتی ہو"

میں:- "نہیں نہیں، تم مجھے اپنا سہارا نہ بناؤ۔ مجھے بے سہارا ہی رہنے دو۔ میں نے "امر جیوتی" میں پڑھا ہے "عورت سہارا پاکر کمزور ہوجاتی ہے"

یکایک اس طرح کھڑے ہوجانے پر مریض کے چہرے پر تکان اور نقاہت کے آثار نمایاں تھے۔ اس کے ماتھے پر پسینہ آرہا تھا۔ میں نے آج اس کے چہرے کو بغور دیکھا۔ وہ میری طرف مسحور کن نگاہوں سے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔ میں پشیمان ہوگئی۔ میں نے گھبراکر بے تابانہ اُس سے کہا۔

"قتیل صاحب مجھے تم سے ڈر لگتا ہے۔ تم نہ جانے کس طرح مجھے دیکھتے ہو۔ میں تمہاری نظروں کی تاب نہیں لاسکتی۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے میں اس سفر میں اپنا سب کچھ لُٹا بیٹھی ہوں۔ میرا دل، میرا دماغ، میرا ذہن، میرا ضمیر، میرا حوصلہ، میرا مستحکم ارادہ میرا سارا سامانِ زندگی لُٹ چکا ہے۔ جیسے کہ میں قید ہوچکی ہوں۔ مجھے بھاگ جانے دو۔ مجھے آزاد رہنے دو۔ مجھے زندہ رہنے دو۔ مجھے ان ریشمی ڈوریوں میں کس کر نہ باندھو۔ میرے پاؤں میں سونے چاندی کی زنجیریں نہ ڈالو۔ تم بے حد خطرناک ہو۔ میں تم سے خوفزدہ ہوں"

"خیر..... خیر" اس نے زور کا قہقہہ لگایا۔ "تم اور مجھ سے خوفزدہ۔ تم تو ایک بے باک، بہادر، دلیر زندہ اٹل قوتوں کی علمبردار باغیوں کی سردار ہو۔ تم کو ایک کمزور ناتواں مریض سے ڈر لگتا ہے۔ دیکھا تم نے۔ تم عورت ہو، کمزور عورت، تم میں اتنی بھی ہمت نہیں۔ کہ ایک لاغر بیمار مرد کا گلا اپنے ہاتھوں سے گھونٹ دو۔ تم تو بانس کا درخت اکھاڑنے جارہی تھیں۔ تم بانسری کی تان میں کہاں کھو گئیں"

پھر وہی کل کا خوفناک ڈرامہ شروع ہوگیا۔ میں بے تحاشہ وہاں سے بھاگ آئی۔ اور وہ تمام دن خیالوں کی دنیا میں میرے پیچھے دوڑتا رہا۔ دوڑتا رہا۔ میں دامن کشاں بھاگتی رہی۔ بھاگتی رہی یہاں تک کہ دن ختم ہوگیا۔ شام ڈھل گئی۔ اور رات کی تاریکی میں میرے

خیالوں پر مسلط ہو گئی۔ میں نے محسوس کیا کہ جیسے میں اس کی قیدی ہوں۔ اب مجھ سے وہ بھاگ رہا ہے اور میں اس کے پیچھے دوڑ رہی ہوں۔ یہاں تک کہ وہ دوڑتا رہا۔ دوڑتا چلا گیا۔ میں اُس کے پیچھے بھاگتی رہی بھاگتی رہی۔

میں نے دانتوں سے اُنگلی کاٹ کر اس بات کا یقین کر لیا کہ میں بے ہوش نہیں۔ اور نہ عالمِ خواب میں ہوں۔ بلکہ جاگ رہی ہوں۔ اب میں اپنے کو روک نہ سکی۔ بھاگ کر مریض کے پاس پہنچی۔ وہ سکون کے ساتھ بستر پر لیٹا آہستہ آہستہ یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

آج تو دردِ ہجر بھی کم ہے
آج تو کوئی آگیا ہوتا

میری تمام تر توجہ اس جادوگر کے چہرے پر مرکوز تھی۔ وہ مجھے ہنوز انہیں آتشیں نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ جیسے میری ہستی جلا کر خاک کر دے گا۔ نہایت حسین آنکھیں جو باوجود دیہری ہونے کے بالکل ایسی جیسے ویران اور سنسان گلیاں۔ اس کے بے رنگ لبوں پر ہلکا سا پُراسرار تبسم۔ ایسا عجیب تبسم جس میں سینکڑوں مچلتے ہوئے آنسوؤں اور پُردرد فریادوں کی جھلک نمایاں تھی جشنِ بہار پڑ کر پھر اور بکھر جاتا ہے۔ اس کے چہرے پر نہ معلوم کتنی پُرحسرت اور مایوس کن داستانیں برس رہی تھیں۔ اور ہر داستان ختم ہوتے ہوتے اس کے پھیکے لبوں پر ایک تبسم پیدا کر دیتی تھی۔ اس کی صورت پر ایک نامعلوم سا لگاؤ، ایک عجیب سی کشش اور بے پناہ جاذبیت۔ اس نے نظر اُٹھا کر پھر میری طرف انہیں معنی خیز نظروں سے دیکھا میں پھر گھبرائی ضرور۔ مگر میں اب ایسی نگاہوں کے دیکھنے کی عادی ہو چکی تھی۔ اس کی آنکھوں میں غیر معمولی سُرخی اور خفیف سی نمی تھی۔ غم نے اس کے چہرے کے گرد ہالہ کر رکھا تھا۔ بے کسی، مایوسی اُداسی اور قنوطیت اس کے سر پر سایہ ڈال رہی تھی۔ غم کی بدلیاں اُس کے پُراسرار تبسم سے آنکھ مچولی کھیل رہی تھیں۔ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ اس کی ساری زندگی تحلیل ہو کر آنسوؤں میں تبدیل ہوتی جا رہی ہے۔

"کیا تم رو رہے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں تو" اُس نے جواب دیا "میری آنکھیں ہنس رہی ہیں۔ جب میری آنکھیں ہنستی ہیں تو اُن سے موتی برس پڑتے ہیں" اُس نے یہ جملہ کچھ اس انداز سے کہا کہ ہر لفظ دل پر ایک چوٹ دیتا تھا جسکی چوٹ سے دل کے سازِ شکستہ سے دردناک نغمے اُبل پڑے ہوں۔ ایک دردناک تسلسل کے ساتھ آنسوؤں کی جھڑی۔ جیسے کوئی مصیبت زدہ بے وقت کی چھیڑ سے اور دل شکستہ ہو کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ کچھ اسی طرح کی حالت اس وقت میری تھی۔ اب میں مجبور ہو گئی۔

میں نے اس کے قدموں پر اپنا سر ٹیک دیا۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ اُس نے میرا سر اپنے ناتواں ہاتھوں سے اُٹھایا۔ وہ بولا۔

"آخر تم کیوں رو رہی ہو۔ کیا میں رونے کے لئے کم ہوں۔ میری محسنہ، میری عزیزہ، میری غمگسار، میں نے رو رو کر خدا کی ساری کائنات کو غمناک کر دیا ہے۔ میرا آنسو اپنے پہلو میں ایک سمندر کی امنگ لئے ہے۔ رونا تو میرا مقدر ہے۔ تم دیکھتی نہیں میں جل رہا ہوں، جھلس رہا ہوں۔ انگاروں پر لوٹ رہا ہوں۔ اپنی ہر سانس پر جان کی بازی لگاتا ہوں۔ پھر بھی مسکراتا ہوں۔ سیدہ خدا کے لئے چپ ہو جاؤ۔ قسم ہے اس پاک جذبہ کی۔ میں وہ ہرگز نہیں جو تم نے آج تک مجھے سمجھا ہے۔ بخدا اگر تم وہ نہیں جو میں ہوں اور اگر میں وہ نہیں جو تم ہو تو پھر میں زمانہ سے ایک خوفناک انتقام لوں گا۔ میں دنیا کے ہر حادثہ کو لبیک کہہ سکتا ہوں۔ ہر مصیبت کو دعوت دے سکتا ہوں۔ مگر ایک عورت کی خوبصورت آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔" اس نے میرے آنسو اپنے رومال سے پونچھے۔ ہم لوگ ایک عجیب دنیا میں تھے۔ جہاں آنسو ہی آنسو، جہاں حسرت ہی حسرت، مایوسی ہی مایوسی، اداسی ہی اداسی یاس ہی یاس، بیکسی ہی بیکسی۔

ہم دونوں ایک دوسرے کو خاموش آنکھیں پھاڑے دیکھ رہے تھے کہ نرس نے ہمیں اس رنگین خواب سے چونکا دیا۔ میں نے کہا۔

"نرس آج تمہاری چھٹی ہے۔ نہ جانے کتنی راتوں سے تم مسلسل جاگ رہی ہو۔ جاؤ آج جی بھر کے سو جاؤ۔ میں یہاں موجود رہوں گی"

نرس مجھے اس طرح گھور گھور کر دیکھ رہی تھی۔ غصہ سے کہ مجھ کو کھا جاوے گی۔ اس کی حالت بالکل اُس زخمی شیرنی کی طرح تھی جس کا بچہ اس کے سامنے دم توڑ رہا ہو۔ اور شکاری بھی اس کے سامنے ہو۔ شکیل نے کہا "ہاں نرس تم آج جا سکتی ہو"

وہ کرسی کو ایک لات مار کر ڈاکٹر کے پاس چلی گئی۔ شاید وہ یہ توہین برداشت نہ کرسکی تھی۔ اُس کے ہر قدم پر رقابت برس رہی تھی۔ قتیل کو بے اختیار ہنسی آگئی۔ میں نے پوچھا "آپ ہنستے بھی ہیں۔ اور روتے بھی ہیں"

اُس نے برجستہ یہ شعر پڑھے۔

جبر کی ہر قید و بندش کو مٹا سکتا ہوں میں
دیدۂ تر کی جھڑی میں مسکرا سکتا ہوں میں
میں بہت سرکش ہوں باغی ہوں مگر تیرے لئے
آسماں کو تیرے قدموں پر جھکا سکتا ہوں میں

"کتنے برمحل شعر یاد ہیں آپ کو" میں نے کہا۔

"برمحل شعر یاد نہیں۔ بلکہ برمحل اور فی البدیہہ کہتا ہوں" اس نے جواب دیا۔

میں:۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ آپ صرف شاعر ہی نہیں۔ بلکہ ایک انسان بھی ہیں۔ عام انسانوں سے بھی کچھ بالاتر۔ مافوق الفطرت اور محیر العقل بھی۔ مجھے معاف کر دیجئے میں نے آپ کے متعلق ایک غلط رائے قائم کر رکھی تھی۔ اور آپ کو نہ جانے کیا کیا سمجھ کر بُرا بھلا کہتی رہی تھی۔

وہ:۔ اور میں نے جو تمہارے متعلق رائے قائم کی تھی وہ حرف بحرف صحیح اور درست۔

میں:۔ وہ کیا؟

وہ:۔ یہی کہ تم اپنے وقت کی قلوپطرہ ہو۔ مصر کی وہ حسین اور خونخوار ملکہ جو اپنے حسن کے پرستاروں کو اپنے ہاتھ سے زہر دیکر ان کی نزع کی کیفیت سے لطف اندوز ہوتی تھی۔ حالانکہ میں نے تمہیں دیکھا نہ تھا تاہم جانتا تھا کہ تم خوبصورت ہوگی۔ اتنی جیسی کہ ایک آسمانی بجلی۔ جس کے دامن پر ستارے جڑے ہوں۔

میں:۔ مبالغہ نہ کیجئے۔ طعن و طنز سے کام نہ لیجئے۔ میں آج بے حد دکھی ہوں۔ مجھے تسلی دیجئے۔ بخدا میں نے بچپن سے اس وقت تک بے حد تکالیف اٹھائی ہیں۔

وہ:۔ سچ سچ سیدہ میں تم کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ تم نے اور تمہاری قابل فخر عالی مرتبت والدہ نے جن مصیبتوں اور مشکلوں کا سامنا کیا اُن سے میں بخوبی واقف ہوں۔ انفرادی طور پر تم مردوں کو بُرا بھلا کہنے میں حق بجانب ہو۔ تم نے پھول اور کانٹے میں جو مردوں کے تاریخی مظالم عورتوں پر، عورتوں کے کارنامے، اسلام میں عورتوں کے حقوق جو کچھ بھی پیش کئے وہ اپنی جگہ پر قطعی درست۔ فرق اتنا ہے کہ تم نے دنیا کو ابھی بہت محدود نظروں سے دیکھا ہے۔ اس کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ تم نے وقت سے پہلے اس کام کو شروع کر دیا۔ صرف کتابیں اور تاریخیں پڑھ لینے سے انسان کامل نہیں ہو جاتا۔ اس کو مشاہدات اور تجربات کی ضرورت پڑتی ہے۔ عورت کی بیکسی اور بے بسی زندگی ختم کر دینے میں میں تمہارا ہم مشرب اور شریک ہوں۔ تمہاری ہر امداد کو تیار ہوں۔ بشرطیکہ تم اپنا رویہ بدل ڈالو۔ اور الفاظ کی سختی اور درشتی کو نرمی میں تبدیل کر دو۔

میں:۔ کیا آپ میرا ساتھ دینے کو تیار ہیں۔ میں ایک انجمن حقوق نسواں کی بنیاد ڈالنے جا رہی ہوں۔ اس کے لئے مجھے ایک مشیر کار کی ضرورت ہے۔

وہ:۔ ہاں ہاں یہ سب ہو جاوے گا۔ بشرطیکہ میری زندگی نے وفا کی۔

میں:۔ اوہ خدا کرے آپ جلد اچھے ہو جائیں۔ آپ کتنے اچھے ہیں۔ خدا کرے میرا مقصد آپ کی امداد سے حل ہو جائے۔ میں اس دنیا میں گمنامی کی موت مرنا نہیں چاہتی۔ میں عورت قوم کے لئے کچھ کر جانا چاہتی ہوں۔

وہ:۔ سیدہ یہ سب ہو جائے گا۔ تمہارا عزم سلامت، تمہارا حوصلہ مبارک۔ تمہارا ارادہ نیک۔ تمہاری ہستی قابل فخر، تمہارا وجود قابل داد، میں تمہارے علم و حلم کی تعریف نہیں کر سکتا۔ کاش تم ہندوستان میں نہ پیدا ہوئی ہوتیں تو ضرور کسی ملک کی "جون آف آرک" ہوتیں۔

اس نے ایک مرتبہ مجھے زمین سے اٹھا کر آسمان پر بٹھا دیا۔ میرے دل میں اُس کی عظمت اور عزت پیدا ہو چکی تھی۔ میری گفتگو "تو اور تم" سے "آپ" میں تبدیل ہو چکی تھی۔ مجھے اپنی کامیابی کی پھر ایک اُمید دکھائی دینے لگی۔ میں نے محسوس کیا میری بجھی ہوئی راکھ میں ابھی ایک چنگاری باقی ہے جو آگ لگا دینے کے لئے کافی ہے۔ وہ نہ جانے کیا کیا کہتا رہا میں ٹکٹکی باندھے اُسے دیکھتی رہی۔ تا آنکہ وہ بھی خاموش ہو گیا۔ ہم لوگ نہ جانے کس دنیا میں پہنچ گئے۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے ہم

رفیق نفسانی نہیں، بلکہ رفیق روحانی ہیں۔ میں نے اپنے ہر غم کو اس کی خوشی پر قربان کر دیا۔ میرا سکون، میرا چین، میرے خیالات، میرے جذبات، میری تمنائیں، میری آرزوئیں، میرا ارادہ، میرا مقصد، یہ سب ہزاروں کوس پیچھے رہ گئے۔ اس کا خلوص، اس کا اخلاق، اس کی ہمدردی اور بے گانہ وار بے لوث یگانیت۔ یہ سب سے آگے۔ میری بے اعتنائی کے ارادے اب مفلوج، اس کی وفاداری کے ارادے مستحکم، کیا ہوگا؟۔ کیا ہونے والا ہے خدا ہی بہتر جانتا ہے۔

اس وقت عہد و پیمان کا وقت نہ تھا۔ سلام و پیام کی فرصت نہ تھی۔ وہ نازک موقعہ، وہ زرّیں لمحہ صرف اسیقدر حاصل زندگی تھا کہ بس ایک دوست اور سچے رفیق کی حیثیت سے ایک دوسرے کا ہاتھ میں ہاتھ تھام لیں۔ اور کھو جائیں۔ ایسے سچے رفیق جن کے جسم مختلف ہوں مگر روح ایک ہی۔ قالب دو ہوں مگر جان ایک۔ دل دو ہوں مگر ان کی تڑپ ایک۔ آنکھیں چار ہوں مگر ان کی نگاہ ایک۔ ہمارا سفر ایک راستہ ایک۔ منزل ایک، عزم و ارادہ ایک، ہمارا قدم مستحکم، ہماری زندگی ایک نئی زندگی۔

میں نے کہا۔ "تیتل میں آپ کا شکریہ نہیں ادا کر سکتی۔ آپ نے مجھے ڈوبنے سے بچا لیا۔ سمندر کی تہہ سے نکال کر فلک الافلاک پر بٹھا دیا۔

وہ:۔ تم ایک بیمار کے پاس مسیحا بن کر آئیں۔ تم نے مجھے ایک نئی زندگی بخشی۔ ایک لب گور کو مرنے سے بچا لیا۔ مجھے جلا لیا۔

ہم ابھی یہ رنگین خواب دیکھ ہی رہے تھے۔ کہ وہ نرس ایک انتقامی حوصلہ کے ساتھ ڈاکٹر کو ہمراہ لئے داخل ہوئی۔ ڈاکٹر نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں دخل در معقولیت ہو رہا ہوں۔ تمہاری حالت ہنوز قابلِ اطمینان نہیں ہے۔ تم نے میرے شفاخانے کے سارے انجکشن ختم کروا دیے۔ میں نے ستار کو انجکشن لینے روانہ کر دیا ہے ایسی حالت میں تمہاری تیمارداری صرف نرس کر سکتی ہے۔"

وہ:۔ ڈاکٹر صاحب مجھے تمہاری دواؤں کی ضرورت نہیں۔ ورنہ مجبوراً مجھے تمہارے شفاخانے سے استعفیٰ دینا پڑے گا۔ میں اب بالکل اچھا ہوں ڈاکٹر۔

ڈاکٹر نے ایک دشمنی اور مجھے مریض کو تنہا چھوڑنا پڑا۔ وہ رات کس طرح گذری یہ یاد ہی نہیں۔ دوسری صبح مجھے جانا ضروری تھا۔ اور

سلونا تو سب سے پہلے جانے کو تیار تھی۔ ہم کو پورے ۴۸ گھنٹے ہو چکے تھے۔ چنانچہ میں اس سے رخصت ہونے کے لئے گئی۔ ستار انجکشن لے کر واپس آ چکا تھا۔ کس قدر تعجب اور حیرت ہے مجھے کہ وہ اس قدر بے نیاز اور لاپرواہ قسم کا انسان تھا کہ میں نے کہا میں جا رہی ہوں تو اس نے فوراً جواب دیا "خدا حافظ۔ تم جا رہی ہو سعیدہ۔ شاید اب تم یہاں نہ آ سکو۔ ایسی حالت میں مجھے ہی تمہارے پاس آنا پڑے گا۔ اچھا تم جاؤ۔ میں اب قطعی زندہ نہ رہوں گا۔ اور ضرور آؤں گا۔ فی امان اللہ" پھر ایکبار اس کی آنکھوں میں نمی اور ہونٹوں پر تبسم نمودار ہوا۔ اور اس نے مجھے پُر حسرت نگاہوں سے دیکھا۔ میں بھاگ آئی۔ شاید اب میں بھاگ سکتی تھی۔

ریل کا سفر اور تنہائی۔ آخر اس نے مجھے روکا کیوں نہیں۔ زیادہ دو ایک دن مزید قیام کے لئے اصرار کیوں نہیں کیا۔ شاید میرے جانے سے اس کو خوشی ہو۔ یا نرس نے پہلے سے اس کے کان بھر دیئے ہوں۔ یہ نرس خواہ مخواہ ہر ایک راستہ میں آ جاتی ہے۔ چنانچہ میری زندگی کے اس حادثے میں اس کا بھی ایک عجیب و غریب کردار ہے۔ سفر تمام ہوا میں گھر آ چکی تھی۔

عزیزم صفیہ! گھر آنے پر پھر کیا ہوا کیا ہوتا رہا۔ اسکے لئے ایک مدت درکار ہے۔ میری دوست جلدی نہ کرو۔ تاریخ کا خیال رکھنا۔ خود پردۂ سینما پر آ کر دیکھ لینا۔ بہ الفاظ دیگر میری آپ بیتی کی دوسری قسط کا انتظار کرو۔ تم کہو گی۔ واہ۔ تم نے ابھی یہ نہیں بتایا۔ وہ نہ بتایا۔ اور یہ کہاں بتایا کہ شادی کب ہوئی کہاں ہوئی کیسے ہوئی؟۔ ٹھہرو ٹھہرو صفیہ! تم تو بیحد جلد باز ہو۔ میرا اسقدر طویل خط جس کے پڑھنے کے لئے ایکسال کی مدت درکار ہے۔ کافی ہے۔ یہی وہ رنگین واقعہ تھا جس نے میری زندگی کا پانسہ پلٹ دیا۔ اسے میں نے قریب قریب حرف بحرف اپنی ڈائری سے نقل کیا ہے۔ خدا معلوم تم پڑھتے پڑھتے تھک بھی جاتی ہو یا نہیں۔ مگر میں تو تحریر کرتے کرتے خستہ ہو چکی ہوں اب میری انگلیوں میں دم نہیں ہے۔ وہ بُری طرح دکھ رہی ہیں۔ میں متواتر پندرہ یوم سے اسے تحریر کر رہی ہوں۔ بارہا ٹھنڈی سانسیں لے چکی ہوں۔ متعدد بار میری پلکوں پر گرم گرم آنسو تھرتھرا چکے ہیں۔ میری آئندہ زندگی اس سے کہیں زیادہ لرزہ خیز، خوفناک اور بھیانک ہے۔ اس کے لئے تمکو رسالہ خاتونِ مشرق کے کسی اور سالگرہ نمبر کا انتظار کرنا پڑیگا۔ اگر جنوری نمبر کے رسالہ خاتونِ مشرق میں

کہاں میرے کیونکر ہوا۔ تم یہ سب جاننے کے لئے بیتاب ہوگی صفیہ۔ اب تم یقین رکھو۔ تم وہ سب جان جاؤ گی جو میں جانتی ہوں ——— تمہاری سعیدہ

www.taemeernews.com

رضیہ کراس اسٹیچ

اکثر مشرقی بہنوں کو کراس اسٹیچ کے کام سے بہت زیادہ دلچسپی ہوتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ کراس اسٹیچ سے اکثر خواتین بہت شوق رکھتی ہیں۔ رضیہ سلطانہ صاحبہ نے کراس اسٹیچ کی ایک ایسی بہترین کتاب تیار کی ہے کہ آج تک ایسی بہترین کتاب شائع نہیں ہوئی ایسی ایسی بیلیں، دامن، کونے اور مرکز اس کتاب میں آپ کو ملیں گے کہ آپ دیکھ کر پھڑک اٹھیں گی۔ مشرقی مغربی کشیدہ کاری کی طرح اس کتاب کا سائز بھی اعلیٰ اور عمدہ ہے اور جلد اتنی مضبوط اور خوبصورت ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ قیمت چار روپے۔

پتھر سے ہیرا

محبت کی ایک نگاہ انسانی زندگی میں کیسے کیسے انقلاب پیدا کر سکتی ہے اور وحشی درندوں کو کس آسانی سے رام کر سکتی ہے اس کا حال اگر دیکھنا منظور ہے تو ڈاکٹر سعید احمد بریلوی کا دلچسپ اور دلکش افسانہ "پتھر سے ہیرا" ملاحظہ فرمائیے۔ جو اپنی ادبی خوبیوں کے لحاظ سے بھی معدن اردو کا ایک درخشندہ ہیرا ہے۔ یہ سچا قصہ آپ کو بتائیگا کہ اس دنیائے انسانی میں ایک عورت کی سچی ہمدردی اور محبت بھری گفتگو کیسے کیسے جادو کر سکتی ہے۔ قیمت دو روپے۔

بہادر شاہ کا خواب

دلی کی ٹکسالی زبان کی ماہر چند ممتاز ہستیاں ہیں جنہیں انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔ اور ادیب الملک خواجہ محمد شفیع صاحب دہلوی ان میں کی ایک ہیں۔ زبان کی شیرینی، محاورات کی چاشنی، لطافت بیان ایسی وہ خوبیاں ہیں جنہوں نے خواجہ صاحب کے اچھوتے طرز نگارش کو انتہائی قابل قدر بنا دیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ ان کے افسانے اور ڈرامے دلی کی تہذیب کا آئینہ اور وہاں کے ماحول کی صحیح تصویریں ہیں۔ "بہادر شاہ کا خواب" انہیں افسانوں کا مجموعہ ہے۔ سرورق رنگین اور خوشنما۔ قیمت دو روپے رعایتی

ابلیس

خواجہ محمد شفیع دہلوی کا بہترین ناول ایک دیوانی ماں اور جرائم پیشہ باپ کی اولاد کے واقعات۔ آپ خود سمجھ لیجئے کہ خواجہ صاحب نے کیا کچھ نہ بھر دیا ہوگا۔ ایکمرتبہ کتاب ہاتھ میں اٹھانے کے بعد ختم کرنے سے پہلے چھوڑنے کو طبیعت نہیں چاہے گی۔ قیمت دو روپے۔

رضیہ موڈرن فیشن بک

فیشن کی وبا سب سے پہلے لندن، امریکہ پیرس کی آزاد خواتین میں نمودار ہوئی اس کے بعد پنجاب کی خواتین نے اس کو اختیار کیا اور ہوتے ہوتے یہ فیشن تمام ہندوستان و پاکستان میں پہنچ گیا۔ چنانچہ مشرقی بہنوں نے فیشن ایبل کپڑے تیار کرنے پر لاکھوں روپیہ برباد کیا۔ رضیہ سلطانہ دہلوی نے فیشن ایبل کپڑے تیار کرنے کے لئے ایک کتاب تیار کر دی ہے۔ اس میں ڈھائی سو قسم کے فیشن ایبل کپڑے تیار کرنے کی ترکیبیں معہ نقشہ جات درج ہیں۔ اور ہر لباس میں خواتین اور بچوں کی قلمی تصویریں اسی لباس کے ساتھ بنا دی گئی ہیں۔ تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو گی یہ کتاب ضرور خواتین کو پسند آئے گی۔ بڑا سائز بہت خوبصورت جلد۔ قیمت چار روپے۔

زارینہ

روسی ملک کی پوشیدہ ڈائری زارینہ میں ملاحظہ فرمائیے جس نے قیصر جرمنی کے ہاتھوں کٹھ پتلی بنکر روسیوں پر لرزہ خیز مظالم کئے۔ اور فرضی صوفی راسپوٹین سے ساز باز کرکے زاریت کی بنیادوں کو ہلا ڈالا۔ ظلم کی ناؤ ڈوب گئی۔ سنگدل زارینہ اور اس کے خاندان کو نہایت بے کسی کی موت مرنا پڑا۔ اور شیطان صفت راسپوٹین کو ہلاک کرکے اس کی راکھ تک کو ہوا میں اڑا دیا گیا۔ آج نئے روس کی شاندار تعمیر ہو رہی ہے اور ہم سب ہمدردی اور دلچسپی سے اس کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ لیکن بہت کم لوگ ہیں جو روسی شہنشاہیت کے زوال کی داستان اور اس کے ظلم و ستم کے حالات سے واقف ہوں۔ محمد رحیم دہلوی کے ناول زارینہ کی ملک کے متعدد معتدد لیڈروں اور ادیبوں نے تعریفیں کی ہیں۔ کتاب ظاہری اعتبار سے بھی شاندار ہے۔
قیمت دو روپے

تازیانہ

ایک خوبصورت نازک اندام حسینہ کی دلبری اور رو باہیت کی پُر لطف داستان جسکو محمد رحیم دہلوی نے اپنے زور قلم سے ناول نویسی کی معراج پر پہنچا دیا ہے۔ جو لوگ عورت کو ناقص العقل اور کمزور سمجھتے ہیں ان کے لئے تازیانہ واقعی تازیانہ ہے۔ خوبصورت جلد۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ

www.taemeernews.com

بچوں کیلئے دلچسپ اور سبق آموز کتابیں

ہمارا گاندھی دیش پتا مہاتما گاندھی کی پیدائش سے لیکر شہادت تک کے مکمل حالات جن سے سچائی، نیکی، وقت کی پابندی ماں باپ کی فرمانبرداری، محبت، بھائی چارے، امن شانتی، اہنسا (عدم تشدد) اور ایک دوسرے کے دُکھ درد میں شریک ہونے کا سبق ملتا ہے۔ قیمت فی جلد اُردو ایڈیشن آٹھ آنے۔ ہندی ایڈیشن آٹھ آنے۔

ہمارا جواہر لال آزاد ہندوستان کے پہلے وزیر اعظم اور ملک کے سب سے بڑے لیڈر پنڈت جواہر لال نہرو کی زندگی جس سے علم کی لگن، وقت کی قدر و قیمت، قربانی، تیاگ، دیش سیوا، اور گہرے سوچ بچار کی تحریک ہوتی ہے۔ قیمت فی جلد اُردو ایڈیشن آٹھ آنے ہندی ایڈیشن آٹھ آنے۔

ہمارا ابوالکلام آزاد آزاد ہند کے وزیر تعلیم اور علم و تدبّر کی مورتی مولانا ابوالکلام آزاد کے حالات زندگی جو پڑھنے والوں کے دلوں میں علم کی محبت، رواداری، اتحاد، مذہب سے لگاؤ، اصول پر قائم رہنے اور ہمت و استقلال کا درس دیتے ہیں۔ قیمت فی جلد اُردو ایڈیشن آٹھ آنے۔ ہندی ایڈیشن آٹھ آنے۔

ہمارا پٹیل ہندوستان کے مقبول رہنما سردار ولبھ بھائی پٹیل کے حالات زندگی۔ جو سیاسی دنیا میں اپنے آہنی عزم و ارادہ کے باعث "لوہے کا انسان" کہلاتا تھا۔ ان حالات سے پختہ ارادہ، دلیری اور بات پر مر مٹنے کا سبق ملتا ہے۔ قیمت فی جلد اردو ایڈیشن آٹھ آنے۔ ہندی ایڈیشن آٹھ آنے۔

ہمارا سُبھاش چندر بوس ہندوستان کے شہید اعظم اور جنگ آزادی کے سب سے بڑے سپاہی سبھاش چندر بوس کی زندگی کے حالات جنہوں نے ملک کے اندر رہ کر ہی نہیں بلکہ دوسرے ملک میں جلاوطنی کی زندگی میں آزادی کی لڑائی لڑی اور اسی جدوجہد میں اپنی جان تک قربان کرکے ایک مثال قائم کی۔ دلیری اور عزم کے اس دیوتا کے حالات حبّ وطن کا جیتا جاگتا سبق ہیں۔ قیمت فی جلد اردو ایڈیشن آٹھ آنے۔ ہندی آٹھ آنے۔

انسانیت کا خون

مہاتما گاندھی کے مقدمۂ قتل کی مکمل اور مستند داستان

مہاتما گاندھی کا ۳۰ جنوری سنہ ۱۹۴۸ء کی شام کو برلا ہاؤس نئی دہلی میں دردناک قتل، قاتل کی گرفتاری، ملزموں کا پولیس کے سامنے بیان، مقدمہ کا چالان، سرکاری گواہوں کے بیانات، ہندوستان کے مشہور و معروف وکیلوں اور بیرسٹروں کی بحث، قاتلوں کا اقبال قتل، قاتلوں کے فوٹو اور عدالت کا مکمل فیصلہ اور پھانسی کی سزا۔ پانچ سو پچیس صفحے کی مجلّد، مکمل باتصویر کتاب۔ قیمت پانچ روپے ۔/ہ عہ

ملنے کا پتہ:۔ دفتر رسالہ خاتون مشرق۔ اُردو بازار دہلی

ملکۂ بہار

انور بیگ ذکی بلاسی ایم۔ اے۔ ہردوپایان

آئی بہار دیکھو! وہ پھول مسکرائے
بلبل نے مست ہو کر اُلفت کا راگ گایا
شبنم نے صبح ہوتے نرگس کا منہ دھلایا
وہ پیڑ خفتہ خفتہ جوبن پہ آرہے ہیں
کلیاں ہیں مسکرائی بادِ صبا ہے آئی
"پی پی" کی ہوک اُٹھی بھونرے مچل رہے ہیں
نازک بدن حسینہ اک باغ میں ہے آئی
رنگیں تتلیوں میں ملکہ سجی سجائی
آہو مثال آنکھیں انجم ہیں آسماں کے
نازک کلائیوں میں رنگین چوڑیاں ہیں
ناز و ادا انوکھے کیا چال ہے نرالی
گلگشت کرچکی ہے بیٹھی ہے اب سکوں میں
اے پیکر جوانی! اے صنعت یگانہ!
میں چھپ کے دیکھتا ہوں تو محوِ فکر ہے جاں

کوئل کی کوک آئی، وہ کھیت لہلہائے
پھولوں کو بےخودی میں دردو الم سُنایا
ریحان و نسترن کو جامِ صفا پلایا
آمد بہار کی ہے طیور گا رہے ہیں
کیف و سرور و مستی ہے اپنے ساتھ لائی
سیمیں شفاف چشمے بل کھا کے چل رہے ہیں
دُنیائے حُسن و الفت ہے ایک ساتھ لائی
ہے حُورِ آسمانی جنّت سے ایک آئی
چتون میں اُس کے مخفی فتنے ہیں کُل جہاں کے
قربان اُن پہ اُلفت کی بےصبوریاں ہیں
پریوں کی شاہزادی پیاری ہے بھولی بھالی
برگشتہ خاطری میں کھوئی ہوئی فسوں میں
توشاہکارِ عالم، الفت کا اک فسانہ
خاموش بزم دل میں تیرا ہی ذکر ہے جاں

اے کاش جان مجھ کو تو گیت اک سُنائے
کھو جائے بیخودی میں بےخود مجھے بنائے

www.taemeernews.com

مرثیۂ اسحاق

نوشتہ سیدہ بیگم قتیل بی۔اے

زندگی اور موت کے دوراہے سے محمد اسحاق فاروقی۔ نواب بھائی مرحوم کی یاد میں جنکی وفات کے بعد مذاق زندگی ختم ہوگیا ہے مرحوم ایک سچے مسلمان۔ قوم پرور۔ بہترین دوست اور انسان ہونے کے باوجود ایک بہت بڑے فنکار آرٹسٹ اور مصور مو قلم تھے۔ جن کے لئے آج بھی عمر خیام کی رباعیات نوحہ کناں ہیں۔

سیدہ بیگم قتیل بی۔ اے

مریضِ غم

بسترِ غم پر پڑا اک جاں بلب بیمار تھا
زندگی کی قید سے عاجز تھا وہ بیزار تھا

تھی مشیت ایزدی کچھ اور۔ پھر کیسی دوا
بند تھی اُس پر غذا۔ بیکار تھی ساری دعا

کچھ سرِ بالیں عزیز و اقربا تھے نوحہ گر
اپنی آن تھک کوششوں سے تھک گیا تھا نوحہ گر

نزع کا عالم تھا تن سے کھنچ رہی تھی اسکے جاں
لے رہا تھا کروٹیں بے تاب ہو کر ناتواں

سہمے سہمے عالم حیرت میں تھے بچے وہاں
کھیلتے تھے جن کے چہروں پر یتیمی کے نشاں

سر کو تھامے رائے شریکِ زندگی تھی بدنصیب
ہونے والی تھی ذرا سی دیر میں بیوہ غریب

اک ضعیفہ ماں بھی تھی بیمار کے پیشِ نظر
چشم پُرنم۔ دم بخود۔ حیرت زدہ خستہ جگر

بیوگی میں ہائے اُس کا آسرا کوئی نہ تھا
اک یہی بیمار تھا اور دوسرا کوئی نہ تھا

ننھے ننھے ناتواں بچے تھے بلکتے بدنصیب
ہائے کس حسرت سے منہ تکتے تھے بیچارے غریب

آخرش دے ہی گیا بیمار داغِ زندگی
ہوگیا گُل ایک جھونکے میں چراغِ زندگی

نوحۂ ماتم

آہ! اے اسحاق فاروقی مرے پیارے نواب
مرگئے تم۔ ہوگئے پس ماندگاں خانہ خراب

روتی ہے بیوہ تری۔ ماتم ہے یاں دیوانہ وار
خواب میں آکر کبھی صورت دکھا دو ایک بار

کیا ترے بچے ابھی معصوم اور کم سن نہ تھے
مرنے والے یہ ترے مرنے کے کو دن نہ تھے

ڈھونڈتے ہیں گوشہ گوشہ میں ترے بچے تجھے
تو کہاں ہے مرنے والے ارے در آواز دے

روح مضطر چین دم بھر کو ذرا پاتی نہیں
خواب میں بھی اُف تری صورت نظر آتی نہیں

کھا گئی اُٹھتی جوانی میں تجھے کس کی نظر
توڑتی ہے چوڑیاں بیوہ تری خستہ جگر

کشتی ڈوبی۔ بحرِ طوفاں خیز۔ گم ہے ناخدا
کیا ہے ایسے حال میں ٹوٹے دلوں کا آسرا

لوٹ آ۔ اے جان سے پیارے دولارے لوٹ آ
بعد تیرے زندگی میں کچھ نہیں باقی مزا

جیتے جی دل زندگی سے بعد تیرے ہٹ گیا
پھٹ گیا ماں کا ترے غم سے کلیجہ پھٹ گیا

کہہ رہی ہے۔ کیا خبر تھی مجھ سے پہلے جاؤ گے
مجھ کو تھا ارمان اک دن تم مجھے دفناؤ گے

www.taemeernews.com

جُز ترے دُنیا میں مجھ کو اور پیارا کون تھا
کون تھا ؟ میری ضعیفی کا سہارا کون تھا
چل دیا تو اس طرح سے چھوڑ کر روتا مجھے
کچھ ترس آیا نہ بوڑھی ماں پہ بھی بیٹا تجھے
بھوکا اور پیاسا ہی دُنیا سے سفر تو کر گیا
مرنا مجھ کو چاہیئے تھا۔ آہ! تو کیوں مر گیا
تو تو تھا ہمدردِ مسلم۔ اب ہوا یہ آشکار
تجھے جنازے پڑھے مومن نمازی دو ہزار
تو مصوّر تھا۔ یہ میری شومیِ تقدیر ہے
سامنے آنکھوں کے تیری اب فقط تصویر ہے

پہنچے گی دکنؔ خبر جس دم تری ہمشیر کو
پیٹ کر سر رو دئے گی وہ شومیِ تقدیر کو

بیوہ کی فریاد

قادرِ قیوم۔ دانا۔ مالکِ روزِ جزا
اے مرے اللہ! اے مولا۔ غریبوں کے خدا
کر عطا تو صبر ایوبی مرے مشتاق کو
خضر کی دے زندگی مالک مرے اشفاق کو
رحم کر بچوں پہ میرے تو برائے مصطفےٰ
مشکلیں آسان کر بہرِ علیؓ مشکل کشا
اشتیاقِ بے نوا۔ نادان ہے پروردگار
گود میں ننھا مرا آفاقؔ بھی ہے شیرخوار
صبر کی تلقین کر مولا! سعیدہ کے لئے
غیب سے سامان کردے نوعروسہ کے لئے
پالنے والا تو اِن بچوں کا آخر چل بسا
تیرے در پر آئی ہوں میں کھو کے اپنا آسرا
غیب سے تو کر مدد۔ اے مالکِ عرشِ بریں
خالق و رازق ہے تو۔ دُنیا میں کچھ مشکل نہیں
کر عطا مرحوم کو جنّت برائے مصطفےٰ
فاطمہؓ بنتِ محمدؐ کا ہے تجھ کو واسطہ
چین اور آرام سے سوئیں وہ اپنی قبر میں
دامنِ رحمت کا سایہ ہو خدایا حشر میں
بخش دے مرحوم سے سرزد ہوئی ہو گر خطا
تو رحیم و تو کریم اے شافعِ روزِ جزا
سُن لے اے اللہ! میری دُکھ بھری رُوداد کو
تو نہیں تو کون پہنچے گا مری فریاد کو

بے کس و نادار بیوہ جب کہ تیرا نام لے
تیری رحمت کیوں نہ بڑھ کر میرا دامن تھام لے

باپ سر پر اور بھائی سب سے چھوٹے ہیں سلیم
اور دو بھائی دکن میں اک نسیم و اک عظیم
یا خدا دے حوصلہ انکو رہیں یہ سب کفیل
مونس و غمخوار ہیں قاری رشید الدین وکیل
اور پھر منّان ہیں یعقوب بھائی ہیں یہاں
سب کے سب ہمدرد ہیں محسن ہیں اور ہیں مہرباں
اے خدا اِن خانداں والوں کو تو آباد رکھ
میں بلائیں اُن کی لیتی ہوں انہیں تو شاد رکھ
اے خدا یہ سب کے سب ہر طرح سے آباد ہوں
ان کے بچے ان کے سائے میں پلیں اور شاد ہوں

رو رہا ہے اُن کے غم میں آج بھی بے کس جلیل
غمزدہ اک دوست اُن کا شاعرِ خستہ قتیلؔ

حکیم سقراط

بدمزاج اور لڑاکا بیوی کا شوہر

مس جمیلہ عندلیب حاجی پوری

سقراط کا نام محتاج تعارف نہیں۔ اسکا شمار دنیا کی اُن چند ہستیوں میں ہوتا ہے جنہوں نے مرکر حیاتِ جاوداں حاصل کرلی۔ یہ وحید العصر طبیب یونان کے شہر "ایتھنز" میں پیدا ہوا۔ ایک سنگ تراش کا لڑکا تھا۔ بچپن میں اُس نے آبائی پیشہ اختیار کیا۔ مگر باپ کے انتقال کے بعد تحصیل علم و حکمت میں مشغول ہوا۔ اور چند فلاسفروں کی شاگردی میں رہا۔ اس نے کچھ عرصے تک فوج میں نوکری بھی کی۔ اور کئی لڑائیوں میں بھی بڑی بہادری دکھائی۔ یہ زمانہ جنگ میں سپاہی رہتا اور امن کی حالت میں پڑھتا رہتا تھا۔

سقراط کی عمر کے متعلق مؤرخین کے مختلف بیان ہیں مگر افلاطون کی ایک تصنیف سے معلوم ہوتا ہے کہ سقراط نے ستر (۷۰) سال کی عمر پائی۔ اس کا زمانہ حضرت مسیح سے چار سو برس پیشتر تھا۔

سقراط نہایت راست گو۔ انصاف پسند۔ خدا پرست۔ پاکباز اور خوددار تھا۔ یہ تناسخ کا قائل تھا۔ ہمیشہ بُت پرستی کے خلاف تقریریں کرتا رہا۔ جس سے بہتیرے لوگ متاثر ہونے لگے۔ یہ حال دیکھ کر یونان کے مذہبی پیشواؤں نے اس طرف توجہ مبذول کی۔ کئی بار مناظرے ہوئے۔ لیکن سقراط کے "ٹھوس" دلائل کے آگے کچھ پیش نہ چلی۔ اور اُس نے صاف صاف کہہ دیا کہ:

"میں خدا کے حکم کی تعمیل کروں گا۔ تمہارے حکم کی مجھے کچھ پرواہ نہیں۔"

آخر تنگ آکر ان لوگوں نے عوام کو سقراط کے خلاف مشتعل کرنا شروع کیا۔ مذہبی پیشواؤں نے سے یہ لوگ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگئے۔ گیارہ قاضیوں نے سقراط کے قتل کا فتوٰے جاری کیا۔ اور عوام الناس نے بادشاہ وقت کو مجبور کیا کہ وہ سقراط کو قتل کرادے۔ بادشاہ اُس کے علم و فن کا بے حد قدردان تھا۔ مگر رعایا کی بغاوت کے پیش نظر بالکل مجبور ہوگیا۔ اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس یگانۂ روزگار طبیب کو قید سخت کا حکم دینا پڑا۔

اُس وقت "ایتھنز" والوں کا قاعدہ تھا کہ وہ ہر سال ایک جہاز قیمتی تحائف سے بھر کر ایک دیوتا کے مندر پر چڑھانے کے لئے روانہ کیا کرتے تھے۔ اور جب تک یہ "جہاز" واپس نہ آتا کسی مجرم کو قتل نہ کرتے۔ اس دفعہ جب یہ "جہاز" روانہ ہوا تو سقراط زنداں میں تھا۔ باد مخالف اور چند وجوہات کی بنا پر جہاز کے واپس آنے میں بہت دیر ہوگئی۔ چنانچہ شاگردوں نے اس زرّیں موقع سے فائدہ اُٹھانے کی ٹھانی۔ "افیفون" نامی ایک شاگرد نے قید خانہ کے ملازموں سے مل ملا کر یہ بندوبست کیا کہ "سقراط" کو پوشیدہ طور سے رہا کر کے کسی دوسرے ملک کو چلے جائیں۔ لیکن جب سقراط سے اس کا تذکرہ کیا تو اُس نے کمال فراخ دلی سے یہ تجویز مسترد کردی۔

دن گزرتے گئے۔ اور سقراط کے سفاکانہ قتل کی مدت قریب آتی گئی۔ بالآخر وہ ساعت بھی آگئی۔ جب داروغۂ زنداں اور گیارہ قاضی اُس کے پاس آئے۔

www.taemeernews.com

داروغہ نے سقراط کے ہاتھ پاؤں سے آہنی زنجیریں اُتار دیا۔ اس کے بعد سقراط کے شاگردوں کی جماعت حاضر ہوئی۔ اس نے اُنہیں کچھ نصیحتیں وغیرہ کیں۔ اپنے عزیز و اقارب سے ملا۔ اُس وقت اِس کا صرف ایک لڑکا جوان تھا اور دو خورد سال۔ عزیز و اقارب کو رخصت کرنے کے بعد دُعا و مناجات میں مشغول ہوا۔

جب سقراط اِن اُمور سے فارغ ہو چکا تو جلّاد آگے بڑھا اور "آبِ زہر" سے لبریز پیالہ سقراط کو دیتے ہوئے کہا:۔

"ہماری آنکھیں تمہیں اس وقت بھی مضبوط دل اور ثابت قدم دیکھ رہی ہیں۔ بعد مجبوری یہ زہر تمہاری خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ اِسے تم بخوشی نوش کر لو۔ خدا گواہ ہے کہ میں تمہاری موت کا سبب نہیں۔ بلکہ یہ گیارہ "قاضی" اس کے ذمہ دار ہیں"

سقراط نے کہا:۔

"میں جانتا ہوں۔ تم پر کوئی الزام نہیں۔ تم اپنے فرض کو ادا کرو"

اس کے بعد سقراط نے جلّاد سے زہر کا پیالہ لے کر منہ سے لگا لیا۔ اور تھوڑی دیر بعد دُنیائے حکمت کا یہ لاثانی انسان بُت پرستی اور جاہلیت پر قربان ہو گیا۔

افلاطون اِس کا شاگرد اس دردانگیز واقعہ کو دیکھکر روتا رہا اور آخری سوالات پوچھتا رہا۔ سقراط کے شاگردوں کی تعداد بارہ ہزار بتائی جاتی ہے۔ یہ اپنے شاگردوں کو زبانی تعلیم دیا کرتا تھا۔ اِس کا طریقۂ تعلیم یہ تھا کہ سوال و جواب کرتا ہوا شاگرد کے ہی مُنہ سے ہر ایک بات کو ثابت کرا لینا۔ اس کا قول تھا کہ:۔

"ہم کو ضمیر بُرے کاموں سے روکتا ہے اس لئے اُس کے موافق کرنا چاہیئے"

سقراط کی بیوی حد درجہ بدمزاج۔ تُندخو۔ اور ہٹ دھرم تھی۔ اس نے شادی کے لئے یہی شرط لگائی تھی کہ اگر کوئی بے حد بدمزاج عورت ملے تو وہ اُس سے شادی کرے گا۔ چنانچہ تمام عمر بیوی کی تندخوئی اور ہٹ دھرمی برداشت کرتا رہا۔ کسی نے اسکی وجہ دریافت کی تو سقراط نے کہا کہ "تمام جاہلوں کی تلخ و ترش باتیں سننے کی برداشت اسی طرح پیدا ہوتی ہے۔

سقراط کی تصنیفات بہت کم ملتی ہیں۔ کیونکہ وہ علم و حکمت کو بقیدِ تحریر لانا ذلیل سمجھتا تھا۔ اُس کی انگوٹھی پر یہ عبارت کندہ تھی:۔

"جس کی خواہشِ نفس اُس کی عقل پر غالب آگئی وہ رُسوا ہوا"

سقراط کے چند زرّیں اقوال یہ ہیں:۔

۱۔ عقل خدا کی دین ہے۔ علوم اپنی کوشش سے حاصل ہوتے ہیں۔

۲۔ خوش اخلاق رہو مصیبت سے نجات ملے گی۔

۳۔ جس کو دُنیا کا فانی ہونا معلوم ہو گیا۔ اُس کے متعلق سخت تعجّب ہوتا ہے کہ دُنیا اُسے غیر فانی چیز یعنی آخرت سے بے پرواہ کیوں بنا دیتی ہے۔

۴۔ عقلمند کو جاہل سے یوں باتیں کرنا چاہئیں جیسے طبیب بیمار سے کرتا ہے۔

۵۔ چھ آدمی ہمیشہ رنجیدہ رہتے ہیں۔ کینہ ور۔ حاسد۔ نیا دولت مند۔ فقیر سے ڈرنے والا مالدار۔ دیول کا بے ادب ہم نشین۔ اور کسی ایسے رُتبے کا طالب جس تک پہنچنا دُشوار ہو۔

اور ــــــــ اور یہ تھی حکیم سقراط زندۂ جاوید کی مختصر سوانح حیات۔ جس کو پڑھ کر بہت کچھ سوچا۔ سمجھا اور فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ ایسے لوگ دُنیا میں ایک ہی بار پیدا ہوتے ہیں۔

اُردو بولو۔ خوش خط اُردو لکھو۔

ماتم نامے

بیگم محمد ظہیر کا انتقال

مکرمی العبد اللہ فاروقی صاحب تسلیم۔ اس سے قبل موقع ہی نہ ملا کہ آپ کو کبھی خط لکھتا۔ میری بیگم آپ کے رسالہ خاتون مشرق کی خریدار تھیں ان کا نمبر خریداری ۳۰۹۱۴ ہے۔ آپ کو یہ پڑھکر رنج ہوگا کہ بیگم بعد قلیل علالت ۱۷ جنوری کو سفر آخرت پر روانہ ہوگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہم وطن کے چھٹنے کے بعد کیا کہ خستہ حالی ہوئے تھے کہ رہی سہی گھر کی دولت بھی لٹ گئی۔ چھوٹے چھوٹے بچے اور میری تنہا ذات فوج کی سخت ترین ڈسپلن میں بھی جاری ہوئی ہے۔ میں اپنا یہ فرض سمجھتا تھا کہ آپ کو بھی اس سانحہ کی اطلاع دیدوں۔ کیونکہ وہ آپ کی بہت زیادہ تعریف کیا کرتی تھیں۔ ایک مدت دراز سے آپ کے پرچہ کی خریدار رہی تھیں۔ پرچہ کو ہمیشہ کی طرح جاری رکھیئے گا۔ گو کہ اس کا چاہنے والا اب نہیں رہا مگر اس کا بند ہو جانا مجھ کو کسی طرح منظور نہیں۔

محمد ظہیر فاروقی۔ کوئٹہ پاکستان

بکن بی بی کو صدمہ

افسوس صد افسوس کہ ۷ جنوری ۱۹۵۱ء کی شام کو سوا پانچ بجے میرے بڑے ماموں راجہ سید رفیق حسین صاحب آف نورپور نے اس دار فانی سے کوچ کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مشرقی بہنوں سے التجا ہے کہ مرحوم کے غریق رحمت ہونے اور کل متعلقین کو صبر جمیل عطا کئے جانے کی خداوند کریم سے دعا کریں۔

بکن بی بی مقیم لکھنؤ

ماموں جان کی وفات

میں بہت ہی دلخراش خبر سناتی ہوں کہ میرے ماموں یکم مارچ بروز جمعرات بوقت ۸ بجے رات ہم سب کو روتا تڑپتا چھوڑ کر عالم بالا کو سدھار گئے۔ مرحوم ماموں جان بہت سی خوبیوں کے مالک تھے۔ امسال وہ ماسٹر سے پروفیسر ہوگئے تھے لیکن افسوس انکو یہ ترقی راس نہ آئی۔ خدا پھوپی صاحبہ اور آپا نیر و بہن انیس شمیم نسیم کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ماموں جان کو فردوس بریں میں جگہ دے آمین۔

مس شاہدہ صمد صاحبہ۔ نگینہ

کلیم الرحمٰن کی ابدی جدائی

مشرقی بہنوں کو یہ معلوم کر کے بہت افسوس ہوگا کہ خاتون مشرق کی مدیرہ اور میری بچیہ فہمیدہ خاتون فرحت کا پانچ سالہ بچہ کلیم الرحمٰن مسلسل ایک سال کی روح فرسا تکالیف کے بعد جبکہ اسکی صحت کی کچھ امید ہو گئی تھی۔ اچانک ۱۹ فروری ۱۹۵۱ء کو دو بجے دن کے گردن توڑ بخار میں ہم سب سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا ہے۔

خداوند کریم بچیہ اور سب کو صبر و سکون بخشے اور کلیم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین۔ مسلسل چار پانچ سال سے ہم لوگ پے در پے صدمات کے باعث انتہائی پریشان و دل شکستہ ہیں۔ اللہ پاک اب ہم لوگوں پر رحم کرے اور کوئی صدمہ نہ دکھائے۔

ذکیہ خاتون نکہت بریلوی

ضیا رزمی کا انتقال

بتاریخ ۱۷ فروری ۱۹۵۱ء بروز سنیچر ضیا رزمی ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنے وابستگان اور عزیزوں کو چھوڑ گئے۔ موصوف نوجوان، ہونہار اور برسر روزگار تھے۔ حبیب بنک میں ملازمت کرتے تھے۔ مرحوم نے اپنی زندگی کو کامیاب بنانے میں بیحد جدوجہد کی اور شادی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ موت کی آغوش میں پہنچ گئے۔ مرحوم کو ادب اور شاعری سے بیحد دلچسپی تھی۔ انکی نظمیں اور غزلیں اکثر پرچوں میں شائع ہوتی تھیں۔ مرحوم میں اور بھی بہت سی خوبیاں اور اوصاف تھے جنہیں ہم بھول نہیں سکتے۔ خداوند کریم انکو جنت الفردوس میں جگہ عطا کرے آمین ثم آمین۔ [illegible]

www.taemeernews.com

یہ لڑکیاں

گلابی چہروں اور شرابی آنکھوں والی!
سانولی سلونی رنگت اور دلفریب اداؤں والی!
رنگین ریشمی ساریوں میں لپٹی ہوئی، تتلیوں کی سی شوخ و شنگ بھی
تنگ بلوس میں لپٹی ہوئی شرمیلی البیلی!
بیباک اداؤں اور مخمور نگاہوں سے دلوں کو چرانے والی!
گستاخ اور پیاسی نگاہوں کے لمس سے بھی سمٹ جانے والی!

یہ لڑکیاں

راہیں رنگ رنگ کی لڑکیوں کے جذبات و احساسات کی تصویریں ہیں۔ جن میں آپ کو یہ پیار اور محبت کی پیاسی دکھائی دیں گی۔ آپ کے محبوب رومان نگار

اختر ملیح آبادی بی۔اے

نے ان لڑکیوں۔ ان لڑکیوں سے کھیلنے والوں۔ اور ان لڑکیوں پر مر مٹنے والوں کے دلوں میں جھانک کر اُن کی دھڑکنیں سُنی ہیں۔ اُن کے سازِ شوق کو چھیڑا ہے۔ اُن کی آرزوؤں کو گُدگُدایا ہے۔ یہ افسانے انسانی جذبات کے آئینے ہیں جن میں آپ کو طرح طرح کی لڑکیاں: لڑکے۔ مرد اور عورت ہنستے، مُسکراتے، آہیں اور سسکیاں بھرتے دکھائی دیں گے۔

نفیس کاغذ۔ نظر نواز کتابت و طباعت۔ خوبصورت مجلد جلد حسین سہ رنگا سرورق مع گردپوش۔ ان تمام خوبیوں کے باوجود قیمت صرف تین روپے

عورت کے مختلف روپ ہیں۔ بہت سے روپ

عورت ماں ہے۔ بہن ہے۔ بیٹی ہے۔
عورت بیوی ہے۔ محبوبہ ہے۔
عورت طوائف ہے۔ رقاصہ ہے۔

آپ کے محبوب رومان نگار۔ راج کنول نے
عورت کو ہر رنگ میں ہر روپ میں دیکھا ہے
پھر بھی وہ کہتا ہے

عورت ایک پہیلی!

کیا عورت واقعی ایک پہیلی ہے؟ سمجھ میں نہ آنے والی پہیلی؟ اسکا جواب آپ کو راج کنول کے مندرجہ ذیل دلکش رومانی افسانے دیں گے۔

ہر افسانے میں آپ
ایک سے الگ ایک سے ایک جدا عورت پائیں گے۔
بہکی ہوئی جوانیوں کی بہکی ہوئی آرزوئیں پائیں گے
حُسن کی بوجھل پلکوں کے تیر چلتے دیکھیں گے
عشق کے دل کی پُر شوق دھڑکنیں محسوس کریں گے
الھڑ جوانیوں کے الھڑ جذبات سے کھیلیں گے
اور پھر یہ سوچنے پر مجبور ہو جائینگے

کیا عورت ایک پہیلی ہے

اعلیٰ قسم کا سفید کاغذ۔ نظر نواز کتابت و طباعت
حسین چہروں سے زیادہ دل فریب چار رنگ ٹائیٹل مع گردپوش۔ سخت و مضبوط جلد۔

قیمت فی جلد صرف تین ۳ روپے

ملنے کا پتہ:۔ دفتر "خاتون مشرق" اُردو بازار۔ دہلی نمبر ۶

www.taemeernews.com

پنکھڑیاں

جادونگار مسٹر محمد رحیم دہلوی کے بہترین افسانوں کا حسین و جمیل مجموعہ ہے جس میں سے ہر افسانہ کو ناقدانِ فن نے شاہکار تسلیم کیا ہے۔ انمیں سے بعض افسانوں میں موجودہ معاشرت پر طنز کے تیر و نشتر ہیں اور بعض میں محبت اور رومانیت کو سمو دیا گیا ہے غرض یہ افسانے حقائقِ حیات کے صحیح ترجمان ہیں کیونکہ انسانی زندگی اپنی تمام نیکیوں کے ساتھ موجود ہے۔ آپ اسکا مطالعہ کرینگے تو آپ کو محسوس ہوگا کہ یہ افسانے نہیں ہیں بلکہ مصنف نے خود آپ ہی زندگی کی تصویر کھینچکر رکھدی ہے اور آپ کے تڑپتے ہوئے دل کے ٹکڑوں کو نکال کر صفحۂ قرطاس پر بکھیر دیا ہے۔ سہ رنگا ٹائیٹل۔ نہایت خوشنما گردپوش۔ قیمت ایک روپیہ۔

سُرخ بچے

اُردو زبان میں بچوں کیلئے پہلا دلچسپ ناول۔ جو بچوں ہی کی زبان میں لکھا گیا ہے۔ یہ کتاب اتنی دلچسپ ہے کہ بچے تو بچے بڑے بھی شروع کرکے ختم کئے بغیر ہاتھ سے نہیں رکھ سکتے۔ اسکی جلد پر دو رنگ میں بچوں کے لئے ایک خوبصورت تصویر بھی چھپی ہوئی ہے اور کتاب قریب قریب ۵۰ صفحوں پر چھپی ہے۔ قیمت مجلد ایک روپیہ آٹھ آنے۔

چاند سا چہرہ
قیمت میں بہ رعایت

دُنیا کی سب سے زیادہ حسین عورت کی سب سے زیادہ حسین داستان ہے۔ وہ دستِ قدرت کا خاص معجزہ تھی۔ نسوانی حُسن کا اس سے اچھا نقش پیدا نہیں ہوا۔ وہ رنگین سے رنگین خوابوں سے بھی زیادہ حسین و جمیل تھی اسکی آنکھیں بنفشی پھولوں کی طرح چمکتی تھیں۔ ہونٹوں پر شیریں تبسم کھیلتا تھا اور ان گلاب کی پتیوں میں دانت موتیوں کی لڑیاں معلوم ہوتے تھے۔ گویا صبح کے وقت سرخ پھولوں میں اوس کی بوندیں ٹپکی ہوئی ہوں وہ سطوتِ حُسن کا بیمثال پیکر تھی وہ جسقدر حسین تھی اُسی قدر سیاہ کار تھی اس نے جن مردوں سے محبت کی ان کے عروج و ترقی کے لئے ایسے رنگین راستے پیدا کئے جو آسمان کے تمام ستارے مل کر بھی پیدا نہیں کر سکتے لیکن آسمان کی طرح بدلتے رہنا اسکی فطرت تھی اور ہمہ تن محبت قہر کی تصویر بنا بھی جانتی تھی۔ وہ اپنے جن عاشقوں کو آسمان کے ستاروں سے بھی بلند کر دیتی تھی آخر کار انہیں موری کے کیڑوں سے بھی بدتر بنا دیتی تھی۔ اس سب سے زیادہ حسین اور بہت عجیب عورت کی بہت ہی عجیب داستان کو محمد رحیم دہلوی نے نہایت ہی حسین انداز میں پیش کیا ہے۔ قیمت صرف چار روپے۔ رعایتی دو روپے آٹھ آنے۔

جنّت میں مشاعرہ

ایکدفعہ ہمارے قدیم شعرا حضرت ولی دکنی۔ غالب۔ ذوق داغ۔ میر درد وغیرہ خدا کے یہاں جاکر جنت میں بھی حضرت جبرئیل وغیرہ کی مدد سے مشاعرہ کر بیٹھے۔ مشاعرہ کا دن مقرر ہوا۔ جنت کے در و دیوار پر بڑے بڑے پوسٹر مشاعرہ کے چسپاں کئے گئے۔ بڑے اہتمام سے مشاعرہ کی تیاریاں شروع ہوئیں پہلی نشست میں حضرت ولی دکنی صدر چنے گئے۔ انہوں نے دلچسپ خطبہ صدارت پڑھا اس روز کی نشست میں شاہ مبارک آبرو۔ شیخ شرف الدین مضمون۔ محمد شاکر ناجی۔ محمد احسن احسن۔ غلام مصطفےٰ خاں یکرنگ۔ حضرت سراج الدین علی خاں آرزو وغیرہ حضرات نے اپنے اپنے کلام سے حاضرین کو لطف اندوز فرمایا۔ غرضیکہ کئی نشستیں ہوئیں اور اپنے اپنے وقت کے لحاظ سے سب شعرا جمع ہوئے انہوں نے اپنا اپنا بہترین کلام سے سامعین کو محظوظ فرمایا۔ ڈاکٹر عارف بٹالوی نے اپنے لطیف انداز و پیرایہ میں یہ کتابی مشاعرہ اسقدر دلچسپ مرتب کیا ہے کہ معلوم ہوتا ہے واقعی یہ حضرات ہمارے سامنے ہیں اور ہم اس عظیم الشان مشاعرہ میں موجود ہیں اُردو میں اس انداز کی "جنت میں مشاعرہ" پہلی کتاب ہے جس میں تخئیل کو حقیقت کے ساتھ ملا دیا گیا ہے۔ حسین ڈسٹ کور۔ کاغذ سفید قیمت مجلد تین روپے۔ محصول الگ۔

آوارہ گرد کے خطوط

نثر مظفر پوری صاحب کے چند افسانوں کا مجموعہ ہے۔ ادب کی آڑ میں جسطرح جنسیات کو عوام کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اس سے آپ حضرات واقف ہیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ وقت کا تقاضہ ہے یا پستی کا شدت کیساتھ احساس۔ موجودہ ماحول کو گالیاں دینے کا انوکھا طریقہ ہے یا پیاسی روحوں کی تسکین کا نرالا ڈھنگ۔ دلچسپ افسانوں کا یہ مجموعہ جس حد تک عریاں کہلایا جا سکتا ہے اسی حد تک اصلاحی پہلو لئے ہوئے ہے۔ مجلد حسین گردپوش سے مزین قیمت ڈھائی روپے محصول علاوہ الگ

ہندوستان ہمارا

آپ لوگ فطرۃً خوشامد پسند ہیں۔ دھوکے میں نہ رہیے۔ ابھی آپ بچے ہیں۔ "رعنا زیدی" نے بجا طور پر اس کتاب میں آپکی کمزوریوں کو برہنہ کیا ہے وہ کتاب جو سو برس بعد بھی نئی رہیگی قیمت ڈیڑھ روپیہ

ملنے کا پتہ:۔ دفتر "خاتون مشرق" اُردو بازار۔ دہلی نمبر ۶

www.taemeernews.com

سلام و پیام

سہیلیوں، عزیزوں، دوستوں، مضمون نگاروں اور ایڈیٹر کے نام ادبی اور تنقیدی خطوط

عائشہ کا خط نکہت کے نام

آپ کے حضور میں سراپا محبت سلام پیش کرتی ہے۔ کیا آپ قبول فرمائیں گی؟ سوچ رہی ہوں گی کہ میں کون ہوں خیر سمجھنے میں زیادہ دیر نہ لگے گی۔ میں بھی خاتونِ مشرق کی ایک خریدار ہوں۔ آپ کے عمدہ مضامین پڑھ کر دل نے چاہا چلو مس نکہت ہی کو خط لکھیں۔ لکھ تو رہی ہوں مگر خدا جانے آپ اس غریب بہن کو جواب دینا مناسب بھی سمجھیں گی یا نہیں۔ لیکن بہن! آپ مجھے چاہیں کچھ سمجھیں جواب دیں یا نہ دیں۔ مجھے تو انتظار رہیگا۔ چاہے اس انتظار میں میں خود ہی ایک دن ختم ہو کر کیوں نہ رہ جاؤں اور غالباً آپ جیسی شاعرانہ دماغ انتظار کے معنی اچھی طرح سمجھتا ہوگا۔ اور میری نظر میں انتظار نام ہے تمناؤں کا۔ انتظار کا ختم ہونا گویا دُنیا کا فنا ہو جانا ہے۔ کائناتِ انتظار میں وہ تمام رنگین ہیئیاں ہیں اور۔ اُن میں تمام مسرتوں کی روشنیاں جگمگانے لگتی ہیں جس سے انسانی زندگی کو بہت زیادہ ربط ہے۔ اس دُنیا میں کسی کی آمد۔ کسی کی ملاقات۔ کسی کی کامیابی کسی کی مُراد اور کسی کی فرمایش کے پُورا ہونے میں انتظار نشو و نما پاتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی عمر کا آخری وقت آپہنچتا ہے جب منتظر کو بہت کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔

انتظار کا ختم ہونا گویا تمناؤں کا ختم ہو جانا ہے۔ منتظر جب مایوس ہو جاتا ہے تو اس کی حالت ایسی بن جاتی ہے جیسے کسی ہرے بھرے کھیت سے فصل کاٹ لی جائے اور پھر ویران پڑا رہے۔ یا جیسے کسی خوب صورت طائر کے پر نوچ لئے جائیں اور اُس کی قوتِ پرواز ختم کر دی جائے۔ اگر اسی طرح کسی انتظار کرنے والے کا دل بیٹھ جائے تو اُس کی تمنائیں ختم ہو جائینگی وہ اُس پر کٹے پنچھی کی طرح ہو جائے گا جس کی قوتِ پرواز ختم کر دی گئی ہے۔ میری بہن پھر ایک بار یاد دلا رہی ہوں۔ اس انتظار کا ذرا خیال ہی رکھنا۔ کہیں ایسا نہ ہو میرا یہ انتظار انتظار ہی بنکر رہ جائے۔ اچھا بہن! سمع خراشی کی معافی چاہتی ہوں۔ ہو سکے تو اس غریب بہن کو گاہے گاہے یاد کر لیا کرنا۔ نوازش ہوگی۔

عائشہ صدیقہ اکولہ برار

قیوم خاں صاحب بنام سیدہ بیگم

محترمہ بیگم قتیل کے مضامین عرصہ سے "خاتونِ مشرق" میں شائع ہو رہے ہیں جو میں بحیثیت اس کے مستقل خریدار ہونے کے دیکھ لیا کرتا ہوں۔ تعلیم تو میں نے بھی حاصل کی ہے لیکن نہ میں مضمون نگار ہوں، اور نہ کوئی خاص لٹریری نسبت رکھتا ہوں۔ لیکن اس مرتبہ "انجمن تحفظ حقوق نسواں" کے

اغراض و مقاصد کے مطالعہ کے بعد مجھے قدرے لکھنے پر آمادہ ہونا پڑا۔

میں یہ بالکل نہیں سمجھ پایا کہ آخر سیدہ بیگم اس بُری طرح ان تمام مردوں کے کیوں پیچھے پڑی ہیں اور خصوصاً اس وقت جب کہ قوم کو ایک نہایت ہی نیک اور سلجھی ہوئی راہ میں گامزن ہونا ہے۔ وہ نسوانی تعلیم و اخلاق پراگندہ کرنے پر آمادہ ہیں۔ وہ کیوں ہر مرد کو مسٹر قتیل سمجھتی ہیں۔ وہ کیوں اُلٹی عینک لگا کر تمام مردوں کا مطالعہ کرتی ہیں۔ وہ کیوں بُرے جذبات کے تحت مردانہ آبادی کا جائزہ لیتی ہیں۔ اور سبھوں کے خانگی زندگی و معاملات کو خود سے تشبیہ دیتی ہیں۔ وہ جس قسم کے مضامین شائع کر رہی ہیں اُن سے واقعی بہت سے جذبات کو ٹھیس لگتی ہے اور بہتیری خانگی زندگیاں تلخ ہو جائیں گی۔ اس سے نافہم لڑکیاں ناجائز فائدہ اُٹھانا چاہیں گی۔ خود میں بجائے جذباتِ لطیف کے احساسِ برتری محسوس کرنے لگیں گی جو انہیں کبھی بھی ترقی سے ہمکنار نہیں کریگا۔

میں فاروقی صاحب سے عرض کرتا ہوں کہ وہ اس قسم کے مضامین شائع کر کے عورتوں اور خاص طور پر معصوم لڑکیوں کو جنہوں نے کہ دُنیا کا نشیب و فراز نہیں دیکھا ہے۔ ان کے جذبات کو غلط اور بے جا نہ اُبھاریں جس سے انہیں غلط اندازہ ہو اور اُن کے مستقبل بجائے درخشاں ہونے کے تاریک ہو جائیں۔ عورتیں قدرتاً مرد کی محکوم بنائی گئی ہیں۔ اس سے کوئی بھی مسلم خاتون قرآن اور حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے گریز نہیں کر سکتی۔ تو پھر مرد سے برابری کا کیا تُک ہے۔ یہ کمیٹی بنانے یا غیر مرد عورتوں کے دخل در معقولات سے کیا شوہر اور بیوی کا رشتہ مضبوط ہو سکتا ہے یا وہ محبت کرنے پر آمادہ ہوگا۔ بجائے اس کے کہ زندگی کامیاب ہو اور زیادہ تلخ ہو جائے گی۔ مزا تو جب ہے کہ عورتیں اپنے اخلاق و بندگی کے جوہر دکھا کر مردوں کو اپنائیں۔ خودی میں صلاحیت پیدا کریں۔ خودی کو اتنا بلند کریں کہ اُنہیں بغیر مانگے کُل چیزیں مل جائیں۔ بجائے اس کے کہ وہ مردوں کی بے جا شکایت کریں اور کمیٹی بنا کر انہیں چیلنج کریں عورتوں کو مناسب ہے کہ وہ اپنے جذبات کو پاکیزہ اور بلند بنائیں۔ اپنے گھر کے امور۔ اپنے بچوں کی پرورش اس طرح کریں کہ مرد اُن کے دلدادہ ہو کر انہیں ایک نعمت سمجھنے پر مجبور ہو جائیں۔

برخلاف اس کے کہ وہ مرد کو مفلوج بنا کر حکومت کرنے کی کوشش کریں وہ اپنے شوہروں کے دل و دماغ کو سکون پہنچائیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ اپنے اور قوم کے امور کو حُسن و خوبی انجام دیں جب وہ لذّت کی زندگی گزار سکیں۔ آخر ہر مرد چنگیز خاں نہیں ہوتا۔ نورجہاں نے جہانگیر کو اپنے حُسنِ اخلاق، شعور اور بالغ نظری سے قابو کیا۔ اگر واقعی بیگم قتیل اُلٹی گنگا بہانا چاہتی ہیں اور اسے ترقی کے نام سے موسوم کرتی ہیں تو ہماری نظر میں گمراہی سے بدتر ہے اور وہ دن دور نہیں جب عورت قعرِ مذلت اور تنزّلی سے بہت نزدیک ہو جائے گی۔

یہ پنچایت اور جھگڑے گھر کو بجائے جنّت کے دوزخ بنا دینگے۔ سیدہ بیگم کی انجمن تحفظِ نسواں کے اغراض و مقاصد کی تقلید عورتوں کو نصب العین سے اور پرے کر دے گی۔ اس سے ہر ایک شریف گھرانہ اچھا خاصا اسمبلی ہاؤس بن جائے گا۔ اور غیر ملکی فریق کو ایک دوسرے کے گھرانے کا جائزہ لینے کی زحمت اُٹھانی پڑے گی۔ گھر ایک پولیٹیکل فیلڈ نظر آئیگا۔

میں پُر زور اپیل کرتا ہوں کہ بہنیں بجائے اس کے کہ وہ انجمن میں حصّہ لیں اپنے علم و ہنر۔ اخلاق و بندگی سے اپنی زندگی کو کامیاب و درخشاں بنائیں۔ اپنی غلطیوں کا اقبال کریں۔ اور شوہر کی غلطی کو مناسب وقت و مزاج پا کر سمجھانے کی کوشش کریں۔ ہر کام کے سلجھانے کا طریقہ ہوتا ہے۔ ہر بات کے بولنے کا موقع ہوتا ہے۔ غلط سے غلط چیز بھی صحیح ہو سکتی ہے۔ سخت سے سخت اشیاء بھی نرم ہو سکتی ہیں۔ بہنیں طریقہ غلط نہ اختیار کریں بلکہ ہمیشہ سچ اور صحیح بات کی پیروی کریں۔ انشاء اللہ ہر مشکل آسان ہو جائے گی۔

قیوم خان۔ سیدپور پاکستان

www.taemeernews.com

طاہرہ خاتون کا خط سیدہ کے نام

میری اچھی آپا! اسلام و نیاز ۔ میں اس بات کو مانتی ہوں کہ مرد کو بعض حیثیات میں برتری حاصل ہے اور ہر سمجھدار کو اس برتری کا احترام کرنا چاہئے ۔ لیکن میں اس بات کی قائل نہیں ہوں کہ عورت کو حقیر مخلوق قرار دیا جائے اور اُس کے حقوق کا احترام نہ کیا جائے ۔ دُنیا کا کوئی انصاف پسند آدمی اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ عورت بھی اس دُنیا میں خدا کی بہترین مخلوق ہے اور اسے بھی انسانیت سے حصّہ دیا گیا ہے ۔

پیاری بہن! مجھے یہ سُن کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے مظلوم عورتوں کی حمایت کے لئے ایک انجمن تحفظِ حقوقِ نسواں قائم کی ہے اور آپ اپنی مظلوم بہنوں کے فائدہ کے لئے کوشش کررہی ہیں ۔ اس غریب طبقہ پر آپ کا احسان ہوگا ۔

طاہرہ خاتون ۔ بذریعہ عالم ۔ رانچی

مِس نسیم کا خط مشرقی بہنوں کے نام

محترم بھائی جان عبداللہ فاروقی صاحب ۔ ضروری امر یہ ہے کہ خاتونِ مشرق کے صفحہ "بزم خواتین" سے مجھے انتہائی نفرت ہے ۔ ..... چاند سا لڑکا ۔ پھول سی بچی (جو خبریں بزم خواتین میں ہوتی ہیں) کی تاریخ پیدائش ۔ نام ۔ غرض اس صفحہ کو دیکھنے سے آنکھیں بیزار ہوگئی ہیں ۔ آپ ہی غور فرمایئے کسی کی شادی ہوئی ۔ کہیں لڑکا لڑکی پیدا ہوئے ۔ کوئی امتحان میں پاس ہوگیا ۔ میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ پڑھنے والوں کو اس سے کیا فائدہ ۔ جس کی شادی ہوئی ہے اس کے پھول سی بچیاں بھی ہوں گی ۔ غیر شادی شدہ کی شادی بھی ہوگی ۔ جو زیرِ تعلیم ہیں کامیاب بھی ہوں گے ۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ۔

بھائی صاحب ! جلد ان خبروں کو بند کریئے ۔ اور پھر اس صفحہ پر "آپ کا سوال ہمارا جواب" کے تحت سوال ہونا چاہئیں ۔ سوالوں کا جواب آپ دیا کریں ۔ سوال معلوماتی ہوں ۔ دائرہ تہذیب سے باہر نہ ہوں ۔ فلمی سوال قطعی نہ کئے جائیں ہر بہن بھائی تین سوال کرسکے ۔ اُس صفحہ سے ہماری معلومات میں بھی اضافہ ہوگا اور دلچسپی بھی ۔ اُمید ہے آپ جلد اس طرف توجہ دینگے ۔ اور ان خبروں کو بند کرکے جلد ہی سوال و جواب کا سلسلہ شروع کردیں گے ۔ اب میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ صرف میری ہی مخالفت سے خبریں بند کردیں ۔ نہیں ایسا نہیں ہے ۔ بلکہ آپ رسالہ میں شائع کرکے دوسری بہنوں کی رائے معلوم کرلیجئے ۔

دوسری چیز یہ ہے کہ گذشتہ ۱۹۷۰ء سے "بیوی محبت کیوں کرے" کے خلاف و موافق مضامین برابر پڑھ رہی ہوں جس نے اب قلمی جنگ و بحث مباحثہ کی شکل اختیار کرلی ہے ۔ اس قسم کے مضامین پڑھتے پڑھتے تو ہماری طبیعت اُکتا گئی ہے اور رسالہ ہی اچھا خاصا جنگ نامہ بن گیا ہے ۔ اکثر خیال آیا کہ میں بھی اس بحث میں حصّہ لوں مگر پھر یہ (بقول بہن محمودہ بانو) سوچ کر کہ میرا جواب ایک ماہ میں شائع ہوگا اور مجھ سے صبر نہیں ہوگا ۔ خاموش ہوگئی ۔

تاہم اتنا ضرور کہوں گی کہ یہ بحث بے کار ہے ۔ شادی ہونے پر کون لڑکی اپنے شوہر سے محبت نہ کرے گی ۔ آج کل جو غیر شادی شدہ اس بحث میں شامل ہیں شادی ہونے پر وہی لڑکیاں جو شوہر کی محبت کے خلاف ہیں ۔ خود اپنے مجازی خدا سے محبت نہ کریں گی ۔ اس وقت چاہے مخالفت کریں مگر شادی ہونے پر محبت ضرور کریں گی ۔ پھر اس بحث سے فائدہ ؟

"بیوی محبت کیوں کرے" یہ تو اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب لڑکی شادی نہ کرے ۔ شادی نہ ہوگی تو خاوند سے محبت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ۔ ورنہ مخالفت کرتے ہوئے بھی بھلا کون سی بہنیں ہیں جو محبت نہ کریں ۔ "بیوی محبت کیوں کرے" کی بجائے "لڑکی شادی کیوں کرے" بحث بہتر رہے گی ۔

محبت کرنے نہ کرنے کے مضامین پڑھنے سے تو دماغ خراب

www.taemeernews.com

ہو گیا ہے۔ عقل حیران ہے کہ کس کا کہنا درست ہے۔ میری رائے تو یہ ہے کہ اس بحث کو بھی آپ ختم کر دیں۔

تیسری فرمائش یہ ہے کہ ہمارے خاتون مشرق میں ایک صفحہ کا اضافہ کر دیجئے۔ اور اس صفحہ پر "ناقابل فراموش" اس عنوان کے تحت ہر بہن ایک مزاحیہ گزرا ہوا واقعہ شائع کرے جو مختصر ہونا چاہیئے تاکہ کئی بہنیں حصہ لے سکیں۔

خاتون مشرق ہمارا رسالہ ہے۔ اس لئے ہم کو حق ہے کہ مشورہ دیں اور آپ کا بھی فرض ہے کہ ہمارے مشورے پر غور کریں۔

اُمید ہے بہنوں کو میری رائے سے اتفاق ہوگا۔ اور جلد از جلد اپنی رائے سے مطلع کریں گی تاکہ جلد ہی ہمارے رسالہ میں نئی چیزوں کا اضافہ ہو جائے۔

مِس نسیم کا دلمہ کی نسیم لکھنوی مقیم ڈیرہ اسماعیل خاں

مظہر جہاں کا خط رشیدہ بیگم کے نام

پیاری رشیدہ بیگم۔ جہاں بھی ہو خوش رہو۔

وہ بھی کیا خوش منظر وقت تھا جب دہلی کی مسرت اثر فضاؤں میں آپ تعلیمی شوق میں مشغول تھیں۔ ہر وقت ترقیات کا ذکر تھا۔ ذوقِ ادب کی پرورش تھی۔ دل میں اُمید افزا خیالات تھے۔ محبت کی روشنی میں ہر چیز روشن نظر آتی تھی۔ آہ! ؎

جی ڈھونڈھتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن
بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کئے ہوئے

افسوس وہ کس قیامت کی گھڑی تھی جب آپ نے کراچی کا عزم سفر کیا مجھے اس طرف کی مجبوری ہوئی۔ طوفانِ انقلاب نے اس حسین صحبت کا خاکہ اُڑا دیا۔

آنکھوں میں آنسو ہیں۔ دل میں درد ہے۔ کچھ بن نہیں پڑتا۔ کیوں صاحب! وہ کرم نوازی کیا ہوئی؟ خط لکھنے اور جلد آنے کا وعدہ فرمایا تھا وہ سب بے اثر ہو گیا۔ خبر نہیں آپ کہاں ہیں؟ کیسی ہیں۔ یہ بے خبری کیوں ہے۔ میں نے تو اپنا پتہ بھی دے دیا تھا۔ اچھا اب مہربانی سے خط کی تکلیف گوارا کریں۔ فقط۔

مظہر جہاں بیگم۔ سنبھل۔

جمیلہ عندلیب کا خط بہنوں کے نام

نومبر اور دسمبر کے مشترکہ رسالہ میں" برادرم فاروقی صاحب" نے شائقین خاتون مشرق سے رسالہ کی توسیع اشاعت میں حصہ لینے کی اپیل کی تھی۔ جو کہ بے جا نہیں۔ زمانۂ حال میں مُسلم اُردو رسائل کی حالت ناگفتہ بہ ہو رہی ہے۔ علم اور زبان کی خدمت اور ملک کے لٹریچر کی حفاظت انسان کی سب سے بڑی ضرورت ہے۔ اس کے بل پر تمدن اور معاشرت کی تعمیر ہوتی ہے اور اسی سے انسان عقل و فہم کی تربیت حاصل کرتا ہے۔

خاتون مشرق ہندوستان کا واحد رسالہ ہے جس نے طبقۂ نسواں میں علمی ذوق پیدا کیا۔ اور مسلم خواتین کے لئے ادبی۔ اصلاحی اور پاکیزہ مضامین مہیا کرتا ہے۔ بلکہ میں تو یہاں تک عرض کروں گی کہ خاتون مشرق رسالہ نہیں بلکہ ایک "انسٹی ٹیوشن" ہے۔ ایک زندہ یونیورسٹی ہے۔ جو ملک کے ہر حصہ میں تعلیم یافتہ خواتین کی ایک ایسی جماعت تیار کر رہا ہے جو علم و ادب سے وافر حصہ لئے ہوئے آنے والی نسل کو ملک کے مستقبل کے لئے زیادہ سے زیادہ مہذب بنا سکیں گی۔

خاتون مشرق نے اب تک جو کچھ پیش کیا وہ تعمیری ہے۔ اس کے تمام مضامین ایک نئی منزل، نئی روشنی، نئی بہار اور نئے ستارے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ یہ اشارہ کتنا دل آفریں ہے؟ اس کا جواب آپ مجھ سے بہتر دے سکتی ہیں۔

یہ کہنا مبالغہ آمیزی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ رسالہ ہٰذا کی زندگی کی بقا بہنوں کی اعانت خصوصاً پر ہی منحصر ہے۔

خاتون مشرق کو فائدہ پہنچانے والی جماعتیں کئی ہیں اور اسے آپ بخوبی جانتے اور سمجھتے ہیں۔ البتہ نقصان پہنچانے والی

www.taemeernews.com

دو جماعتیں کافی اہم ہیں۔

اوّل تو وہ ! جو راستہ ہی میں رسالہ غائب کر دیتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ہندوستانی دیانت کا جس قدر ماتم کیا جائے اور جس قدر لعنت بھیجی جائے کم ہے۔ یورپ وغیرہ میں کوئی پوسٹ مین، سب پوسٹ ماسٹر، اور رسالہ اخبار یا رسالہ نہیں چراتا۔ لیکن ہندوستان میں ان چوروں کی تعداد بے شمار ہے۔ ان کی اس عادت کا نتیجہ دفتر کے حق میں مہلک نکلتا ہے۔ لیکن اس کا تدارک کس طرح ہو سکتا ہے؟ اور یہ لعنت کیونکر ختم ہو سکتی ہے؟ فی الحال یہ سمجھ سے باہر ہے۔ ورنہ دفتر کو سالانہ ایک کثیر رقم کا نقصان نہیں ہوتا۔ اس کے سوا آخر کہا بھی کیا جا سکتا ہے کہ محکمہ ڈاک کو بہت زیادہ بادیانت ہونے کی ضرورت ہے۔

دوسری جماعت جو خاتونِ مشرق کو نقصان پہنچا رہی ہے۔ وہ "مفت خوروں" کی ہے۔ یہ لوگ خود تو رسالہ خریدتے نہیں ہیں۔ بلکہ اپنے محلّہ یا شہر کے کسی صاحب سے مانگ کر پڑھتے رہتے (یا رہتی) ہیں۔ ہندوستان میں مانگ کر اخبار یا رسالہ پڑھنے کی عادت اتنی زیادہ پائی جاتی ہے کہ یہ عیب کی حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ اگر آپ بہنیں اور بھائی اس طرف توجّہ کریں کہ مفت رسالہ پڑھنے میں وہ ایک اخلاقی جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں اور آئندہ کے لئے اسے ترک کر دیں تو رسالہ کی اشاعت پر نہایت اچھّا اثر پڑ سکتا ہے۔ کیونکہ نصف سے زائد "مفت خورے" اپنے نام رسالہ جاری کرا لینے پر مجبور ہونگے۔

آنسہ جمیلہ عندلیب از حاجی پور (بہار)

خورشید کا خط ماہِ مبین کے نام

پیاری بہن ماہ مبین! تسلیم و نیاز۔

آپ یہ نامہ دیکھ کر متحیّر و متعجب ہونگی کہ آخر یہ کون صاحبہ ہیں۔ وہی حال ہے "جان نہ پہچان خالہ بی سلام"۔ آج میں خاتونِ مشرق کا سہارا لے کر آپ کو مخاطب کر رہی ہوں۔ کیونکہ نہ میں آپ کا پورا پتہ جانتی ہوں۔ نہ میری آپ سے ملاقات ہے۔ ہاں بہن! پہلے مجھے یہ بتانا چاہیئے کہ آخر میں آپ کو یہ خط پڑھنے کی تکلیف کیوں دے رہی ہوں۔ ماہ ستمبر کے رسالہ خاتونِ مشرق میں آپ کا مضمون "شادی کے بعد" نظر سے گزرا مجھے آپ کا یہ مضمون بہت پسند آیا اور میں مجبور ہو گئی کہ آپ کو خط لکھوں۔ کئی بار آپ کا مضمون پڑھا اور لطف اندوز ہوئی۔ طرزِ تحریر بہت اچھی ہے۔ اور سب سے زیادہ یہ پسند آیا کہ کس خوش اسلوبی سے آپ نے اُن باتوں کو تحریر کیا ہے جس کو پڑھ کر مرد چراغ پا ہو جاتے۔ اُسے پڑھ کر ٹھنڈے دل سے اُس پر غور کریں گے اور کسی نتیجے پر پہنچیں گے۔ اُنہیں اچھّے اور سبق آموز مشورے دیئے ہیں اور اُن پر یہ واضح کیا ہے کہ کن باتوں سے گریز کرنے سے۔ کن چھوٹی چھوٹی باتوں پہ خیال رکھنے سے وہ گھر جو دوزخ کا نمونہ بنا رہتا ہے، رشکِ جناں بن سکتا ہے۔ وہ باتیں تحریر کی ہیں جو عموماً ظہور میں آتی ہیں۔

یہ بات تو میں نے بھی ننانوے فی صدی دیکھی ہے کہ جو لڑکی شادی سے پہلے سیرت و صورت میں حور نظر آتی ہے شادی کے بعد اُس میں ہزاروں عیوب نظر آتے ہیں۔ اور ماضی کے زرّیں لمحات کبھی بھولے سے بھی یاد نہیں آتے۔ میں تو یہ کہتی ہوں کہ خاص کر (Love marriage) لو میرج بہت کم کامیاب ہوتی ہے۔

مرد عورتوں کو ایک کھلونا سمجھتے ہیں جس طرح ایک بچّہ ایک کھلونے سے جو کہ پرانا ہو گیا ہو اُکتا جاتا ہے اور ٹوٹ جاتا ہے تو افسوس نہیں کرتا بلکہ دوسرا خرید لیتا ہے۔ اُسی طرح اکثر مرد بہت جلد گھبرا جاتا ہے اور عورتوں کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتا۔ میں یہ نہیں کہتی کہ ہر مرد کا یہی نظریہ اور خیال رہتا ہے بہت سی ایسی ہستیاں بھی موجود ہیں جو کہ اپنی بیویوں پر جان بھی نثار ہو جاتی ہیں۔ اُن کے آرام و آسائش کے لئے اپنا آرام تفریح اور آزادی ختم کر دیتے ہیں۔ عورت کو اپنی لونڈی نہیں بلکہ ملکہ سمجھتے ہیں۔ لیکن اکثر اس کے برعکس دیکھا گیا ہے۔

اچھا بہن! اب رخصت ہوتی ہوں۔ اگر جواب

www.taemeernews.com

دینے کی تکلیف گوارا کیجئے گا تو ممنون ہوں گی۔

آپ کی نادیدہ بہن خورشید جہاں امین

از دیوریا - یو-پی

امامہ یاسمین کا خط شبرین کے نام

شیریں باجی! ایک طویل مدت گزر گئی۔ دو سال کا عرصہ دراز گزر گیا آہ! آپ کو ہمارا خیال بھی نہ آیا ہوگا۔ شاید۔ وہ دوستی اور محبت کو برقرار رکھنے والے وعدے جنہوں نے شمع سکون روشن کی تھی کیا بادِ صرصر کے طوفان نے اس شمع سکون ومسرت کو آخری ہچکی لینے پر مجبور کر دیا۔ اور وہ وعدے جن پر محبت کے قصر تعمیر کئے گئے تھے۔ وقت کے ادنیٰ اشارے سے منہدم ہو گئے؟ کیا وہ پُرکیف زمانہ بھول گئیں جو تفریح ولطف اور عیش ونشاط کے ساتھ گزرا تھا۔

وہ حسین چاندنی راتیں جب ہم اور آپ کھیلا کرتے تھے۔ اور وہ دلچسپ پرلطف کہانیاں جو ہم جاڑوں کی طویل راتوں میں سنتے تھے۔ کیا موسم گرما میں ندی کے سہانے مناظر آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ وہ شرارتیں جو ہم کرتے تھے۔ وہ پروگرام جو ہم سوچتے تھے۔ کیا وہ صرف خواب ہی تھے؟۔

آپ چلی گئیں۔ آپ کا جانا میرے تخیل سے دور تھا۔ تصور میں بھی کبھی نہ تھا۔ کہ آپ رخصت ہو جائیں گی مخلص ملاقاتوں نے مسرت افزا لمحات نے۔ فلک شگاف قہقہوں نے اس تلخ حقیقت کا احساس کیا جب کہ آپ جا رہی تھیں۔

وعدہ مراسلت نے ایوان اُمید کو بلند و خوبصورت پایا۔ مگر انتظارِ مسلسل کے باوجود بھی آپ کا خط نہ آیا۔ سوچتی ہوں شاید خاتون مشرق ہی اس پیغام مسرت کو لائے۔ لیکن ہر بار نگاہیں ناکام رہی ہیں۔

خیال آتا ہے۔ شاید انقلابِ وقت نے آپ کو بھی ترکِ وطن پر مجبور کر دیا ہو۔ مگر آپ کہیں بھی ہوں بستی ہی میں بستی ہوں۔ اپنی خیریت اور خط سے سکون واطمینان بخشیں۔

والد صاحب اور سب عزیز واقارب آپ کی خیریت کے خواہاں ہیں۔ بہنیں آپ کو یاد کرتی ہیں۔ بھائی سلام کہتے ہیں۔ یو-پی کے سیلاب کی خبروں نے طبیعت کو اور بھی متفکر بنا دیا تھا۔ خدا کرے آپ بخیر ومسرور ہوں۔ ننھی نسرین کو دعائیں۔

آپ کی مخلص امامہ یاسمین سعیدی۔ ٹونک راج۔

شکیلہ کا خط پیاری بیگم کے نام

پیاری بیگم خوش رہو۔ خط لکھنے کا یہ بُرا نا طریقہ جو تم نے اختیار کیا ہے وہ مجھے پسند نہیں۔ یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ آدھا خط دیگر احوال یہ ہے اور ہم سب یہاں خیریت سے ہیں پر ختم ہو جائے اور جب کام کی بات لکھنے کا موقع ہو تو خط میں لکھنے کی جگہ نہ رہے۔ تم اسے کہیں یہ نہ سمجھ بیٹھنا کہ تمہیں نصیحت کرنے بیٹھ گئی یہ نہیں بلکہ یہ تو بات میں بات نکل آئی جو لکھ دیا۔

آج اُستانی ہمارے یہاں آئیں بُننا اور سینے پرونے کا کام بہت عمدہ جانتی ہیں۔ میں نے اور حمیدہ نے ان سے آج ایک نئی بیل کا کام سیکھا ہے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ یہاں کروشیا کا سامان نہیں ملتا۔ خیال ہے کہ ابا اگر کلکتہ جائیں تو اُن سے تھوڑا سا سامان منگوا یا جائے۔ تمہیں بھی اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو لکھ بھیجنا۔ ہم مسلمانوں کے گھرانوں میں تو لڑکیاں سلائی اور کروشیا کا تھوڑا بہت کام کر لیا کرتی ہیں لیکن یہ کام ایسا نہیں ہوتا جو قابلِ تحسین سمجھا جائے۔ لہٰذا میں نے سوچا ہے کہ اس کام میں ایسی مہارت حاصل کی جائے جو واقعی داد کی مستحق ہو۔

مجھے یہ سُنکر بہت خوشی ہوئی کہ تم نے انگریزی میں کافی مہارت پیدا کر لی ہے لیکن مجھے اُس وقت خوشی ہوگی جب تم انگریزی میں گفتگو کرنے اور خط لکھنے کی صلاحیت پیدا کر لو۔ ابا ہمیشہ اس بات پر زور دیا کرتے ہیں کہ سلیقہ مند بیوی بننے کے لئے لڑکیوں کا ہر اس چیز میں دلچسپی لینا جو شوہر کی خوشنودی کا باعث ہو نہایت بہتر بات ہے۔ اس سے ایک تو معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور دوسرے یہ کہ دوسروں کی طبیعت شناسی کا موقع ملتا ہے۔ اپنی اتی جان کو ہمارا آداب عرض کہنا۔ تمہاری بہن شکیلہ بانو حکیم۔ سبھلپور۔

دیدہ زیب اور بے حد حسین

انگلش جالی کے پُربہار دوپٹے

نہایت مضبوط۔ نہایت خوشنما۔ بے حد حسین و جمیل اور لاجواب۔ دیدہ زیب

انگلش جالی کے دوپٹے

ریشم اور تارکشی اور ڈی۔ ایم۔ سی کے تاگوں سے ہاتھ کے کڑھے ہوئے پھول بیلیں اور بوٹے اور باریک کام ان دوپٹوں کو اس قدر دیدہ زیب بنا دیتا ہے کہ مشرقی بہنیں انکو اوڑھ کر بیحد حسین و جمیل معلوم ہوتی ہیں۔ اگر آپ ایک دوپٹہ منگالیں گی تو انشاءاللہ عمر بھر یاد کریں گی۔ جالی کے یہ دوپٹے ہر رنگ میں ملتے ہیں۔ موسم کے اعتبار سے جو رنگ آپکو پسند ہو اُس رنگ کا منگا سکتی ہیں۔ سفید۔ سیاہ۔ گلابی۔ فیروزی۔ آسمانی اور دوسرے رنگوں میں ملتے ہیں

بہ شرطِ واپسی ایک دو دوپٹے دفتر "خاتونِ مشرق" سے خرید لیجئے۔

پسند نہ آئیں تو واپس بھیجکر اپنے روپے واپس لے لیجئے

قیمتیں حسب ذیل ہیں:۔

قیمت قسم اوّل ڈھائی گز سوا گز والا بیس روپے۔ (عنقہ) ــــ قیمت قسم دوم سوا دو گز اور ایک گز والا سولہ روپے (عہ) دو روپے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ دوپٹہ صرف قسم اوّل منگایئے۔ محصول ایک دو اور تین تک دس آنے۔

توفیق پاشا منیجر دفتر "خاتون اسٹور" اردو بازار دہلی نمبر ۱

نیو ڈیزائن اور نیو فیشن

سوتی اور ریشمی برقعے

گلابی، آسمانی، فیروزی، سیاہ، دیسی پاپلین کے اور ریشمی ٹالین اور ولایتی کریپ وغیرہ کے تیار شدہ

ترکی اور مصری ڈیزائن کے برقعے ہند اور پاکستان میں زیادہ تر استعمال ہوتے ہیں۔ پرانے ڈیزائن کے برقعے آج کل خواتین اور لڑکیاں بہت کم استعمال کرتی ہیں کیونکہ ان میں کپڑا زیادہ لگتا ہے۔ دفتر "خاتون مشرق" نے گلابی۔ فیروزی۔ آسمانی اور سیاہ پاپلین کے مصری برقعے تیار کئے ہیں۔ ایک حصہ گردن سے لیکر ٹخنے تک جسٹر نما کالر اور جھالر اور بٹن والا۔ اوپر کا حصہ رومال والا۔ سر سے لے کر کمر تک۔ تارکشی سے تیار شدہ آنکھوں کی جالی

قیمت فی برقع سولہ روپے (۱۶؍)

ریشمی کپڑے کا برقع بھی دیدہ زیب ہوتا ہے جو فیشن ایبل بھی ہے اور مضبوط بھی۔ خوشنما بھی ہے اور دیدہ زیب بھی۔
قیمت چالیس روپے کردی گئی ہے۔ محصول زیادہ سے زیادہ ایک روپیہ فی برقع ہے۔

دفتر "خاتون مشرق" کے اعتماد پر ایک برقع بذریعہ وی۔ پی۔ جس رنگ کا چاہیں منگا لیجئے۔

اگر پسند نہ آئے تو واپس بھیجکر اپنے روپے واپس لے لیجئے۔ یا پتہ لکھا ہوا لفافہ بھیجکر پاپلین اور ریشمی کپڑے کا نمونہ مفت حاصل کیجئے۔

منیجر "خاتون اسٹور" اردو بازار۔ دہلی نمبر ۶

خانہ داری کے تجربے

گھریلو زندگی کو نمونۂ جنّت بنانیوالے مضامین کا مجموعہ

حلوہ بیضۂ مُرغ

انڈے تیس عدد۔ دودھ تین سیر۔ گھی تین پاؤ۔ شکر سفید تین پاؤ۔ بادام ایک تولہ پستہ ایک تولہ۔ اخروٹ ایک تولہ۔ کیوڑہ حسب ضرورت۔

ترکیب:۔ انڈوں کی زردی و سفیدی دودھ میں ملاکر خوب ہاتھ سے ملئے۔ پھر کپڑے میں چھان کر دیگچی میں ڈال کر پکائیے۔ اور چمچے سے برابر ہلاتی رہیئے۔ جب خشخاش کے دانوں کے مانند ہو جائے۔ تو پھر اس میں مغز پستہ، مغز بادام، مغز اخروٹ تراش کر اور گھی ڈال کر بھونیئے۔ بعدہٗ شکر آمیز کر کے ہلاتی رہیئے۔ جب گھی چھوٹنے لگے دیگچی آگ پر سے اُتار لیجئے۔ اور کیوڑے وغیرہ کی خوشبو بسا کر نوش کیجئے۔ بہت لذیذ ہوگا۔

زہرہ نسائی خانم۔ از ایٹہ

دو مفید نسخے

۱۰ نومبر و دسمبر کے مشترکہ رسالہ خاتون مشرق میں بہن رضیہ خاتون پرتابگڈھی ایٹہ نے "بزم خواتین" میں چہرے کے داغ سیاہ (یعنی تل) دور کرنے کی دوا نیز سر کے درد کی دوا طلب کی ہے۔ میں دونوں دوائیں تحریر کرتی ہوں نہایت مجرّب اور میری آزمودہ ہیں۔ فائدہ ہونے پر مجھے اطلاع دیں۔

(چہرے کے سیاہ داغ دور کرنیکی دوا یہ ہے) انڈے کی زردی کو بھون کر خالص شہد ملاکر لگانے سے چہرے کے سیاہ داغ دور ہو جائیں گے۔ رنگت بھی نکھر آئیگی؟۔

(اکسیر درد) اسطوخودوس ۵ ماشہ۔ کشنیز خشک ۳ ماشہ، فلفل سیاہ ۵ دانے۔ نوشادر ۵ رتی۔ سفوف کر کے اپنی والدہ صاحبہ محترمہ کو استعمال کرائیں۔ اللہ شفا دے گا۔

آپ کی بہن

رشیدہ واحدی (مقیم گونڈہ)

دردِ سَر کا مفید نسخہ

پیاری بہن رضیہ تسلیم!

آپ نے اپنی والدہ صاحبہ کے سر کے درد کی دوا پوچھی ہے۔ مجھے ایک آزمودہ نسخہ معلوم ہے۔ لکھتی ہوں۔ خدا کرے کہ آپ کی والدہ محترمہ کو بھی فائدہ مند ثابت ہو۔

ناریل کا سوکھا بند گولا ایک عدد کشمش دو تولہ۔ خشخاش دو تولے۔ کشنیز خشک کی گری دو تولے۔

ترکیب:۔ ناریل کے گولے میں چھوٹا سوراخ کر کے اس میں کشمش، دھنیئے کی مینگ خشخاش تینوں چیزیں بھر دیں۔ پھر گولے کے اوپر تھوڑا آٹا گیلا کر کے لگا دیں آٹا سارے گولے پر لگا دیجئے۔

پھر ایک پتیلی میں گھی ڈال کر وہ گولا بھی اس میں ڈال دیں۔ گھی اس قدر ہونا چاہیئے کہ گولا نیچے اور گھی اوپر رہے۔ ہلکے ہلکے انگاروں پر پکنے دیں۔ جب گولا سرخ ہو جائے نکال لیں۔ پھر گولے کو باریک باریک کوٹ لیں۔ اور روزانہ صبح نہار منہ دو تولے کھایا کریں مگر ایک چیز کا خیال رہے یہ کہ ایسے وقت اٹھ کر کھانا چاہیئے کہ کھا کر تھوڑا سو سکیں۔

دردِ سر کے لئے بہت مفید چیز ہے انشاء اللہ ضرور فائدہ ہوگا۔ اور اگر خدانخواستہ درد میں افاقہ نہ ہو تو پھر مجھے لکھیئے گا۔ کئی چیزیں اور بھی ہیں وہ لکھ دونگی۔

مس تسنیم لکھنوی

از ڈیرہ اسماعیل خاں پاکستان

آلو کے ٹکڑے

آلو ایک سیر۔ قیمہ آدھ سیر۔ پیاز۔ مرچ۔ نمک، گھی حسب ضرورت۔

ترکیب:۔ آلو چھیلے پانی میں خوب اُبال لیں۔ جب گل جائیں تو [illegible] لیں۔ پھر پیاز اور مرچ ڈال کر [illegible] میں قیمہ ڈال کر خوب بھون لیں۔ [illegible] ہوئے آلو میں بھر کر [illegible] تلی جائیں۔ بہت لذیذ ہوگی۔

مس سیدہ عنبریں [illegible] از پٹنہ

انڈے کا حلوہ

انڈے بارہ عدد۔ ناریل پاؤ بھر۔ خشخاش پاؤ بھر۔ مغز بادام پاؤ بھر۔ کھویا پاؤ بھر۔ چرونجی آدھ پاؤ۔ شکر تین پاؤ۔ گھی آدھ سیر۔ زعفران چھ ماشے۔ الائچی خورد دس عدد۔

ترکیب:۔ پہلے ناریل۔ بادام، خشخاش کھویا، چرونجی سب کو خوب باریک پیس لیں زعفران بھگو دیں۔ الائچی سفوف کر لیں۔ اب انڈے کی زردی الگ کریں۔ اور سفیدی کو خوب پھینٹیں۔ جب سفیدی خوب پھول جائے تو زردی ملا کر پھر پھینٹیں۔ اور پسی ہوئی چیزیں ڈال کر ملا لیں۔ گھی چولھے پر چڑھائیں اور خوب احتیاط سے دھیمی آنچ پر بھونیں کچھ بادامی ہونے پر شکر اور الائچی ڈالیں۔ سرخ ہونے پر اتار لیں۔ اور حل کیا ہوا زعفران ڈال دیں۔ حلوہ تیار ہے۔ نہایت مقوی اور لذیذ ہوگا۔ مجرب ہے۔

نسیم فاطمہ سوز۔ مشرقی پاکستان

بے حد لذیذ برفی

ایک سیر عمدہ کھویا۔ اور آدھ پاؤ دودھ لے کر خوب ملاؤ اور ڈھائی سیر کھانڈ کی تار بند چاشنی تیار کر کے اس میں اچھی طرح گھوٹو پھر کیوڑہ ملا کر تھال میں پھیلا دو۔ چاندی کے ورق لگا دو۔ اور پستہ کتر کر جما دو۔ تین چار گھنٹے کے بعد چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹ کر نوش فرمائیں۔ نہایت لذیذ ہوں گے۔

مس ارشاد بیگم
ڈیرہ اسماعیل خاں۔

چنے کی دال کے لڈو

اشیاء:۔ بھنے ہوئے چنے کی دال پاؤ بھر گھی ۳ چھٹانک۔ شکر پاؤ بھر۔ رنگ کھانے کا حسب مرضی۔

ترکیب:۔ دال کو سل پر پیس لیجئے۔ پھر گھی اور رنگ ڈال کر بھون لیجئے۔ بعد ازاں نیچے اتار کر شکر ملا دیجئے اور گرم گرم کے لڈو بنائیے ٹھنڈا نہ ہونے دیجئے۔ ورنہ لڈو باندھنے میں دقت ہو گی۔ لیجئے لڈو تیار ہو گئے۔ اب نوش فرمائیے۔

قدسیہ ریاض مظفر نگری مقیم پرتاب گڑھ

چاول کے سیو

ترکیب:۔ چاولوں میں نمک ڈال کر خشکے (پھیکے چاولوں) کی طرح ابالیئے۔ پانی اس قدر ہی ڈالیئے تاکہ پانی نکالنے کی ضرورت پیش آئے بلکہ اسی میں دم آجائیں۔ پھر ان کو سل پر پیس لیجئے۔ اور لوہے کی چھلنی میں اس کی سویاں نکالیئے اور ان کو سائے میں سکھائیے بعد ازاں ان کو گھی میں تلیئے۔ اور ناشتہ کی زینت بنائیے۔

نوٹ:۔ یہ سیو آپ جس قدر چاہیں سکھا کر رکھ سکتی ہیں روزانہ اس عمل کی ضرورت نہیں ہے

قدسیہ ریاض مظفر نگری مقیم پرتاب گڑھ

بلاؤز کی خوبصورت بُنائی

مشرقی بہنوں کی خدمت میں یہ بنائی پیش کر رہی ہوں۔ امید ہے کہ بہنیں پسند کرینگی۔ یہ نمونہ ہلکے رنگ جیسے گلابی، فیروزی پر بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔

ترکیب:۔ بارڈر اپنی حسب پسند بن لیجئے

اب بُنائی شروع کیجئے۔

۱۔ سیدھی سلائی۔ ایک سیدھا ایک الٹا جوڑا۔ (یعنی اوپر پھندہ کر کے دو ایک ساتھ) سات سیدھے۔ الٹا جوڑا۔ دو سیدھے۔ ایک جالی۔ جالی۔ دو سیدھے۔ جوڑہ۔ سات سیدھے۔ جوڑہ۔ دو سیدھے۔ جالی۔ جالی۔ دو سیدھے۔ اسی طرح سلائی پوری کیجئے۔

۲۔ الٹی سلائی۔ سیدھے پر سیدھا۔ الٹے پر الٹا۔ الٹی سلائی ہمیشہ سیدھے پر سیدھا الٹے پر الٹا بنا جائے گا۔

۳۔ سیدھی سلائی۔ جوڑہ۔ پانچ سیدھے۔ دو سیدھے۔ ایک جالی۔ تین سیدھے۔ جالی۔ دو سیدھے۔ جوڑہ۔ پانچ الٹے۔ دو سیدھے۔ جالی۔ تین سیدھے۔ جالی۔ دو سیدھے۔ جوڑہ۔ الٹے پانچ۔

پانچویں سلائی۔ جوڑہ۔ تین سیدھے۔ جوڑہ۔ دو سیدھے۔ جالی۔ پانچ سیدھے۔ جالی۔ دو سیدھے۔ جوڑہ۔ تین الٹے۔

ساتویں سلائی۔ جوڑہ۔ ایک الٹا۔ دو سیدھے۔ جالی۔ سات سیدھے۔ جالی۔ دو سیدھے۔ جوڑہ۔ الٹا۔

نویں سلائی۔ جوڑہ۔ دو سیدھے۔ جالی۔ نو سیدھے۔ جالی۔ دو سیدھے۔ جوڑہ۔ اسی طرح سے پورا بلاؤز تیار کیجئے۔ بہت خوشنما معلوم ہوگا۔

مس اقبال خلیل لکھنوی

سوئیٹر کا جالی دار نمونہ

(۱) ۹ خانے سیدھے نو الٹے بن کر سلائی تمام کیجئے۔

(۲) پوری سلائی الٹی بنئے۔

www.taemeernews.com

(۳) چار سیدھے بنکر سامنے سوت لے کر تین سیدھے خانے بنئے۔ پھر سامنے سوت لیکر چار سیدھے۔ پھر سات اُلٹے خانوں کو پانچ کرکے اس طرح سلائی بنئے۔

(۴) پوری سلائی تمام اُلٹی بنئے۔

(۵) چار سیدھے سامنے سوت لے کر تین سیدھے خانے بنئے۔ پھر سامنے سوت لیکر چار سیدھے۔ پھر سات اُلٹے خانوں کو پانچ کرکے اس طرح سلائی بنئے۔

(۶) پوری سلائی اُلٹی بنئے۔

(۷) چار سیدھے۔ پھر ہول پانچ سیدھے۔ پھر ہول ڈال کر چار سیدھے۔ پھر پانچ اُلٹے۔ خانوں کو گھٹا کر ۳ اُلٹے بن کر اس طرح پوری سلائی بنئے۔

(۸) پوری سلائی اُلٹی بنئے۔

(۹) چار سیدھے۔ پھر ہول۔ پھر سیدھے خانے بن کر ہول ڈالئے۔ پھر چار سیدھے۔ پھر تین اُلٹے خانوں کو گھٹا کر ایک بنئے۔ اس طرح پوری سلائی بنئے۔

(۱۰) پوری سلائی اُلٹی تمام کیجئے۔

(۱۱) لیجئے نمونہ تیار ہے۔ ایک اُلٹے خانے کو اور آٹھ سیدھے خانے کو بن کر اُلٹے ۹ خانے کر دیجئے۔

۹ خانوں کی طرف گھٹتے جائیں گے۔ اور سیدھے خانوں کی طرف بڑھتے جائیں گے پھر ۹ کا ایک رہ جائیگا۔ پھر نو کا ۹ ہو جائیگا۔ نہایت خوبصورت جھاڑ بنتا چلا جائیگا۔

درخشندہ بیگم از سیہور

جھمکوں کی بنائی

پہلی سلائی پوری سیدھی۔ دوسری سلائی ایک اُلٹا۔ بارہ سیدھے۔ پھر ایک اُلٹا۔ تیسری سلائی۔ ایک جالی۔ بارہ سیدھے۔ ایک جالی۔ چوتھی سلائی۔ دو اُلٹے۔ بارہ سیدھے۔ دو اُلٹے پانچویں سلائی۔ دو جالی۔ بارہ سیدھے۔ دو جالی۔ چھٹی سلائی۔ چار اُلٹے۔ بارہ سیدھے۔ چار اُلٹے۔ ساتویں سلائی۔ ایک سیدھا۔ تین جالی۔ بارہ سیدھے پھندے کھینچ کر لمبے لمبے لیں۔ ایک سیدھا۔ تین جالی۔ آٹھویں سلائی۔ چھ اُلٹے۔ بارہ لمبے لمبے پھندے اکٹھے۔ چھ اُلٹے۔ نویں سلائی۔ سات سیدھے۔ دو اکٹھے۔ چھ سیدھے بنائی تیار ہے۔

خورشید شبنم صدیقی۔ پھولپور

گوشت کی لذیذ گلاب جامن

قیمہ گوشت ڈیڑھ پاؤ۔ دودھ خالص آدھ سیر۔ کھویا ۳ چھٹانک۔ دال چنا ڈیڑھ چھٹانک کشمش ایک چھٹانک۔ ناریل خشک ایک چھٹانک مصری ایک چھٹانک۔ شکر تین پاؤ۔ الائچی خورد اور عرق کیوڑہ حسب خواہش۔

ترکیب:۔ پہلے قیمہ کو کسی باریک کپڑے میں رکھ کر اس قدر دھوئیں کہ گوشت کا رنگ سفید ہو جائے۔ اب آدھ سیر دودھ اور ڈیڑھ چھٹانک چنے کی دال قیمہ میں ملا کر آگ پر چڑھا دیں جب دودھ خشک ہو جائے تو قیمہ کو سل پر کھویا ملا کر خوب باریک پیس لیں۔ اور شکر کا قوام تیار کر کے چولہے کے پاس رکھیں۔ تاکہ کچھ گرم رہے۔ اب پسے ہوئے قیمہ کی گلاب جامن تیار کریں۔ گلاب جامن کے اندر کشمش، ناریل و مصری الائچی کے دانے بھر کر گھی میں سُرخ تل لیں اور قوام میں ڈالتی جائیں اور ٹھنڈا ہونے پر کیوڑہ چھڑک کر نوش فرمائیں۔ نہایت لذیذ معلوم ہوں گی۔

مس خالدہ خانم۔ پورنیا

خوش ذائقہ لکھنوی شاہی ٹکڑا

ڈبل روٹی عمدہ ایک عدد۔ شکر تین پاؤ۔ گھی ایک پاؤ۔ دودھ ایک سیر۔ پستہ ایک چھٹانک زعفرانی رنگ۔ کیوڑہ۔ چاندی کے ورق حسب منشا۔

ترکیب:۔ پہلے شکر کا قوام جلیبی کے قوام کی طرح کریجئے۔ پھر ڈبل روٹی کے توس کاٹ کر ہلکی آگ پر آہستہ آہستہ تل کر قوام میں ڈال دیں۔ جب سارے توس قوام میں ڈوب جائیں تو توس معہ قوام کے کسی گہرے بڑے تسلے میں اُلٹ کر اس میں دودھ ڈال کر کوئلہ کی ہلکی آنچ پر چڑھا دیجئے۔ پکتے پکتے جب توس سارا دودھ اور قوام جذب کر لیں پھر آہستہ آہستہ کفگیر سے ایک ایک توس نکالیے۔ اور پلیٹوں میں رکھتی جائیے۔ اور کیوڑہ چھڑک دیجئے۔ اس کے بعد بالائی کی تہہ دیجئے۔ پھر باریک کترا ہوا پستہ لگائیے۔ بعد ازاں چاندی کے ورق چپکا دیجئے۔

لیجئے خوش ذائقہ شاہی ٹکڑے تیار ہیں۔ مگر بھئی کھاتے وقت میری نیت کا ذرا خیال رکھیں کیونکہ شاہی ٹکڑے بہت پسند ہیں۔

مس نسیم [illegible]

مقیم [illegible] غازی [illegible] خان

www.taemeernews.com

بہنوں کی پوشیدہ بیماریوں کا علاج

اگر مشرقی بہنیں پوشیدہ بیماریوں کا شکار ہوتی ہیں۔ اور وہ گھر کی چار دیواری میں بیٹھے بیٹھے اپنی جوانی گھلاتی رہتی ہیں۔ ایسی بیمار بہنوں کے لئے میں نے ایک سوال نامہ چھپوا لیا ہے۔ جس کو مفت تقسیم کرتی ہوں خدانخواستہ اگر آپ کسی خفیہ بیماری میں مبتلا ہیں تو اپنے تمام حالات اور عمر اور شادی وغیرہ ہوئی ہے یا نہیں تفصیل کے ساتھ لکھکر میرے پاس روانہ کیجئے میں آپ کو گھر بیٹھے مفید مشورہ دونگی۔ یا ایک خط لکھ کر مجھ سے وہ سوالنامہ مفت منگا لیجئے۔ تاکہ گھر بیٹھے آپ کا کامیاب علاج ہو سکے۔ خط و کتابت پوشیدہ رہے گی۔

لیڈی ڈاکٹر طاہرہ بیگم مطب ڈاکٹر نثار احمد خاں صاحب

ڈاک خانہ کیرانہ۔ ضلع مظفر نگر یو۔ پی (انڈیا)

آپ

ادیب اور شاعر بن سکتے ہیں

اگر آپ ادیب یا شاعر بننے کے خواہشمند ہیں تو ہم سے خط و کتابت کیجئے ہم آپ کو بہترین غزلیں، معیاری افسانے اور ہر قسم کے ادبی مضامین نظم و نثر معمولی معاوضہ پر مہیا کر سکتے ہیں۔ جواب کے لئے جوابی خط یا ٹکٹ آنے ضروری ہیں۔ خط و کتابت صیغۂ راز میں رکھی جائے گی۔

نوٹ:۔ شائع کرانے کا بندوبست بھی کیا جاتا ہے۔

ادبی محل چتلی قبر دہلی (انڈیا)

نو آموز شاعروں اور

ادیبوں کی توجہ کے لئے

غالباً آپ کو معلوم نہیں کہ ایک کامیاب شاعر اور ادیب بننا اتنا مشکل نہیں جتنا کہ لوگ سمجھتے ہیں۔ صرف چند اصول جاننے ضروری ہیں جو ہم سے خط و کتابت کے ذریعہ معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ اور اگر آپ اپنے مضامین نظم و نثر پر اصلاح لے کر انہیں ہند و پاک کے بلند پایہ رسائل و اخبارات میں شائع بھی کرنا چاہتے ہیں تو بھی اس ادارہ کی خدمات حاصل کیجئے۔

خط و کتابت کے لئے جواب آنے کے ٹکٹ آنے ضروری ہیں۔

(پتہ صرف یہ لکھیئے)

سکریٹری "ادارۂ شعر و ادب"

کٹرہ قاضی۔ بازار سرکیوالان۔ دہلی

ضرورتِ شادی

ایک مسلم سنی الحنفی ناکتخدا (۲۶) سالہ خوبصورت، شریف خاندان نیک چلن، خوش اطوار لڑکے کے لئے جو بمبئی یونی ورسٹی کا بی۔ ایس۔ سی اور امریکہ کا ایم۔ ایس اور ایم۔ اے ہے۔ اور امریکہ میں علمی تجربہ بھی حاصل کیا ہے اور عنقریب امریکہ سے واپس آکر کسی اعلیٰ عہدے پر برسر روزگار ہوگا۔ ایک معزز خاندان کی تعلیم یافتہ لڑکی کی ضرورت ہے جو سلیقہ شعار جملہ امور خانہ داری میں ماہر ہونے کے علاوہ قبول صورت بھی ہوں۔ رشتہ ہندوستان یا پاکستان کسی بھی جگہ ہو سکتا ہے۔

پتہ انگلش میں لکھئے۔

پوسٹ بکس ۲۷۔ امل نیر۔ (مشرقی خاندیش)

Post Box № 27

P.O. Amalner (East Khandesh)

www.taemeernews.com

بزمِ خواتین

محترمہ بہن رفیعہ خاتون جعفری کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ اپنی والدہ ماجدہ کی ناک میں خالص بادام کا تازہ تیل تین چار مرتبہ ڈالیں۔ انشاء اللہ ضرور مفید ثابت ہوگا (آزمودہ ہے) آدھے سر کے درد کے لئے بھی مفید ہے۔

سکندر بیگم۔ شاہ نور اسٹیٹ

میرے ماموں زاد بھائی سید مرتضیٰ حسین عرف رشید کی شادی خانہ آبادی مورخہ ۲۶ جنوری ۱۹۵۱ء بروز جمعہ پروفیسر عبدالعزیز صاحب (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کی بھانجی کے ساتھ بخیر و خوبی انجام پائی۔ خدا دولہا و دولہن کو نیا دور مبارک فرمائیے۔ آمین۔

ثریا خاتون۔ بڑیل بارہ بنکی

میری بڑی بہن سلمیٰ خاتون کی شادی خانہ آبادی ۳۰ دسمبر ۱۹۵۰ء کو ایم۔ اے جبار صاحب کے ساتھ بخیر و خوبی انجام پائی۔ خدا سے دعا ہے کہ ان کا یہ نیا دورِ حیات محبت و شادمانی سے معمور ہو۔ اس شادی میں کافی لطف آیا۔ کاش! آج امی۔ ابا زندہ ہوتے تو یہ مسرت دوچند ہو جاتی۔

سادسہ نور ادیب۔ کانپور

ایک عرصہ سے تنفس اور کھانسی کی سخت شکایت ہے۔ تمام حکیم ڈاکٹر سب ہی کے علاج سے عاجز آچکی ہوں۔ اشتہاری دوائیں اور ہندوستانی دواخانہ اور ہمدرد دواخانہ کی سیکڑوں دوائیں غرضکہ جس نے جو کچھ بتایا استعمال کر چکی ہوں۔ مچھلی کا تیل انجورس اسپلشن۔ اسکاٹ اسپلشن۔ سیرولین۔ غرض اس قسم کی ہزاروں دوائیں کر چکی ہوں۔ میری عمر اس وقت ۲۳ یا ۲۴ سال کی ہے لیکن اس بیماری نے اب مجھے پریشان کر دیا ہے کہ سوائے موت کی دعا مانگنے کے اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ بعض دن پوری رات اسی تکلیف میں بیٹھے گزر جاتی ہے۔ کھانسی میں بلغم بہت نکلتا ہے۔ اکثر قبض کی شکایت رہتی ہے۔ اس وقت میرے دو بچے ہیں۔ اگر کوئی بہن یا بھائی مجھے ایسی دوا بتائیں جس سے میری یہ تکلیف جاتی رہے تو میں ان کی ممنون احسان ہوں گی۔ مجھے حالش کی بہت تکلیف رہتی ہے۔

خاتونِ مشرق کی خریدار نمبر ...

مقیم مغربی پاکستان۔ صوبہ سرحد

میرے بھائی جان محمد عبدالقیوم قادری کے گلشن حیات میں پہلی بار رب العزت نے ۵ اگست ۱۹۵۰ء کی صبح کو چار بجے ایک چاند سا بچہ مرحمت فرمایا ہے۔ اور ہم سب بہنیں پیارے بھتیجے کو پاکر بیحد خوش ہوئیں۔ خدا اس گل نوشگفتہ کو چمنستانِ عالم میں اس کے نگہبانوں کے زیر سایہ پروان چڑھائے۔ آمین۔ اور میرے ننھے منے بھتیجے کا نام عبدالسلام عرف سلیم میاں تجویز ہوا ہے۔

بنت انیس جہاں بیگم۔ بدایوں

خداوند کریم نے بروز پیر ۱۸ دسمبر ۱۹۵۰ء میری بہت ہی عزیز ترین بہن کوثر توصیف کو بوقت ۵ بجے ایک ننھا سا تحفہ عنایت فرمایا اور مجھ کو اور میری چھوٹی بہن نسیم زخندہ کو پہلی بار خالہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ دربارِ خداوندی میں دست بدعا ہوں کہ خدا پیارے ببلو کو ڈیڈی ممی اور دیگر عزیزوں کے زیر سایہ پروان چڑھائے۔ خدا اس کو طالع سکندری و حیات خضری عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

وسیم نگار صدیقی۔ مقیم کراچی

میری بہت ہی پیاری مجھلی ممانی جان

کو اللہ تعالے نے بروز یکشنبہ ۲۰ نومبر ۱۹۵۰ء کو ایک ننھی منی پھول سی بچی عطا فرمائی ہے۔ جس نے دوسری بار میری ممانی جان کو امی اور مجھ کو آپا بننے کا شرف بخشا۔

فاخرہ سلطانہ۔ مقیم بانکیپور

میری چچی جان کے گلشن حیات میں ۲۶ جنوری سنہ ۱۹۵۱ء شنبہ کی رات کو ایک خوبصورت پھول کھلا ہے۔ خوبصورت پھول کا نام "شکیل احمد" رکھا گیا ہے۔ ہم سب دعا کرتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ ہمارے ننھے بھائی کی عمر دراز کرے۔ اور والدین و دیگر عزیزوں کے زیر سایہ پروان چڑھائے۔

مس رضیہ فرحت۔ ترجا بلی

میرے چچا زاد بھائی محمد عبدالودود صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی کی شادی خوشنودی بیگم سے ۱۴ ربیع الثانی سنہ ۱۳۷۰ھ مطابق ۲۳ جنوری سنہ ۱۹۵۱ء کو بخیر وخوبی انجام پا گئی۔

ہماری چچی جان نے انہیں "نشاط دلہن" کا خطاب دیا ہے۔ دعا ہے کہ یہ شادی حقیقی معنوں میں نشاط جاودانی ثابت ہو۔ آمین ثم آمین۔

دلی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے میں اپنی طرف سے بھابھی جان کو خاتون مشرق کا خریدار بناتی ہوں۔

سعیدہ خاتون۔ گیا

---

۸ جنوری سنہ ۱۹۵۱ء صبح ۸ بجے میری چھوٹی خالہ اختر جہاں کو کوئٹہ میں خداوند تعالیٰ نے ایک ننھی منی چاند سی بچی عطا کی ہے۔ کوئٹہ میں برف پڑنے کی وجہ سے بچی کا نام برفی رکھا گیا ہے۔

دست بدعا ہوں کہ خداوند تعالیٰ میری پیاری بہن کو عمر خضری عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

رضیہ عزیز بانو۔ اریلا کرہاں اعظم گڈھ

میری چھوٹی بہن اور بہنوئی ارراجہ صاحب اترولہ بعد حصول شرف حج بیت اللہ و زیارت عالم اسلام کے بفضلہ ۲۰ جنوری سنہ ۱۹۵۱ء بخیریت لکھنؤ پہنچ گئے۔ اس خوشی میں میں اپنی بہن کو "خاتون مشرق" کا خریدار پیش کرتی ہوں۔

بکن بی بی۔ مقیم لکھنؤ۔

میرے چھوٹے ابا جناب ایس ایس رسنزی صاحب بمبئی کارپوریشن کے بائی الکشن میں ۱۹۲ ووٹوں سے کارپوریٹر منتخب ہوئے ہیں۔ ہم کل بھائی بہنیں خدا کا شکر بجا لاتے ہیں اور تحفہ مبارکباد پیش کرتے ہیں اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ خدا ہمارے چھوٹے ابا کو عمر خضری عطا فرمائے اور دن دونی اور رات چوگنی ترقی دے" تاکہ وہ ملک کی خدمت اسی طرح کرتے رہیں۔ مشرقی بہنوں سے ملتجی ہوں کہ وہ بھی میری اس دعا کے ساتھ شریک ہوں۔

سعیدہ نزہت جہاں بانو دسنوی

میری منجھلی آپا نورجہاں کے گلشن حیات میں پہلی کلی کھلی ہے۔ خدا پاک اسے والدین کے زیر سایہ پھولنا پھلنا نصیب کرے۔ بچی نہایت خوب صورت اور تندرست ہے۔ نام نادرہ سلطان رکھا گیا۔

قمر جہاں۔ لاڑاوان بھروچ

میرے چچا زاد بھائی ٹھاکر عبدالغنی خاں (ایف۔ اے) کی شادی بابو محمد یونس خاں صاحب رئیس سدھاری (اعظم گڈھ) کی نواسی کے ساتھ ۱۷ فروری سنہ ۱۹۵۱ء کو بخیر وخوبی انجام پا گئی۔ خدا سے دعا ہے کہ بھائی صاحب کا یہ دور زندگی خوشی و انبساط اور فارغ البالی میں گزرے۔ آمین۔

رابعہ خاتون۔ نان پارہ

میری آپا جان مسز نسیمہ ہمایوں مرزا کو اللہ تعالے نے ۱۱ جون کو ایک خوشنما پھول عطا فرمایا۔ ہم لوگ نوزائیدہ کی آمد سے بے حد مسرور ہیں۔ بچہ کا نام پرویز ہمایوں رکھا گیا۔ مشرقی بہنیں دعا کریں کہ پیارے پرویز کی عمر و اقبال میں ترقی ہو اور اپنے والدین اور سب عزیزوں کے زیر سایہ پروان چڑھے۔

عذرا خاتون۔ ملیح آبادی

www.taemeernews.com

اللہ تعالیٰ کا پیغام۔ تمام دنیا کے نام

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

(یہی وہ کتاب ہے جس میں شک ہی نہیں)

ہمارے اپنے فاروقی پریس دہلی اور تاج کمپنی کی نگرانی میں چھپا ہوا۔ نہایت شاندار اور خوشنما سفید ولایتی کاغذ اور بے حد حسین وجمیل کتابت اور طباعت۔ اور

بے شمار خوبیوں والا

قرآن مجید غیر مترجم

چھ سو بارہ صفحے۔ جلد نہایت خوبصورت سبز کا ہی۔ اسقدر صحیح چھپا ہوا کہ چھپنے کے بعد کئی حافظوں نے جسکی صحت کی ذمہ داری قبول کی ہے۔ سرورق انتہائی دیدہ زیب اور ہفت رنگ۔ سبز اور سرخ چھاپے کا۔ باوجود اس قدر خوبیوں کے

ھدیہ صرف پانچ روپے

محصول ایک جلد پر تیرہ آنے۔ دو جلدوں پر ایک روپیہ چھ آنے۔ تین جلدوں پر دو روپے۔
پانچ جلدوں پر محصول تین روپے دو آنے

کتب فروش حضرات خط وکتابت سے معاملہ طے فرمائیں۔

مینجر رسالہ "خاتونِ مشرق" اردو بازار دہلی نمبر ۶

www.taemeernews.com

آپ کی خوب صورتی کو چار چاند لگانے والی

اور

گھریلو زندگی میں کام آنے والی کتاب

زنانہ درزی خانہ

چھپ گئی ہے۔ فوراً آرڈر دیجیے۔

مشرقی بہنوں کے لئے اور اُن کی گھریلو زندگی کو آراستہ اور خوشنما بنانے کے لئے دفتر "خاتون مشرق" نے ایک نئی کتاب "زنانہ درزی خانہ" کے نام سے تیار کی ہے۔ اس کتاب میں تقریباً دو سَو قسم کے زنانہ اور خوردسال بچوں اور بچیوں کے کپڑے سینے اور کاٹنے کے طریقے عام فہم انداز میں لکھے گئے ہیں اور ہر ترکیب طریقہ تراش کے ساتھ قلمی تصاویر بھی بنا دی گئی ہیں تاکہ سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔ درجنوں قسم کے جمپر۔ درجنوں قسم کی قمیص۔ فراک۔ نیو فیشن اور رنیوکٹ گاؤن۔ اور بیبی کوٹ۔ فینسی پاجامے۔ غرارے اور بلاؤز۔ گریبان بنانے کی ترکیبیں کتاب

زنانہ درزی خانہ میں آپکو ملیں گی۔

ہر گھر میں اس کتاب کا رہنا ضروری ہے۔

جو بہنیں اس کتاب کو خریدنا چاہتی ہیں۔ وہ وی۔ پی کے ذریعہ منگا سکتی ہیں۔ وی۔ پی کیلئے دفتر کو لکھئے۔ کتاب مجلّد ہے۔ سرورق رنگین اور خوب صورت۔ کتاب مکمل چھپ گئی ہے۔ اور روانگی شروع ہو گئی ہے۔ ۱۰۶ صفحے۔ لکھائی چھپائی عمدہ۔ سفید کاغذ۔ مجلّد سرورق۔ قیمت دو روپے۔ پاکستانی خریداروں کو بھی کتاب روانہ کیجا سکتی ہے۔

انوری بیگم۔ مالکہ رسالہ "خاتون مشرق" اردو بازار دہلی نمبر ۶

بچوں کی دنیا

مرتبہ آصفہ بیگم صاحبہ چشتی۔ بلند شہر

نیک لڑکا

(خواجہ افتخار احمد۔ کراچی)

ایک بوڑھی ماں کا جوان بیٹا تھا۔ مگر تھا بڑا ضدی اور نافرمان، ایک بار ماں نے اپنے بیٹے کو کوئی کام بتایا مگر اُس نے انکار کردیا۔ ماں نے پھر کہا لیکن اُس نے ماں کا کہنا نہ مانا۔ اور صاف کہدیا کہ میں نہیں کرتا تمہارا کام۔ بوڑھی ماں کو سخت صدمہ ہوا۔ وہ آہستہ آہستہ چلی اور ایک چھوٹا سا گہوارہ اُٹھا لائی۔ اور اُس کے سامنے رکھ کر بولی " بیٹا! دیکھو یہ پالنا، یہ تمہیں وہ وقت یاد دلائے گا جب تم اس میں پڑے رہتے تھے اور تم میں مکھی بھی اُڑانے کی طاقت نہ تھی۔ میں نے تمہاری خاطر اپنی میٹھی نیندیں حرام کیں۔ جب تمہیں ذرا تکلیف پہنچتی تو میں اپنا آرام بھول جاتی اور تمہاری خدمت کرتی۔ تم کبھی روتے تو میں پریشان ہو جاتی۔ میں نے جن مصیبتوں سے تمہیں پالا ہے وہ سب مجھے یاد ہیں۔ دو سال تک تمہیں دودھ پلایا۔ اور تین سال تک تمہارا پالنا جھولایا ماں نے ذرا زوردار لہجہ میں کہا " کیا تم میرے سب احسانوں کو بھول گئے؟۔ یاد رکھو اگر میں تمہاری پرورش نہ کرتی اور ذراسی بھی غفلت کرتی تو آج تم اس پالنے میں بے بس پڑے ہوتے۔ اور تمہارا بچپن اس جوانی پر پہنچنا ناممکن تھا۔ ذرا اپنی اس حالت کا خیال کرو جب تم اس پالنے میں بے بس پڑے رہتے تھے۔ اب اُس ماں کی نافرمانی کر رہے ہو جس نے تمہیں پال پوس کر جوان کیا۔ دیکھو بوڑھی ماں کا دل نہ توڑو "

ماں نے لہجہ ذرا نرم کرتے ہوئے پھر کہا " ماں کے قدموں میں جنت ہوتی ہے۔ کتنی خوش قسمت ہے وہ اولاد جو ماں باپ کی خدمت کرکے والدین اور اللہ میاں کی خوشنودی حاصل کرتی ہے "

جب بیٹے نے بوڑھی ماں کی یہ باتیں سُنیں۔ تو اس کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ واقعی میرا وجود ماں کے ہی طفیل سے ہے۔ اگر وہ نہ ہوتی تو میں آج اس جوانی کو نہ پہنچتا۔ یہ خیال آتے ہی اُس نے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی اور ماں کے قدموں پر سر رکھدیا، ماں آخر نرم مزاج ہوتی ہے بڑی نرمی سے بولی " بیٹا کوئی بات نہیں میں راضی میرا خدا راضی " جو آدمی ماں باپ کو خوش رکھتا ہے خدا بھی اُس سے خوش ہوتا ہے۔ اور جو اپنے باپ ماں کو ناراض کرتا ہے اور نافرمانی کرتا ہے اللہ بھی اُس سے ناراض ہوتا ہے۔

چُپ کا روزہ

(اقبال احمد ناچن۔ بھیروی)

پہلے زمانے میں ایک بادشاہ تھا اُس کے تین لڑکے تھے۔ اور ایک لڑکی تھی۔ اُن کی ماں مرچکی تھی۔ بادشاہ نے شادی کرلی۔ وہ لڑکوں پر بہت ظلمُ کرتی تھی۔ آخر ایک دن اُس نے اُنہیں گھر سے نکال دیا۔ اور ایک جادوگر کے ذریعہ تینوں لوگوں کو کوّے بنادیا۔ وہ اُڑتے اُڑتے ایک سنسان جنگل میں پہنچے اُن کے ساتھ ساتھ ان کی بہن بھی جنگل میں پہنچی لڑکی نے جنگل میں چھوٹی سی جھونپڑی بنائی اور اُس میں رہنے لگی۔ کوّے روز صبح اُڑتے ہوئے جنگل میں چلے جاتے اور شام کے وقت بہن کے لئے پھل وغیرہ لے آتے اس دوران میں ایک بوڑھی عورت جو جادوگرنی تھی۔ اس جھونپڑی کی طرف آنکلی۔ شہزادی نے اُسے غریب سمجھ کر اپنے یہاں پناہ دی اور سارا قصّہ کہہ سُنایا۔ اُس عورت نے کہا کہ اگر تم ایک برس تک کسی سے بات نہ کرو تو تمہارے بھائی پھر اصلی صورت میں آجائیں گے۔ بہن نے اپنے پیارے بھائیوں کی محبت کے سبب ایک سال کے لئے چُپ کا روزہ رکھ لیا۔ چھ مہینے گذر جانے کے بعد ایک روز ایک شہزادہ اس جنگل میں شکار کی غرض سے آیا۔ دوپہر کے وقت اُسے شدّت کی پیاس لگی۔ وہ پھرتا ہوا جھونپڑی کی طرف آنکلا۔ اُسے یہ دیکھکر بہت تعجب ہوا کہ اس سنسان جنگل میں یہ جھونپڑی کہاں سے آئی۔ آخر اس نے دروازے پر دستک دی شہزادی باہر آئی تو شہزادہ اس کی خوبصورتی کو دیکھکر حیران رہ گیا۔ شہزادے نے پانی مانگا۔ شہزادی نے پانی پلایا مگر شہزادے کو یہ دیکھکر بہت غم ہوا کہ شہزادی گونگی ہے۔ شہزادہ اُسے اپنے ملک لے گیا۔ کوّے بھی ساتھ ساتھ اُڑے مگر شہزادے کو معلوم نہ ہوا۔ شہزادے نے شہر جاکر اُسے ایک الگ محل میں رکھا۔ اور علاج شروع کیا۔ کوّے روز شام کو محل کے نزدیک ایک درخت پر بیٹھتے۔ یہ اُنہیں کھلایا پلایا کرتی۔ ایک روز ایک کنیز نے دیکھ لیا۔ اُس نے شہزادے کو خبر کی کہ شہزادی کوئی جن یا پری معلوم ہوتی ہے۔ اُس کے پاس روز شام کو تین کوّے آتے ہیں۔ مگر شہزادے کو یقین نہیں آیا۔ کنیز نے اُسے ایک دن سب باتیں دکھادیں۔ شہزادہ حیران ہوا۔ دوسرے روز شہزادے نے سر دربار شہزادی کو بلایا اور پوچھا کہ تو کون ہے؟۔ مگر شہزادی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب پر شہزادے کو غصّہ آگیا۔ اور حکم دیا کہ شہزادی کو قتل کردیا جائے۔ حکم پاتے ہی جلّاد حاضر ہوا۔ اور چاہتا تھا کہ وار کرے۔ اتنے میں کوّے آموجود ہوئے۔ اور جلّاد کو نوچنا شروع کیا۔ یہ دیکھکر لوگ تعجّب کرنے لگے۔ شہزادے نے شہزادی کو قید کردیا۔ آخر مدّت بعد شہزادے نے شہزادی کو پھر بُلایا۔ شہزادی پھر بھی خاموش رہی تو شہزادے نے غصّہ سے اُسے آگ میں جلانے کا حکم دے دیا۔ حکم پاتے ہی آگ تیار کی گئی۔ جلّاد چاہتا تھا کہ شہزادی کو آگ میں ڈالے اتنے میں کوّے آئے اور شہزادے بن گئے۔ یہ سال کا آخری دن تھا۔ شہزادی بڑی خوش ہوئی اور اُس نے سارا قصّہ شہزادے کو سنایا۔ شہزادہ بہت خوش ہوا۔ اور شہزادوں کو شہزادی سمیت اُن کے باپ کے ملک لے گیا۔ اور سارا واقعہ بیان کیا۔ بادشاہ نے ان کی سوتیلی ماں کو قتل کردیا اور شہزادی کی شادی بڑی دھوم دھام سے شہزادے سے کردی وہ شہزادی کو اپنے ملک لے گیا۔

بچّے کہانیاں اور نظمیں وغزلیں صاف اور خوش خط لکھ کر دفتر کے پتہ پر بھیج سکتے ہیں۔ جو پسند آئے پر اُنہیں کے نام سے شائع کی جائیں گی۔ کہانیاں مختصر مگر دلچسپ ہونی چاہئیں

(دفتر خاتون مشرق۔ دہلی)

www.taemeernews.com

اکبر آباد کی سیر

(الیاس احمد مجیبی)

محمد اعظم صاحب لدھیانوی ایک مہربان ہیں۔ صالح جوان، شریف انسان۔ انہوں نے ایک خواب دیکھا کوئی دو مہینے پہلے۔ کیا دیکھا کہ وہ ہیں۔ میں ہوں۔ اور خدا آپ کا بھلا کرے چھٹے جارج انگریز امپرر، کیساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔

خیالی پلاؤ پکانے والے اب بھی اکا دکا مل جاتے ہیں۔ اور کوئی کوئی خوابوں کے وہموں کا بھی شکار ہے۔ مگر ویسے اب زمانہ اور ہے۔ پرانی باتیں اچھی ہوں کہ بری۔ جھوٹی ہوں کہ سچی۔ قصے کہانیاں ہو گئیں۔

لوہے پتھر کا زمانہ کتابوں میں سب نے دیکھا پڑھا ہے۔ یہ مشین کا زمانہ آ گیا ہے۔ اور لوگ ہیں کہ ہوا پر اڑنے لگے ہیں۔ کام بہت، وقت کم، ایک بزرگ فرمایا کرتے ہیں کہ عمریں بھی تو کم ہیں۔ یوں کاموں کو جلدی جلدی سمیٹنا اور نمٹانا پڑے گا۔ مطلب یہ کہ ان باتوں پر دھیان کون لے اتنی فرصت ہی کسے ہے۔ خیر تو بھائی اعظم نے یہ خواب جو بیان کیا تو انہیں مبارکی دی گئی کہ دل و دماغ میں بات اتنی اونچی تو آئے لیکن یوں تعبیر پر توجہ کرنی بھلا کیا ضرور تھی۔

اور سنئے! مگر ہے ایسی بات کہ اسے بتلاتے لاج آتی ہے پھر بھی آپ سے بھلا کیا چھپانا۔ بھئی ہم نے آج تک تاج نہیں دیکھا تھا۔ آگرے کا "تاج محل"!۔ ہے نا شرم کی بات!۔ اور مزیداری یہ کہ اب سے کوئی گیارہ برس پہلے تاج پر لکھ چکے ہیں۔ اور وہ چھپ چکا ہے۔ شکر ہے کہ یہ دھبہ اب جا کر دھلا۔ ۸ر مارچ کو اعظم صاحب کے ساتھ اکبر اعظم کا اکبر آباد دیکھا۔ ۹ر مارچ کو تاج بی بی کا روضہ دیکھا۔ تاج کو دیکھ دیکھ کر لوگ شعر کہنے لگتے ہیں۔ مگر بھئی ہم پر تو جیسے سکتہ ہو گیا۔ دل بھر بھر آیا۔ رو رو دیئے۔ اور اعظم صاحب سے بار بار کہا کئے کہ لو بھیا یہ رہی آپ کے خواب کی تعبیر! شاہجہاں سے شہنشاہ کو دیکھا۔ ارجمند بانو کو دنیا بھر کی بیبیوں میں ممتاز پایا۔ کہ تاج تلے پڑی سوتی ہیں۔ اچھی اچھی بیبیاں اور دیویاں دیکھ دیکھ کر خوشی سے ہنستی ہیں۔ کبھی عبرت سے بسورتی ہیں۔

فتحپور میں سلیم چشتیؒ سے ولی کی زیارت ہوئی۔ جنہوں نے اکبر جیسے کو رام کیا تھا۔ زمین پر پیر نہ ٹکانے والے کو پیادہ پا چلایا تھا۔ خود اکبر ان کا غلام اور ولیعہد بیٹے کا پیر کے نام پر نام۔ حضرت کا چھوٹا سا مقبرہ ہے۔ اکبری مسجد کے لق و دق صحن میں انڈا سا دھکا ہے۔ سفید ایسا جیسے دودھ شیشے میں بھرا دھرا ہے۔ گنبد تلے سیپ کی مسہری بنی کھڑی ہے۔ جس میں حضرت آرام فرما ہیں۔ مسہری میں کیا کاریگری ہے کہ آنکھ نہیں ٹھہرتی ہے۔ چھچھ

عید کا چاند دیکھ کر

(حضرت سعید بھوپالی)

وہ چاند نظر آیا
ہر سمت خوشی چھائی ہر دل میں بہار آئی
وہ چاند نظر آیا
رحمت کی نشانی ہے دنیا پہ جوانی ہے
وہ چاند نظر آیا
کل عید منائیں گے اک دھوم مچائینگے
وہ چاند نظر آیا
اب ہاتھ اٹھائیں ہم کچھ مانگیں دعائیں ہم
وہ چاند نظر آیا

www.taemeernews.com

رنج اکبری مسجد۔ اللہ اکبر! کیا شان ہے کیا آن بان ہے۔ اکبر کی سبھی عمارتوں میں ہندو آرٹ زیادہ اُجاگر ہے۔ اس مسجد میں بھی یہی بات ہے۔ مگر کمال یہ ہے کہ اسے دیکھکر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہندو آرٹ اور مغل آرٹ دونوں ماں جائے بھائی معلوم ہوتے ہیں۔

مسجد کے شاہی دروازے سے نکلے۔ سیکری کو چلے علامہ فیضی کا دیوان خانہ دیکھا۔ کھنڈر سا ہونے لگا ہے۔ وہ فیضی کہ علم اور فضل کا پہاڑ تھے۔ لیکن اکبر کے آگے تھراتے تھے۔ ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے۔ علم و فن کی گویا توہین کرتے تھے۔ وہ تو خود بادشاہ تھے۔ مگر اپنی شاہی کو سیکری کے پتھروں سے ٹکراتے تھے: بل اونٹ پہاڑ یہ والی بات ہے۔ توفیق الٰہی نہ ہو تو بڑے بڑے اور اچھے اچھے اپنے تئیں مٹی میں ملاتے ہیں اور جن کو اللہ میاں نوازیں وہ بوریوں پر بیٹھ کر بادشاہوں سے سجدے کراتے ہیں۔ چشتی اور فیضی کے مرتبوں میں بھی تو بڑا بل ہے۔ دیکھ دیکھ کر بڑی عبرت ہوتی ہے۔

خیر تو اب سیکری میں گھسے۔ جودہ بائی، مریم زمانی، بیربل وغیرہ کے محل دیکھے۔ محل کیا دیکھے۔ اکبر کی سوجھ بوجھ اور سیاست صاف صاف نظر آئی۔ اکبر نے ہندوستان کو جیسا جانا اور ہندوستانیوں کے رنگ ڈھنگوں کو جانا ویسا دماغ کس نے پایا۔ جو یہ حوصلہ کرتا اور اپنے پرائے کو قابو میں رکھتا۔ کیا کہنا۔ غیروں کو ایسا اپنایا وہ رنگ جمایا کہ سب اس کا دم بھرتے تھے۔ اکبر ہی کا کلمہ پڑھتے تھے۔

غیاث کا مقبرہ دیکھا وہی مرزا غیاث جنہوں نے ہزار بیٹوں سے بڑھ چڑھ کر بس ایک بیٹی پیدا کی۔ وہ بیٹی کہ جیتے جی باپ کو اعتماد الدولہ بنوایا۔ اور مرے پیچھے بھی اسی نام سے انہیں آج تک زندہ رکھا ہے "اعتماد الدولہ" کی عمارت ہے۔ گویا کہ نورجہاں کے حسن اور سگھڑاپے کی مورت ہے۔ کہ مرمر کی ترشی کھڑی ہے۔ یہاں کوئی برسوں رہے تب بھی جی نہ بھرے۔

اعتماد الدولہ سے نکلے تو پڑوس میں جہانگیر کے وزیر مال مرزا شکر اللہ کا چینی کا روضہ دیکھا۔ یہ نام یوں پڑا کہ مقبرے پر رنگ برنگی چینی جڑی تھی۔ جواب گویا سب کی سب اُکھڑ گئی ہے۔ چینی ہی سے بیل بوٹے، پھول پتے اور اسی سے اللہ رسول کے مبارک نام اور قرآن مجید کی آیتیں، ذرا سوچیے! یہ تو رات دن سونے چاندی، ہیرے موتیوں سے کھیلتے ہوں گے۔ بہترے ان کے دربانوں، خدمت گاروں تک بھی نہ پہنچ سکتے ہوں گے۔ آج اُن کے ٹوٹے پھوٹے مقبرے کا مجاور ہم ایسے زائروں کا منہ تکتا ہے۔ جی ڈرنے لگتا ہے کہ اس آنی جانی دنیا اور دنیا کی دولت پر کوئی کیا بھروسہ کرے اور کس برتے پر اترائے۔ بھئی خدا دنیا دے تو دے۔ لیکن آدمی کو آدمی رکھے۔ خدا نہ کرے کہ دولت کی ریل پیل میں آدمی آدمی نہ رہے۔ سنا کہ شکر اللہ دیندار بزرگ تھے۔ دنیا کے دھندوں میں خدا کو نہ بھولتے تھے۔

یہاں سے شیر شاہ سوری کی شاہی سڑک پر چلے۔ وہ سوری جس کے بنائے ہوئے مالیانہ قوانین آج تک رائج ہیں۔ اور جس کی ڈالی ہوئی لیکھ پر اکبر ہی کو نہیں انگریزوں تک کو چلنا پڑا ہے۔ جس سے اکبر نے باپ دادا کا بدلا لیا یہاں تک کہ اس کی قوم اور نسل کو بھی نہ بخشا۔ اکبر ہی پر کیا ہے۔ سبھی مغل بادشاہوں نے پٹھانوں کو دور دور رکھا۔ سپاہی سے آگے بڑھنے دیا نہ سول میں گھسنے دیا۔ یہ سراسر بے انصافی رہی۔ راجپوتوں کو اپنانا، پٹھانوں کو بھلایا۔ خدا کی لاٹھی میں آواز نہیں۔ کیا عجب کہ انہیں کا صبر پڑا ہو جنہیں اپنایا تھا وہی غیروں کے دست و بازو بنے۔ بڑوں کے کوتک چھوٹوں کو بھگتنے پڑے۔ بہادر شاہ سے فقیر اور فقیر دوست بادشاہ کے آگے ان کے جگر گوشوں، جی کے ٹکڑوں کے کٹے سر کلستن نے تحفے میں رکھے۔

خیر تو صاحب سوری کی سڑک سڑک سکندرہ پہنچے اکبر کا جبروت کچھ تو سیکری میں اثر کر چکا تھا۔ بلند دروازے سے بڑی عبرت ہوئی تھی۔ کہ ہائے ہائے ہم کتنے بلند تھے، کتنے اونچے ہو گئے تھے اور اب کتنے گر گئے ہیں۔ سکندرہ میں اکبر کی بڑائی اور بھی دل میں سمائی۔ فن کی سرپرستیاں، خوش ذوقی، یعنی سلیقے سگھڑاپے کی ویسی نیرنگیاں کوئی اور اکبر ہوتا تو

شاید چھوڑ جاتا۔ دوسری نظیر کہاں ہوگی۔ خوشنویسی کے لاجواب نمونے اور نقاشی، سنگتراشی وہ، وہ کہ دانتوں تلے انگلی دبانی پڑی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں کے صاحب کمال استادوں کے ہاتھ میں پتھر موم ہو جاتا تھا۔ خطاطوں کا جی نہ اکتاتا تھا۔ کہ یہاں سے وہاں تک جو جو حرف لکھ دیئے ہیں۔ کیا مجال کہ ان کی یکسانی میں بال برابر فرق آیا ہو۔ اور ایک ایک حرف کا حسن کتابت وہ کہ جی چاہتا ہے کہ حرف حرف اٹھا کر دل میں رکھ لو۔

شاید پانچویں نہیں تو چوتھی یعنی آخری منزل پر قبر کے تعویذ کا نشان اور نمونہ ہے۔ سفید دودھ سے مرمر کا، اللہ پاک کے سب نام نستعلیق خط میں ابھرے حروف میں ایسے لکھے گئے ہیں۔ ایسے کہ آج کوئی کاغذ پر بھی شاید ہی لکھ سکے۔ اس پر آرائش ایسی پیاری کہ سبحان اللہ، چاروں طرف چوڑا چکلا مرمر کا فرش۔ اور مرمر ہی کی غلام گردش، کوسوں تک نگاہ دوڑاؤ تو بے روک ٹوک چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ دھندلی دھندلی تاج تک کی عمارت دکھائی دیتی ہے۔

سب سے نچلی منزل میں اکبر سے بادشاہ کہ جنہوں نے دنیا میں خدائی کی تھی گھپا گھپ اندھیرے میں کالی مخملی کارچوبی چادر اوڑھے لیٹے ہیں۔ پتھر بنے پڑے ہیں۔

عمارت ایسی عالی شان کہ آسمان سے باتیں کرتی ہو، اوپر جاتے جاتے سانس پھول لیتی ہے۔ لیکن عمارت کھڑی کرنے والا اکبر جس نے خود اپنی زندگی میں اپنے مرقد ہی کے لئے بنوائی تھی۔ وہ اکبر، جس تک پہنچنے کا حوصلہ کرنے والے بھی بڑا حوصلہ رکھتے ہوں گے۔ بڑوں بڑوں کے پر جلتے ہونگے۔ یہ بات اور ہے کہ وہ خود درشن دیتا تھا۔ پرجا کے دل اپنے ہاتھ میں لیتا تھا۔ اسی کے اس مقبرے کی چھت پر ایک نادان کو ہم نے موتتے دیکھا۔ دل کانپ گیا کہ اللہ اللہ۔ اللہ کا نام سچا، اللہ باقی۔ سب فانی۔ یہاں کس کی رہی اور کس کی رہ جائے گی۔

مغل وقار اور اکبری جبروت کی دھونس جما سکے دیکھئے کو کیا کیا جتن کئے گئے۔ مگر دیکھئے خود اکبر کیسے بے بس پڑے ہیں۔ کہ نہ کسی کو کچھ دے سکتے ہیں، نہ کسی سے کچھ لے سکتے ہیں اکبر کا مزار بے بسی، اور مغل شان و شوکت کی زندہ تصویر ہے۔

ہاں تو بے شک خواب سچے بھی ہوتے ہیں۔ اعظم صاحب نے خواب سچا ہی دیکھا تھا۔ دوسری عمارتوں پر بھلا ہم ایسے اور کیا لکھیں۔ کہ ایک ایک محراب، ایک ایک برجی، ایک ایک مینار یہاں تک کہ ایک ایک طاق پر کتابیں لکھی جا سکتی ہیں۔ اور لکھنے والوں نے لکھی ہیں۔ یہ تو ایک اچٹتی سی نظر سمجھیں آپ، اور صاحب بن پڑے تو ان یادگاروں کی زیارت ہی کریں۔ یہ سب ہمیں بہت کچھ سکھاتی ہیں۔ گویا خاموش کتابیں ہیں کہ ہمارے سامنے کھل کھل جاتی ہیں۔ اور زبان حال سے ہمیں غیرت دلاتی ہیں، پکار پکار کر ہمیں بتاتی ہیں کہ پست ہمتو! بہت سو لئے۔ اب جاگو اور دھیان کرو کہ تم کیا تھے۔ اور اب کیا ہو کے رہ گئے ہو۔

بچوں کی ضد

(وشوا ناتھ آہوجہ۔ فاضلکا)

مغل اعظم شہنشاہ اکبر کے مسخرے بیربل اور ملّا دوپیازے میں خوب چوٹیں ہوتی تھیں۔ ایک روز اکبر نے ان سے پوچھا کہ "عورت کی ضد زیادہ عجیب ہے یا بچہ کی ضد"۔ بیربل کہنے لگا: "عورت کی ضد کو کوئی پورا نہیں کر سکتا"۔ ملا کہنے لگے کہ "بچہ کی ضد کو کوئی پورا نہیں کر سکتا"۔

جھگڑا بڑھ گیا۔ ملا نے اکبر سے کہا کہ "آپ آزما کے دیکھ لیں۔ میں بچہ بن جاتا ہوں۔ آپ میرے سرپرست بن جائیے۔ اور میری ضد کو پورا کیجئے"۔

اکبر نے کہا "اچھا!"

ملا جی بچے بن گئے۔ اور لگے ... پانی کا گلاس دو۔

www.taemeernews.com

پانی کا گلاس آگیا۔ پھر ملّا دوپیازے بولے " اوں اوں مجھے ایک کنجی لادو " کنجی آگئی۔ " اوں اوں مجھے ہاتھی لادو " ہاتھی بھی آگیا۔ " اوں اوں ہاتھی کو کنجی میں ڈال دو "

تمام درباری ہنس پڑے۔ شہنشاہ اکبر کہنے لگے " ہاں بیربل بچے کی ضد کوئی پوری نہیں کرسکتا " اور بیربل نے ہار مان لی۔

غرور

(وید پرکاش صراف جموں)

ایک دفعہ مشہور بادشاہ سکندر نے ایک پُرتکلف دعوت کا انتظام کیا۔ جس میں ملک کے مشہور حکما، شعرا اور فلسفی بلائے گئے۔ ایک مغرور فلسفی گندے کپڑے پہنے اور کیچڑ سے لت پت جوتوں سمیت مجلس میں گھس آیا۔ اور قیمتی قالینوں کو خراب کردیا۔ بادشاہ سکندر نے کہا یہ آداب مجلس کی بیعزتی ہے۔ اُس نے جواب دیا۔ " یہ کیچڑ سے بھرے ہوئے جوتے تمہارے غرور کو روند رہے ہیں۔ سکندر نے اس کا جواب سن کر کہا " بے شک تم غرور کو پامال کررہے ہو مگر غرور کے ساتھ۔ "

سکندر کا برجستہ جواب سن کر اہلِ محفل حیران و ششدر رہ گئے۔

ہمارا جھنڈا

(مصطفیٰ رشید صدیقی۔ سیوہاروی)

آؤ مل کر گھیرا باندھیں بیچ میں اپنا جھنڈا گاڑیں
جھنڈے کو سب مل کے اٹھائیں جھنڈے کا پھر گیت سنائیں

جھنڈا اونچا رہے ہمارا
آنکھ کا تارا پیارا پیارا

یہی ہے جھنڈا سب سے نرالا یہی ہے جھنڈا جگ اجیالا

جھنڈا اونچا رہے ہمارا
آنکھ کا تارا پیارا پیارا

اچھی باتیں کرکے دکھائیں خود جاگیں اوروں کو جگائیں
آؤ آؤ، خوشی منائیں اور سارے جھگڑوں کو مٹائیں

جھنڈا اونچا رہے ہمارا

سلطانہ بزم عالم

بزم عالم بے انتہا غصّور ہونے کے ساتھ ہی رحمدل بھی تھی ایک دن اپنے محل کے باغ میں چہلقدمی کررہی تھی۔ ایک غریب مالی کی نوعمر لڑکی کو دیکھا بخار کی شدت سے بیہوش ایک درخت کے نیچے پڑی ہے۔ سلطانہ کا دل دُکھا۔ اس لڑکی کو گود میں اٹھاکر محل میں لے آئی۔ ایک ماہ تک علاج ہوتا رہا۔ اور سلطانہ بزم عالم رات رات بھر اس غریب لڑکی کے سرہانے بیٹھ کر تیمارداری کرتی رہی۔ لڑکی کو صحت ہوگئی۔ اور ملکہ نے اسے ایک لاکھ روپیہ دے کر اس کی شادی ایک امیر کے لڑکے سے کردی۔ اس واقعہ کے بعد سلطانہ کو مریضوں کی تیمارداری کا شوق اسقدر بڑھ گیا کہ محل کی بیشمار خادماں میں جو بیمار ہوتی اس کو محل میں اٹھالاتی۔ اور تیمارداری کرتی۔ یہاں تک کہ محل اچھا خاصا ہسپتال بن گیا جہاں ہر وقت پچیس تیس بیمار عورتیں اور بچے پڑے رہتے۔

سلطان محمود خاں ثانی کی وفات پر ملکہ بزم عالم نے اپنے خوبصورت محل کو مستقل طور پر زنانہ ہسپتال میں تبدیل کردیا اور یہ ہسپتال آج استنبول میں موجود ہے۔

دار التجربات کا شہرہ آفاق

مرہم درویش

قادرِ مطلق نے رکھا اس میں وہ شافی اثر
جس کے گھر میں ہو یہ مرہم اس کو پھر کیا ہے خطر

مرہم درویش اپنی سچائی، جادو اثری، اور صداقت کی بدولت ۱۹۲۹ء سے اب تک ملک میں کافی شہرت اور مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔ اور بفضلہ اس کی بکثرت مانگ ہے۔ اس مرہم کی تعریف اور تصدیق میں لاتعداد تعریفی خطوط اور سرٹیفکٹ موصول ہو چکے ہیں۔ بعض اصحاب نے اس کے عجیب وغریب فوائد دیکھکر اس کا نام کراماتی مرہم تجویز کیا ہے۔ اور بعض نے جادو کی ڈبیہ۔ یہ مشہور اور شہرہ آفاق مرہم، پرانے سے پرانا داد چنبل خارش خشک وتر، ستہ بواسیر، برص درنج، ہر قسم کے گھاؤ، پھوڑا پھنسی، بال توڑ، ناسور، آگ سے جل جانے اور چھری گنڈاسہ وغیرہ سے کٹ جانے کے زخموں، درد سر، درد پسلی، (نمونیا) درد گردہ، گٹھیا، سخت سے سخت چوٹ موچ، رگوں اور جوڑوں کا درد، ورم رحم، زخم رحم، کنٹھ، گلا، بدھ، گلٹی، خنازیر، کنٹھ مالا، ڈبہ اطفال (پسلی چلنا) اور ہر جگہ کے دردوں اور ورموں کو دور کرنے میں عدیم المثال اور زہریلے جانوروں کے کاٹے کا ایک لاثانی تریاق ہے۔ ہر گھر اور ہر مطب میں مرہم درویش کا ہر وقت موجود رہنا نہایت ضروری ہے۔ منگا کر اپنی اور اپنے مطب کی شہرت بڑھائیے۔ قیمت ڈبہ دو روپے۔

محصول ڈاک دو ڈبوں تک معہ پیکنگ ۱۲ آنے۔ ۶ ڈبوں پر محصول ڈاک معاف۔ ضرور منگائیے اور فائدہ اٹھائیے۔

اشتہار کی صداقت

بھرونڈہ سے جناب محمود احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے لاثانی مرہم درویش کا تجربہ کیا بے حد مفید ثابت ہوا آپ کا اشتہار سو فیصدی سچا ہے۔ از راہ کرم ایک ڈبہ اور مرہم درویش بذریعہ وی پی بھیج کر ممنون فرمائیں۔ اور مجھے اپنا ایجنٹ بنا لیجئے۔ میں یہاں آپ کا زبانی اشتہار بن رہا ہوں۔

۲۵ ڈبے مرہم درویش

مقام چونسہ ضلع سیتاپور سے جناب محمد ادریس صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کا بھیجا ہوا پارسل مرہم درویش کا مل گیا۔ شہرت ہونے پر لوگوں کو اور خواہش ہوئی۔ لہٰذا ۲۵ ڈبے مرہم درویش اور ایک درجن درویشی بوند بذریعہ وی پی جلد از جلد ارسال فرما دیجئے۔

گوتنی پرتاب گڈھ

سے جناب علی رضا خاں صاحب زمیندار تحریر فرماتے ہیں۔ کہ مرہم درویش کے چار ڈبے منگوائے تھے جو اب ختم ہو گئے ہیں۔ یہاں اس کی بہت مانگ ہے۔ لہٰذا پانچ ڈبے اور بذریعہ وی پی بھیج کر ممنون فرمائیے۔

ایڈیٹر صاحب ندائے حرم دہلی

کا ارشاد

مرہم درویش واقعی عجیب ہے ہم بھی اس کو عرصہ سے استعمال کر رہے ہیں۔ جل جانے، کٹ جانے اور بعض زہریلے جانوروں کے کاٹنے۔ درد اور چوٹ لگنے میں اس کا استعمال بے حد مفید اور مؤثر ثابت ہوا ہے۔ بچوں کے گھروں میں اس کا ہر وقت رہنا ضروری ہے۔

خاتون مشرق دہلی

کے ایڈیٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں۔ کہ آپ کے مرہم درویش کا میں نے بھی تجربہ کیا۔ ایک ہی دو روز میں کافی فائدہ ہوا۔ از راہ کرم دو ڈبہ مرہم درویش بذریعہ ڈاک پارسل بھیجکر ممنون فرمائیں

شاندار کامیابی

خداتعالٰے کے فضل اور اس کی رحمت اور خریداران مرہم درویش کی دعاؤں کی برکت سے مرہم درویش کو یہ فخر حاصل ہو گیا کہ دار العلوم حرم مکہ معظمہ کے شفاخانے کے لئے اس کا استعمال منظور ہو گیا ہے۔ ارض مقدس میں استعمال کے لئے مرہم درویش کافی مقدار میں بھیجی جا چکی ہے۔ مرہم درویش کی بلند ترین مقبولیت صداقت اور شاندار کامیابی

پتہ :- منیجر دار التجربات کارخانہ مرہم درویش چرتھاول مظفر نگر (یو پی)

www.taemeernews.com

پیٹی کوٹ کی خوبصورت بیل

صغرا بیگم بنت غلام حسین ۔ میسور

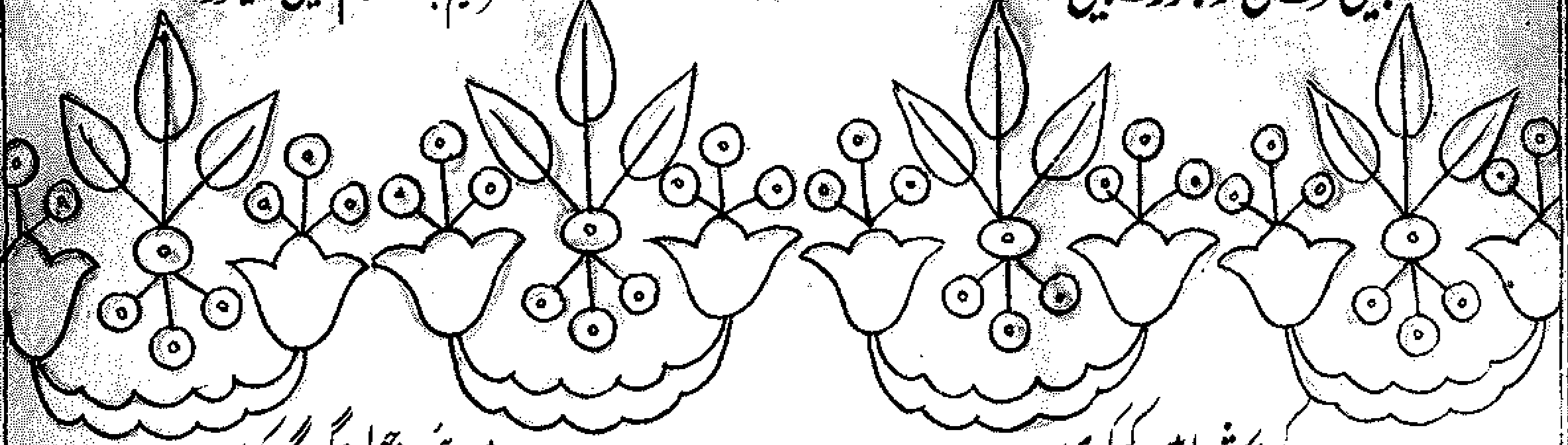

کروشیا میں کیکری

مس رئیسن جہاں بیگم ۔ گورکھپور

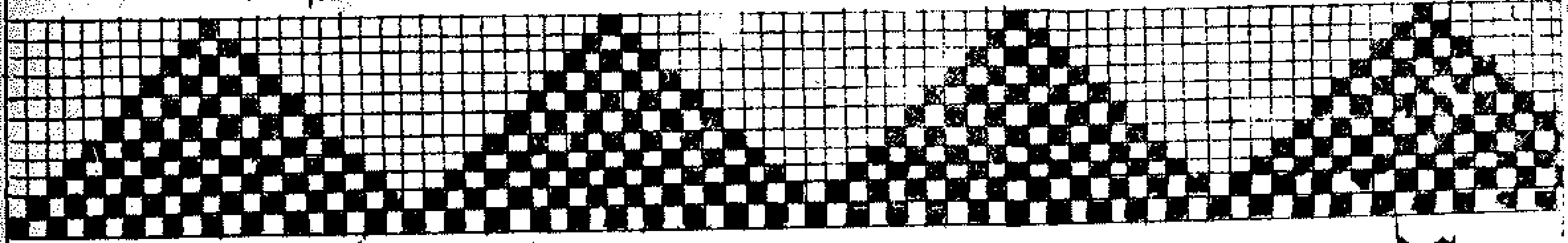

بیل

کلثوم تابش غوثی ۔ احمد آباد

نیو فیشن جمپر

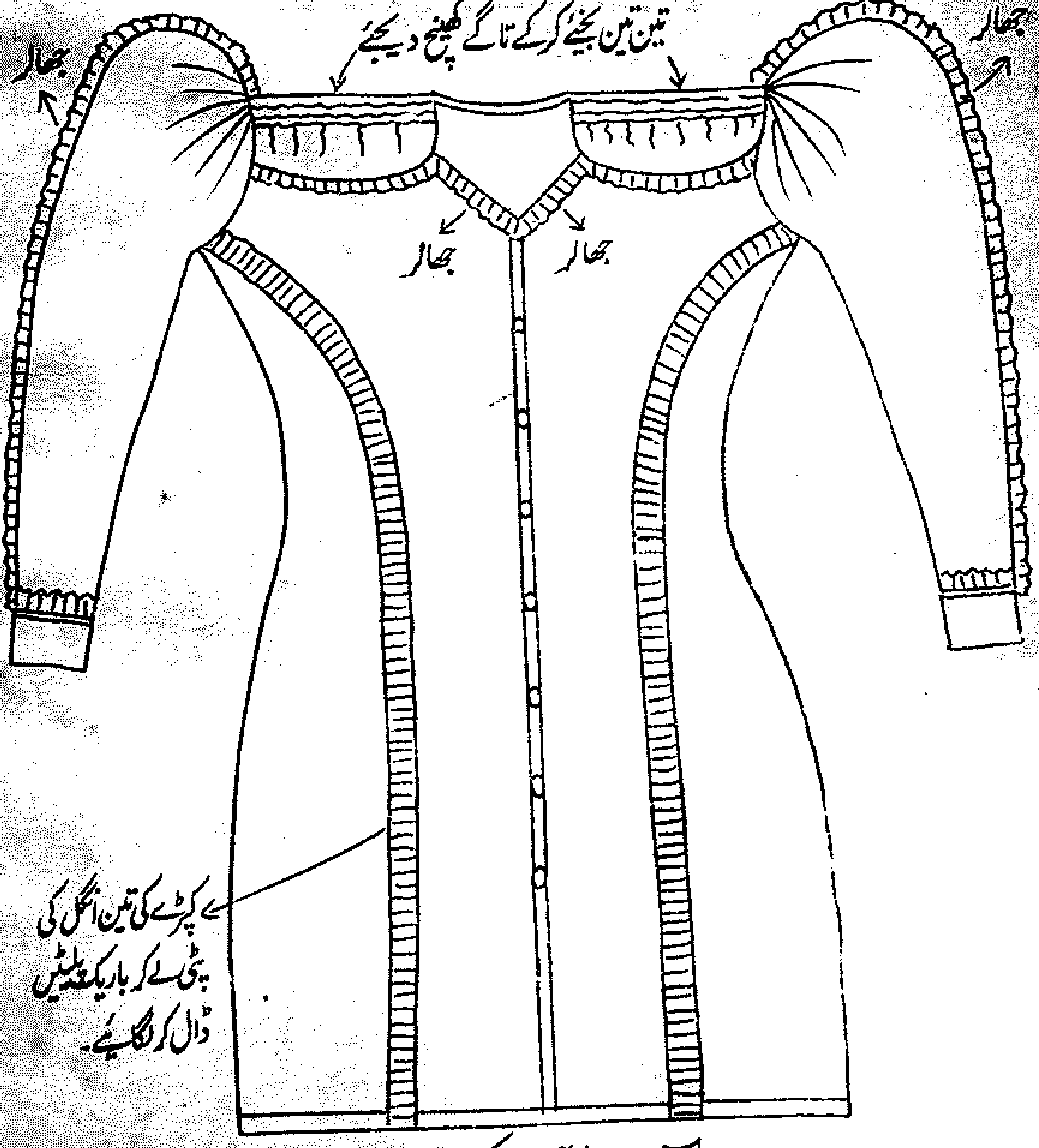

آصفہ ناہید لکھیم پور

یا الٰہی نرم تکیہ باعثِ راحت رہے
سونے والا سوئے لیکن جاگتی قسمت رہے

شمسہ اختر ہاشمی ادیب عالم۔ قادرپوران
(پاکستان)

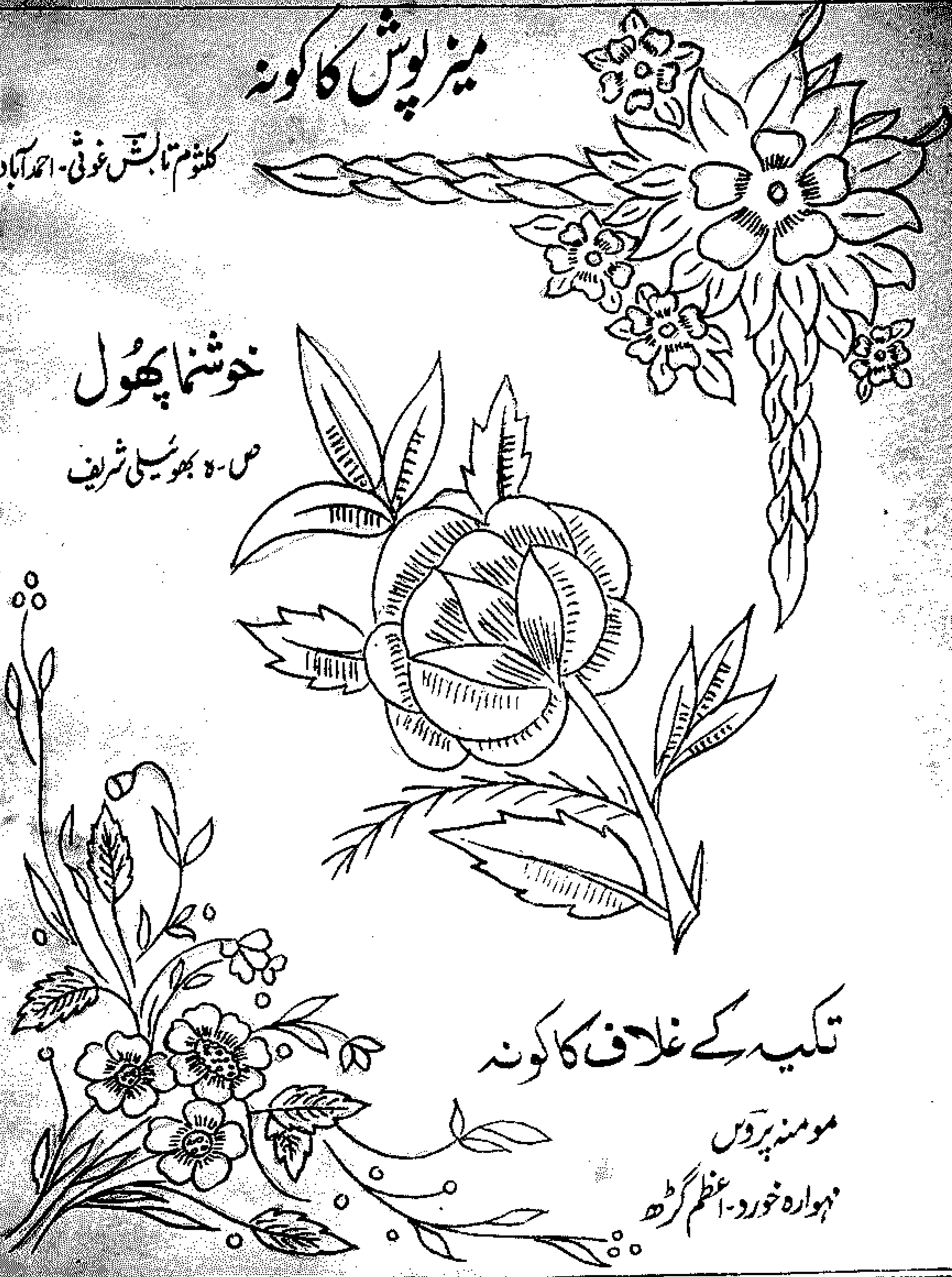

میز پوش کا کونہ

کلثوم تابش غوثی۔ احمد آباد

خوشنما پھول

ص۔ ہ بھوپیلی شریف

تکیہ کے غلاف کا کونہ

مومنہ پروین
نہوارہ خورد۔ اعظم گڑھ

www.taemeernews.com

ترکیب تیاری نقشہ سے ظاہر ہے۔ جہاں
× کا نشان ہے وہاں ٹو بٹن لگائیے۔
جس جگہ ▲ قسم کے چھپے لگے ہیں وہاں
فراک کا پہلا حصہ نقشہ دیکھ کر قطع کیجئے۔
پھر کپڑے کے چھوٹے چھوٹے چھپے
تیار کرکے لگانا شروع کیجئے۔ نمبر ۴
کے پاس سے دونوں جانب ایسا لگائیے
کہ نالی کی شکل بن جائے۔

خوبصورت فراک

خورشید جمال ارشاد
ایلچپور (برار)

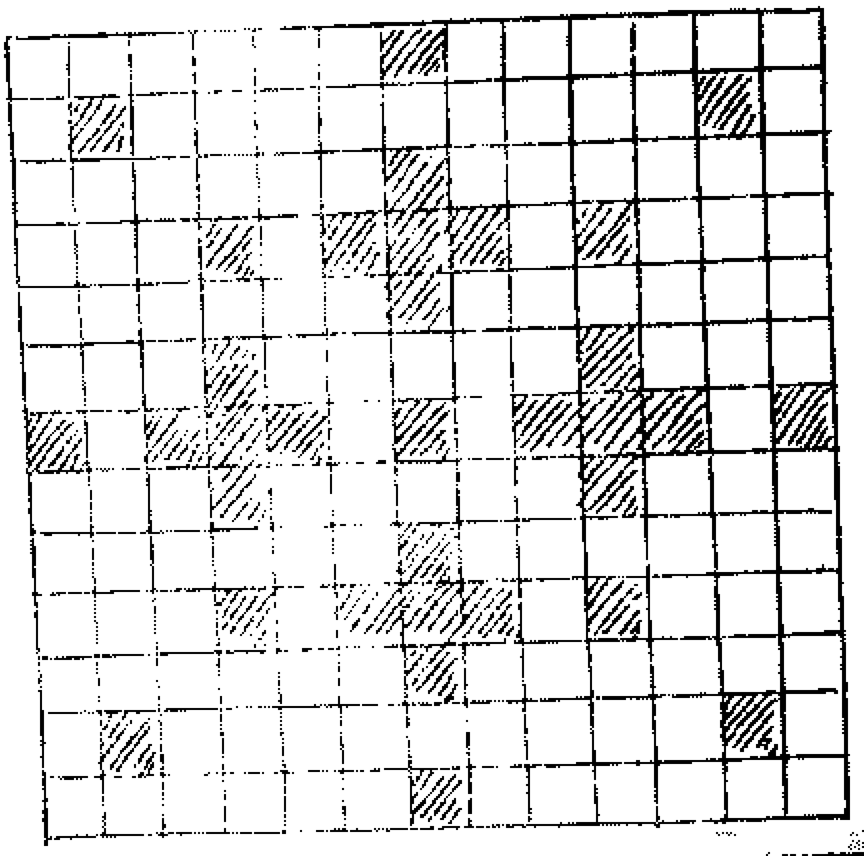

کروشیا میں میز پوش

اطراف میں گیہوں کا جال بنائیے۔ بہت آسان اور خوبصورت نمونہ ہے۔

آنسہ خورشید شبنم صدیقی۔ پھولپور

نیوفیشن جمپر

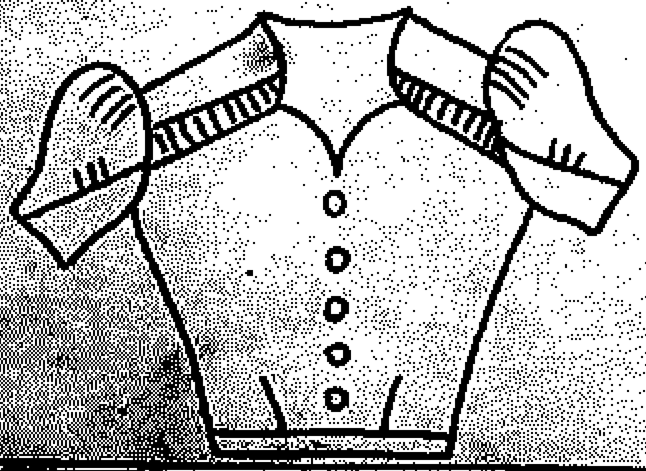

نیو فیشن بلاؤزز

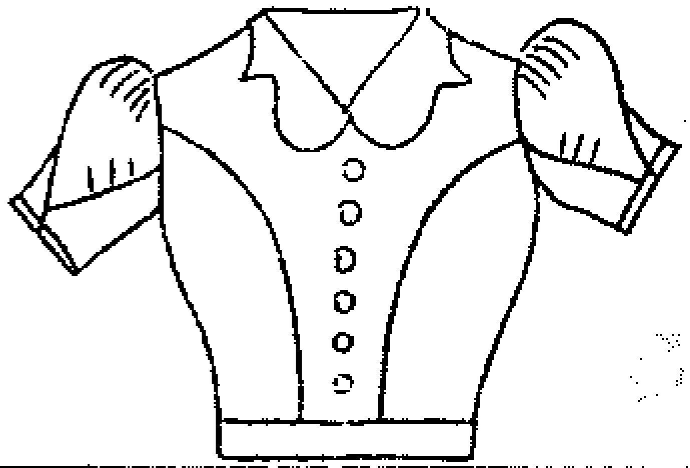

www.taemeernews.com

خوشنما بوٹے

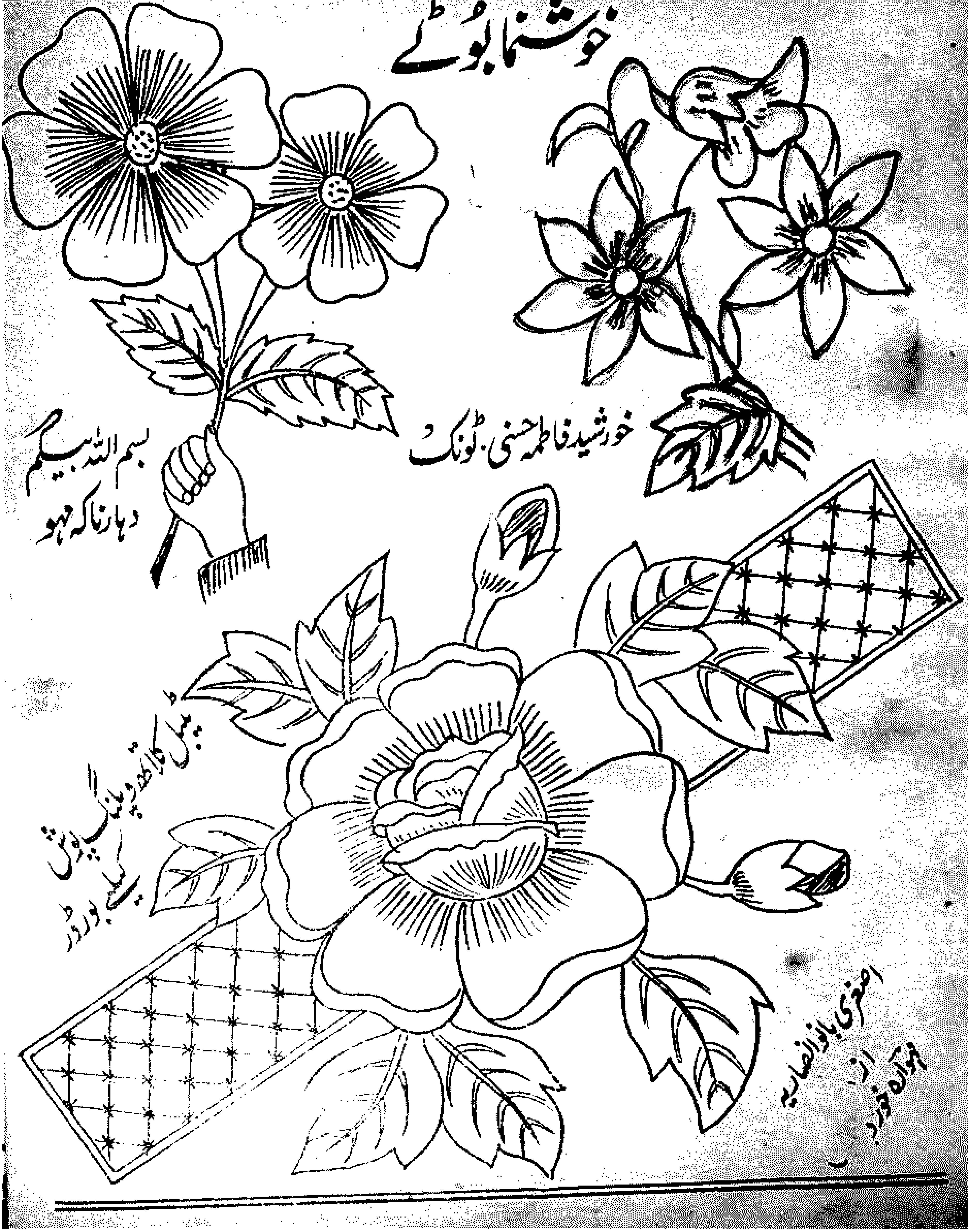

ٹی کوزی کے تین نمونے

آنسہ خورشید شبنم صبوحی صدیقہ۔ پھولپور

ایس۔ایم حسنی۔ نیماہیڑا

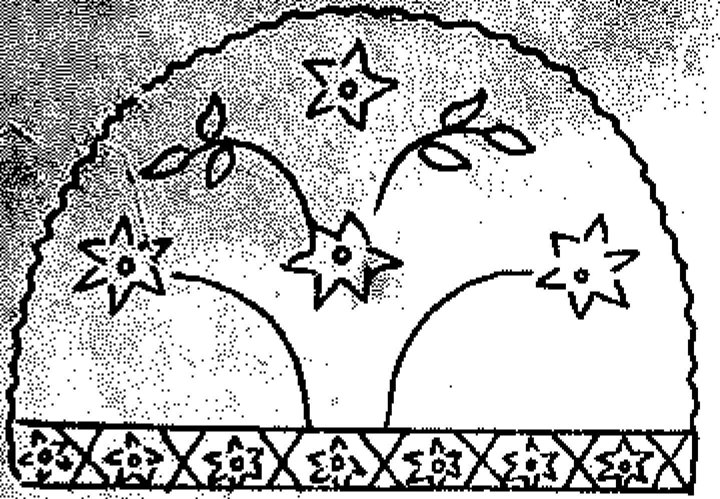

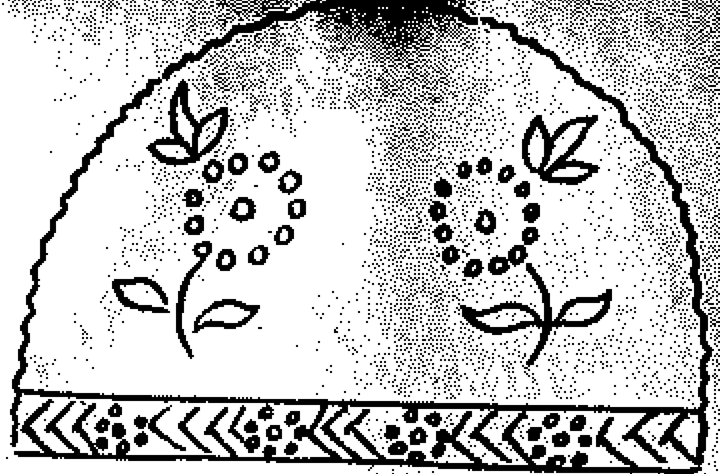

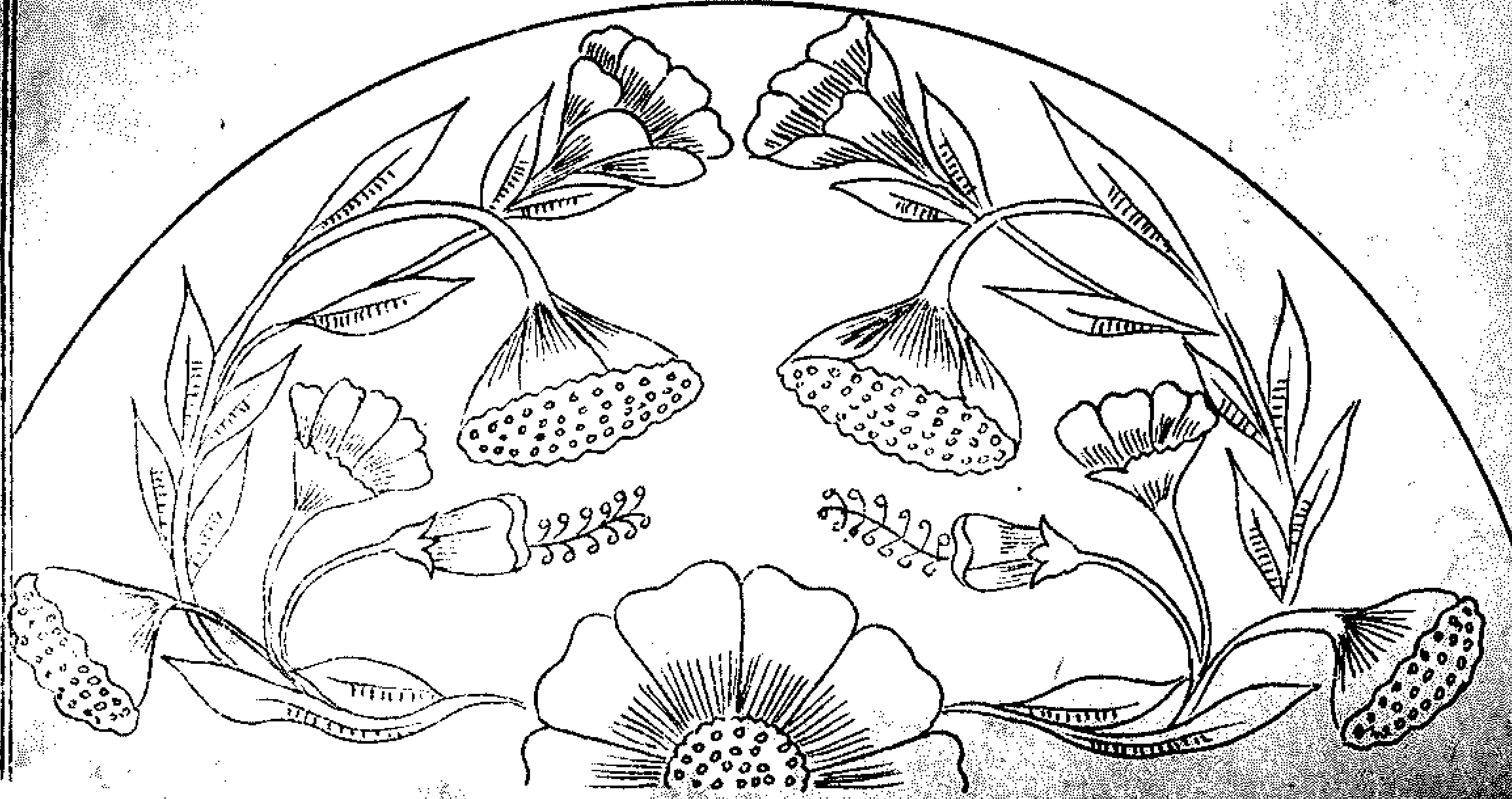

www.taemeernews.com

میز پوش کا دلفریب گوشہ

دلپسند رنگوں سے بنائیے

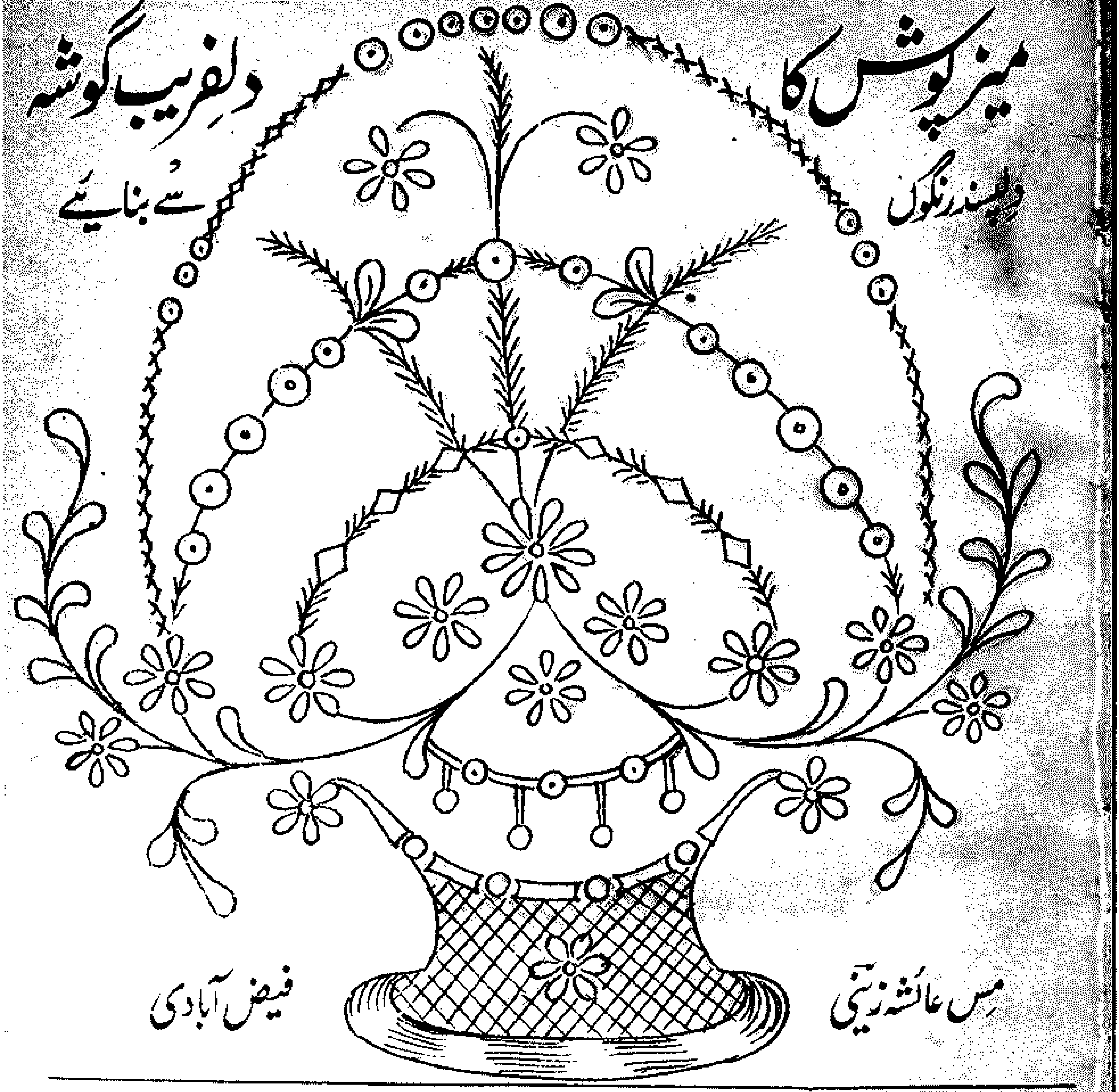

مِس عائشہ زینی فیض آبادی

کروشیا کی نازک بیل

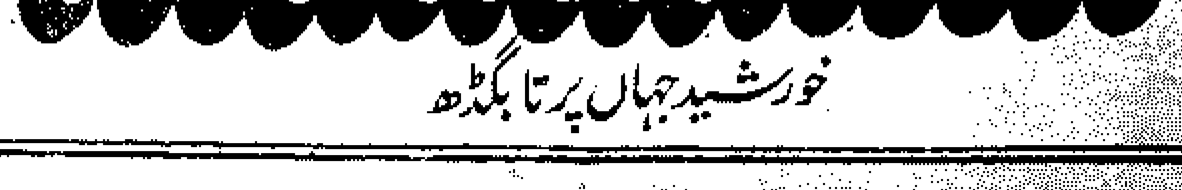

خورشید جہاں پرتاب گڈھ

خوشنما اور آسان شلوار کی بیل

سلمیٰ خانم پروین - فیروز آباد -

سفید وائل کی ساڑی وغیرہ کیلئے یہ بارڈر انتہائی حسین ہے۔ نیلے گہرے رنگ اور دوسرے حسب پسند رنگوں سے بھنیں کاڑھیں اور دھاگہ سلک ریشم کا باریک استعمال کریں۔

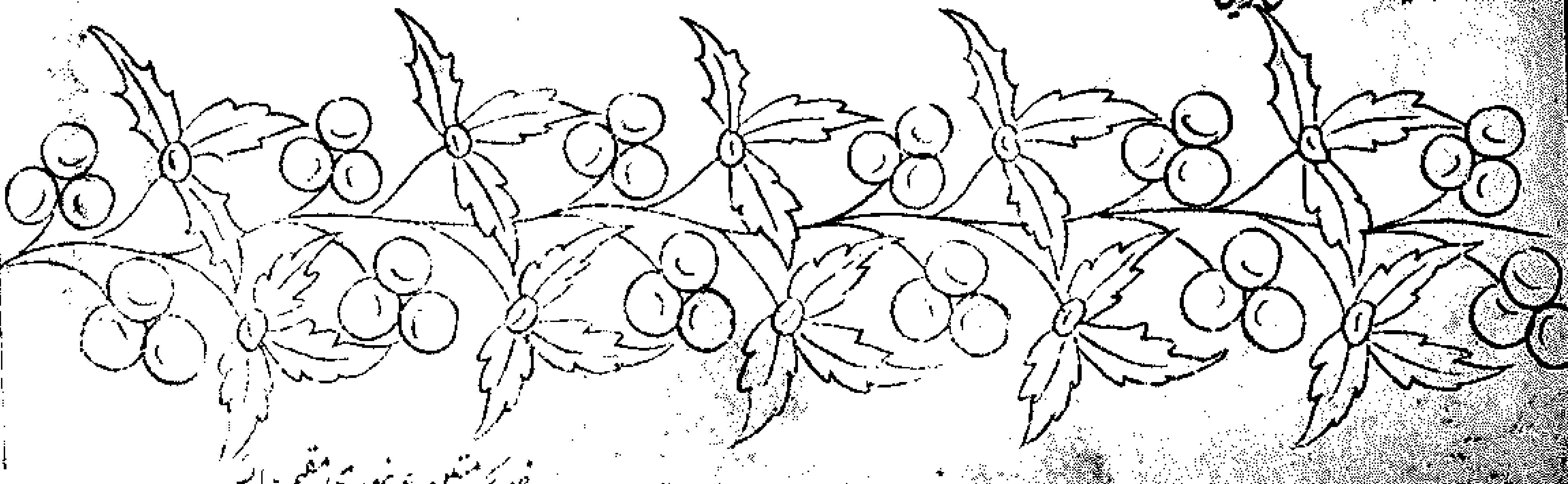

خدیجہ متین بدنپوری مقیمہ جالس۔

www.taemeernews.com

کروشیا کا حسین میز پوش

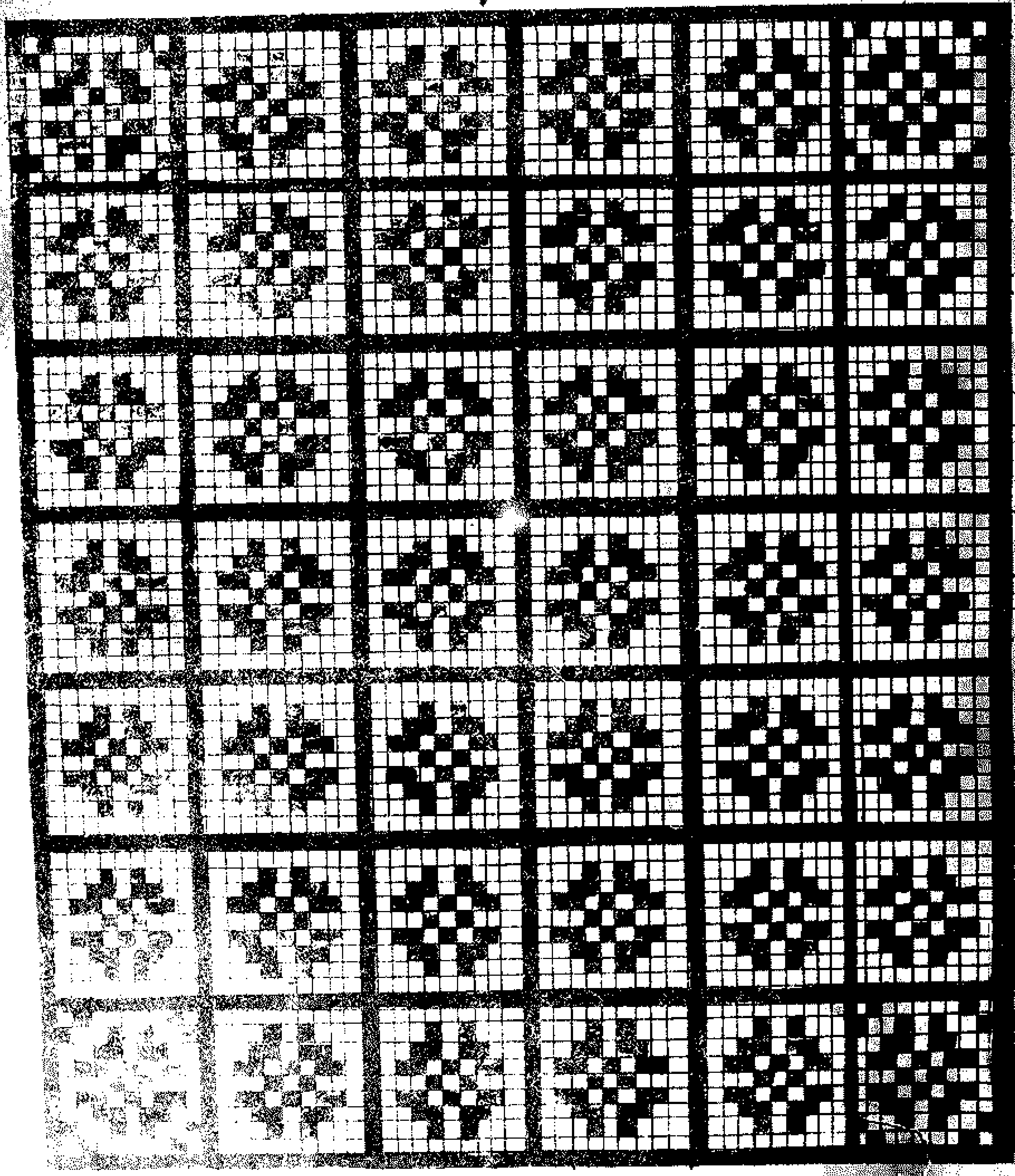

مس رضیہ سلطانہ حیدر ۔ جنجیرہ

دو خوشنما جمپر

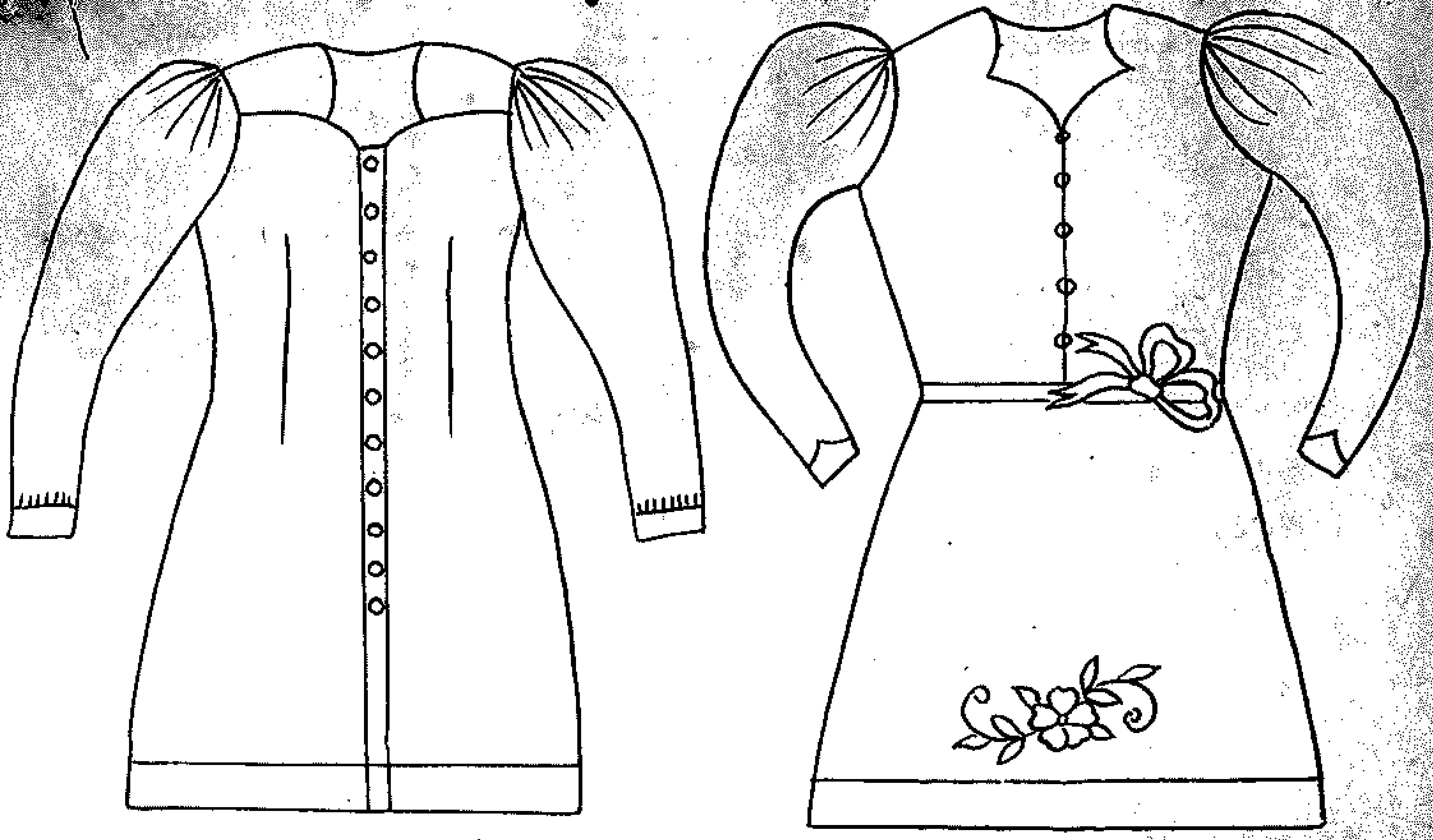

رضیہ عزیز بانو۔ مقیم اریلا کرہان اعظم گڑھ۔

www.taemeernews.com

فراک اور بلاوز

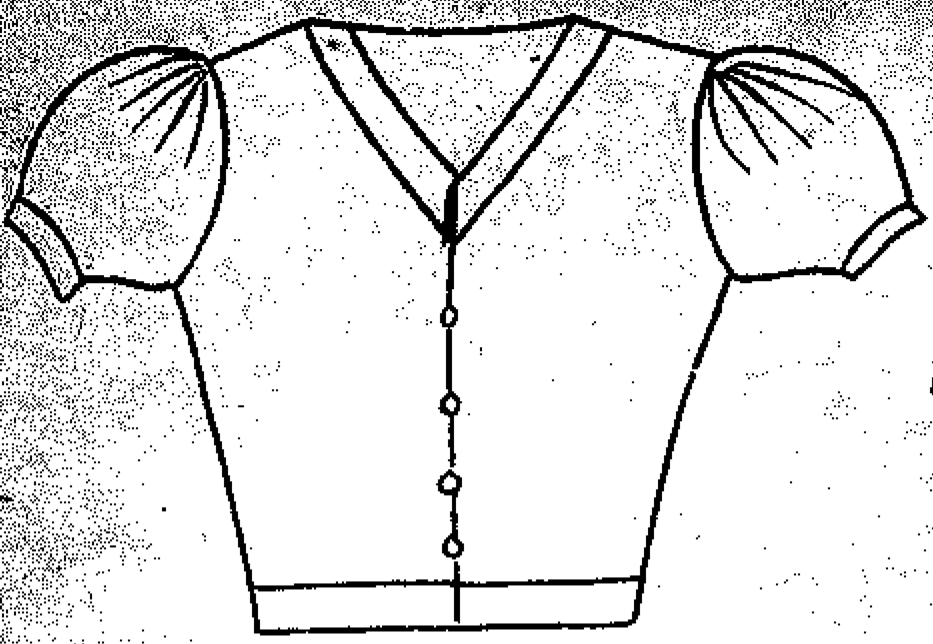

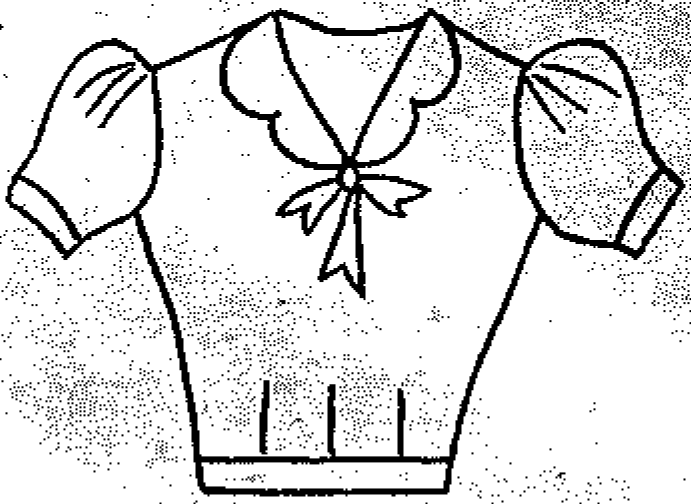

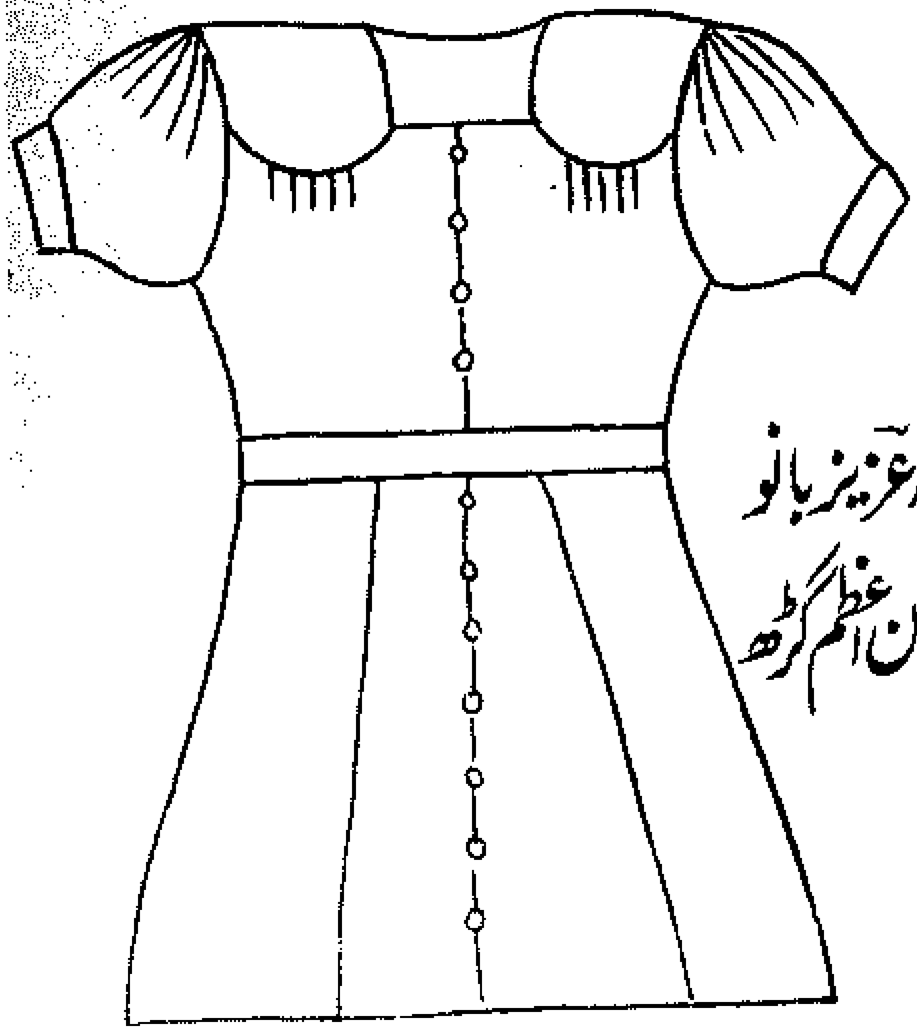

رضیہ عزیز بانو
مقیم اریلا کرہان اعظم گڑھ

غرارہ کی بہترین بیل

اصغری بانو انصاریہ
از
نہوارہ خورد

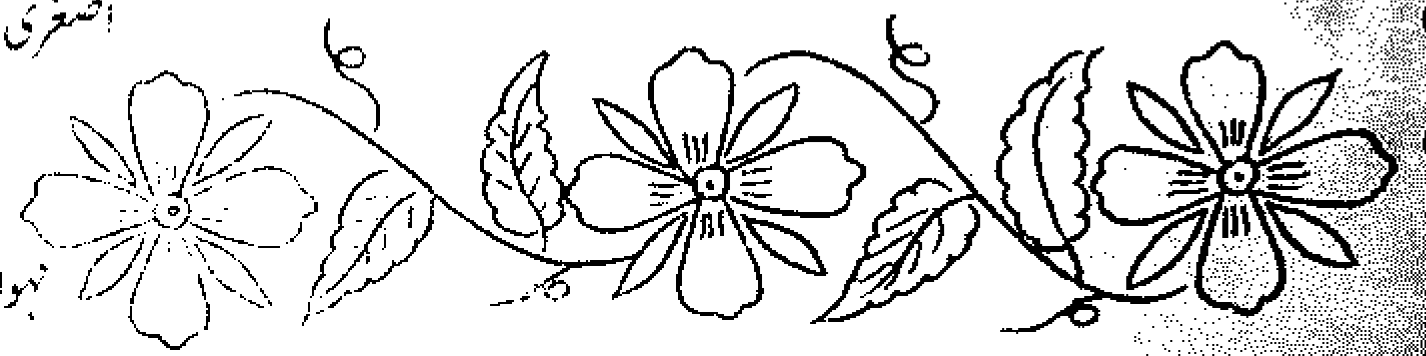

www.taemeernews.com

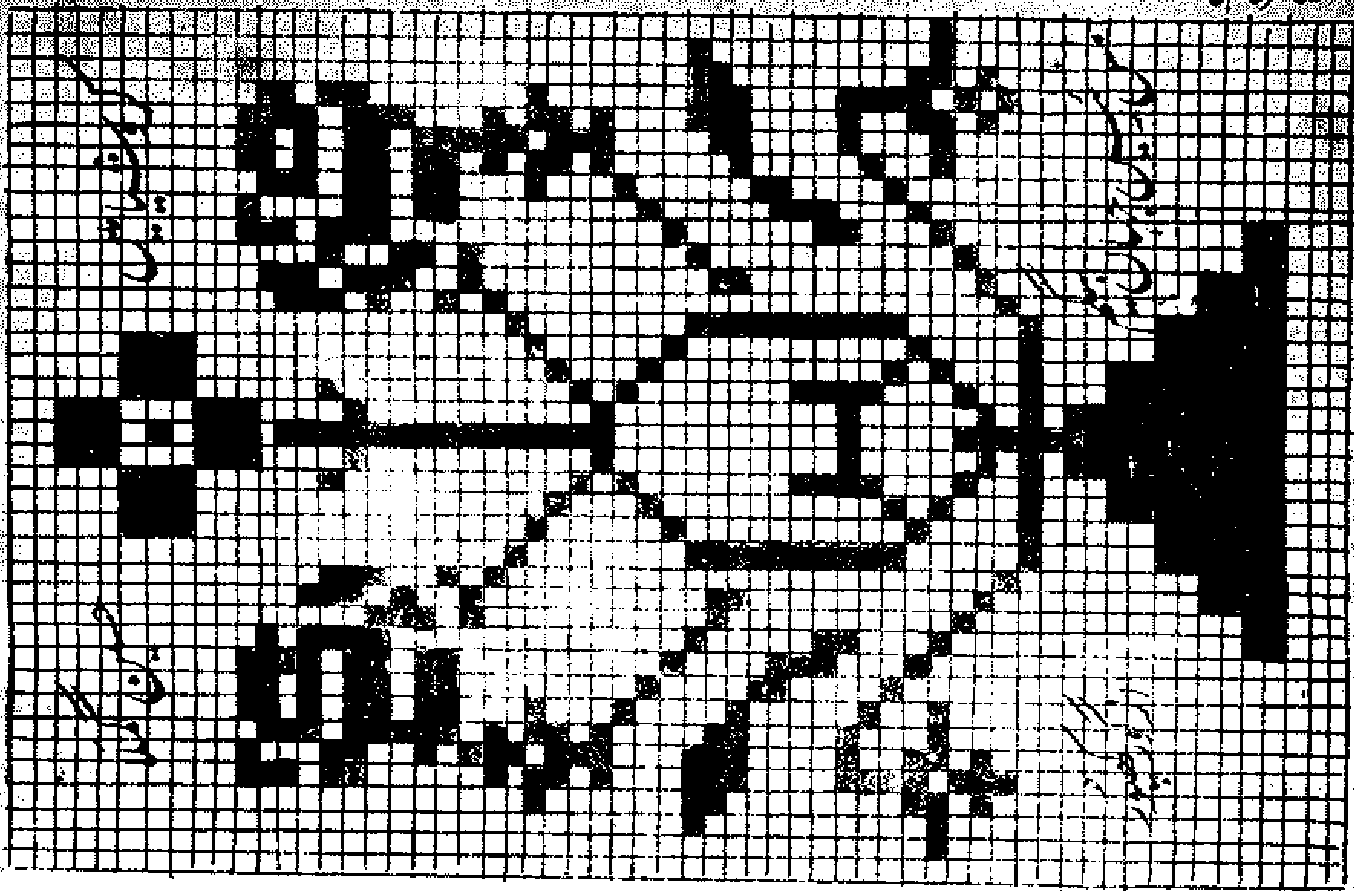

خوبصورت لیس

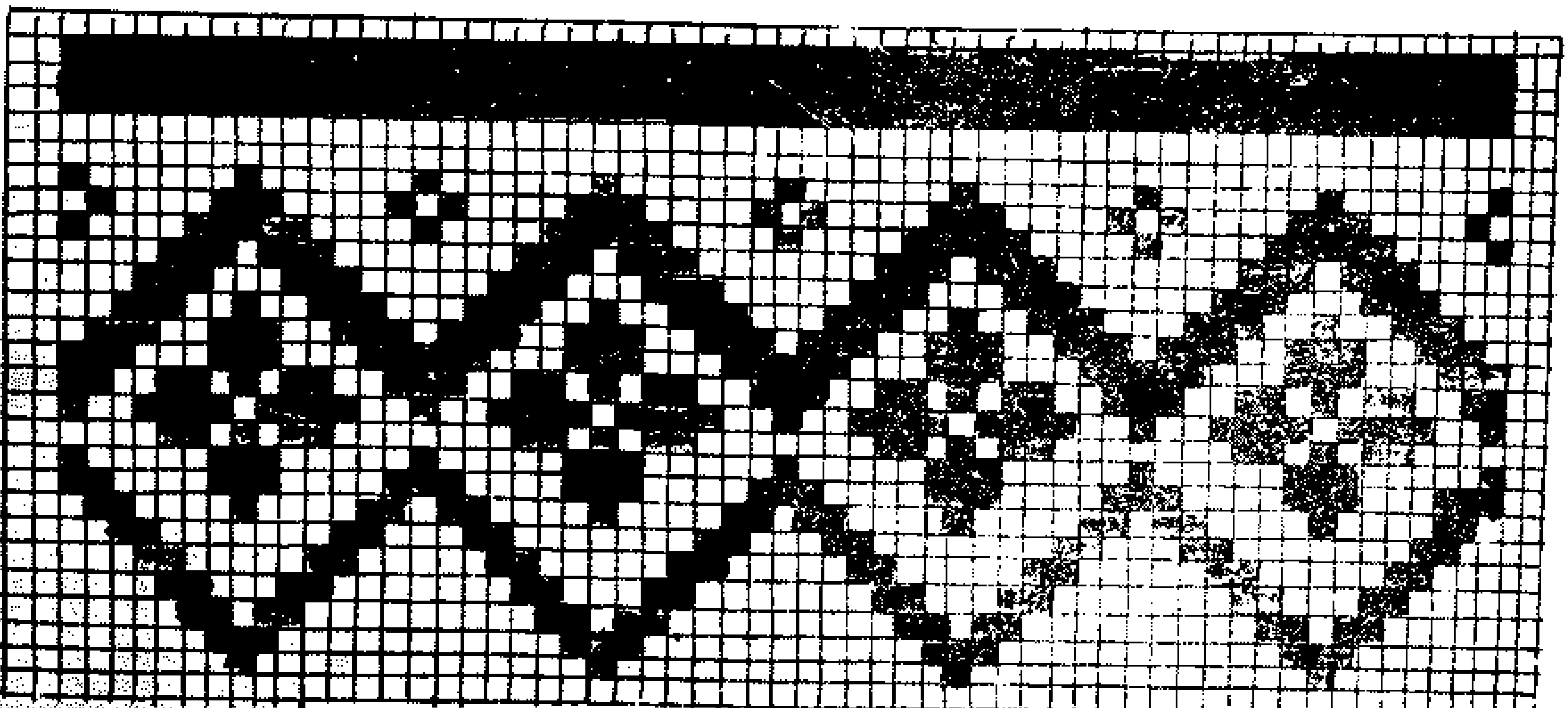

مس رضیہ سلطانہ عیدروس جنجیرہ

www.taemeernews.com

کروشیا کی بُنائی کا بلاؤز

بہن رئیس جہاں بیگم صاحبہ گورکھپور کی خدمت میں کروشیا کی بنائی کا بلاؤز پیش کرتی ہوں۔ اُمید ہے کہ بہن پسند فرمائیں گی۔

یہ بلاؤز دو رنگ پیلے اور کالے دھاگے سے بنا ہے پہلے دھاگے سے اٹھنی کے برابر گلاب کے پھول بُنے جاتے ہیں۔ پھر انہیں کالے دھاگے کے جال سے جوڑا جاتا ہے پھر پتی کا پھول بنایا ہے۔ ہر پتی میں پانچ چاول لئے ہیں۔

پھر انگل چوڑی پٹی بارڈر کے لئے بُنی جاتی ہے۔ بارڈر بھی دو رنگ کے دھاگے سے بُنا جاتا ہے۔ دو لائن پیلے دھاگے سے اور دو لائن کالے دھاگے سے اسی طرح پوری پٹی بُن کر کے برابر بُن لیجئے۔ جوڑے ہوئے پھول اور بورڈر کو سوئی سے سی دیجئے۔ کھلا ہوا رکھنا چاہیں تو کھلا رکھ سکتی ہیں۔ ورنہ بند بھی کر سکتی ہیں گلا باندار جایا ہے۔ گلے کو بھی اپنی پسند کے مطابق بنا سکتی ہیں۔ آستین بھی اسی طرح سے بنتی ہے۔ اور یہی کئی قسم کا بنا جاتا ہے۔ ڈی۔ ایم۔ سی سے بنایئے۔ اُمید ہے کہ سمجھ میں آگیا ہوگا۔ اگر کسی وجہ سے سمجھ میں نہ آیا ہو تو دوبارہ پوچھ سکتی ہیں۔

ع۔ خاتون۔ آگرہ

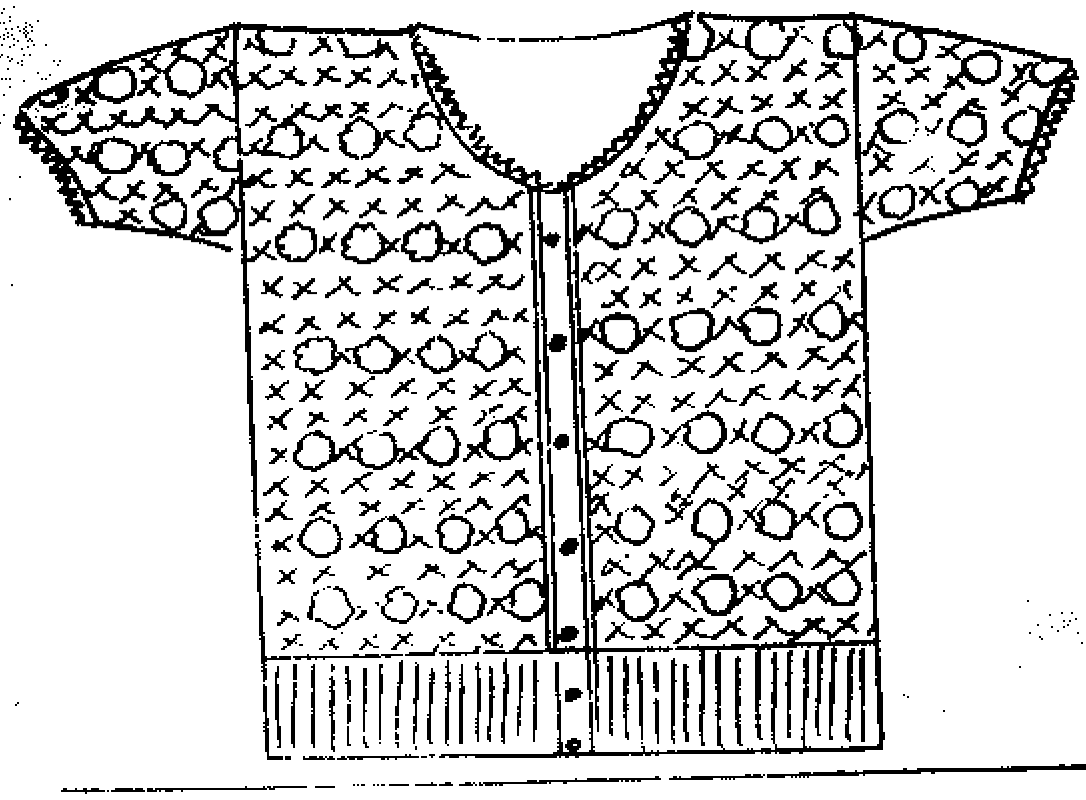

تارکشی کا خوبصورت کونہ

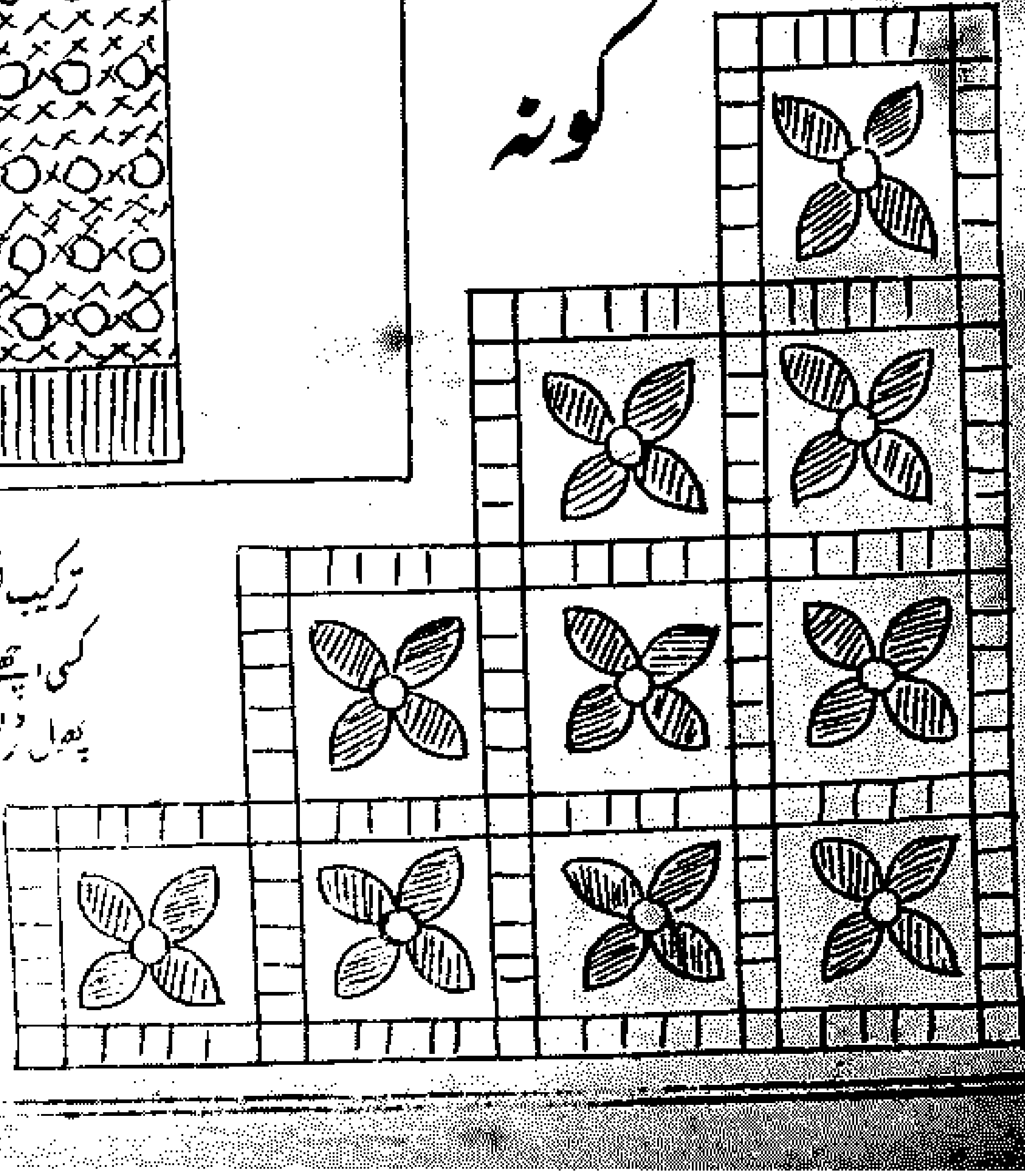

ترکیب نقشہ کے مطابق تار نکال کر تیار کر لیجئے۔ بعدہ کسی اچھے رنگ کے تاگے سے اپنی مرضی کے مطابق پھول ڈلیس کر کے کاڑھ لیجئے۔ نہایت نازک کونہ تیار ہوگا۔ شکریہ شرط ہے۔

مس سرور رعنا صدیقی

بصرتنا

دو خوشنما پھول

ہمشیرہ مسعود احمد شاکری
از نہوارہ خورد

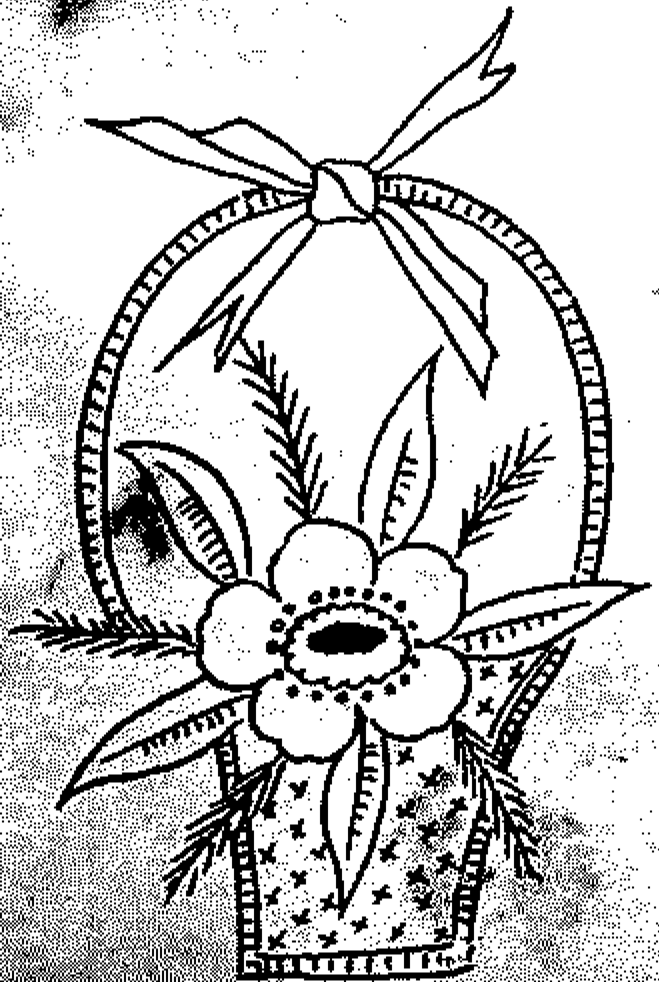

دو ننھے گملے

کبریٰ خاتون - بھوپالوی